مرکزی کتب خانہ پبلیکیشنز

داستانِ اسلام

حِصّہ چہارم

بنو عبّاس

شیخ محمد اقبال ایم۔ اے

علمی کتاب خانہ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون نمبر 62833

قیمت Rs. 2.75

Marfat.com

داستانِ اسلام

حصہ چہارم

...وادیت گجرات
کدھالہ آزاد کشمیر
... طارق ابن قاسم

Book Series ....
Serial No. ....
Price ....
Date ....

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فلسفہ)
گورنمنٹ کالج لاہور

علمی کتاب خانہ - اردو بازار لاہور

Marfat.com

بار اول	۱۰۰۰
بار دوم	۱۰۰۰
بار سوم	۱۰۰۰ فروری ۱۹۶۴ء
بار چہارم	۱۰۰۰ دسمبر ۱۹۶۴ء
بار پنجم	۱۰۰۰ جون ۱۹۶۷ء
بار ششم	۱۰۰۰ جنوری ۱۹۶۹ء

مطبوعہ: رشید آرٹ پریس لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

بنوعباس کی سرگذشت عبرت و موعظت کا ایک نادر مرقع ہے۔ اس دَور کی کوئی کڑی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسلام کے دوست اور دشمن سب اپنے پورے قدوقامت کے ساتھ صاف صاف نظر آرہے ہیں۔ البتہ ان کو دیکھنے کے لئے ظاہر کی آنکھ ہی نہیں بلکہ دل کی آنکھ بھی کشادہ ہونا ضروری ہے۔

ملتِ اسلامیہ میں ان علمائے تاریخ کی کمی نہیں رہی جن کو اللہ تعالےٰ نے دیدۂ بینا عطا کی۔ انھوں نے عہدِ رفتہ پر محققانہ نگاہ ڈالی، لیکن ہر دَور کا نیا اسلوب اور جدید تقاضے ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نئے سرے سے تاریخ اسلام کے تحقیقی مطالعہ کی ضرورت تھی تاکہ نہ صرف اپنے مؤرخین کا قیمتی سرمایہ نئی ترتیب کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ ان غلط فہمیوں کا تارو پود بھی بکھیرا جائے جو اغیار نے ہماری تاریخ کے بارے میں پیدا کی ہیں ــــ اَلحمدُ للہ! اللہ تعالےٰ نے مجھ عاجز کو توفیق عطا فرمائی کہ اسلام کی تاریخ کو نئے زاویوں اور نئے انداز سے پیش کرنے کی سعی کروں۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا

Marfat.com

فیصلہ حق و انصاف کی بارگاہ کے سپرد ہے۔ بنو عباس کی داستان مرتب کرنے میں مجھے جس کاوش سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا ثبوت خود اس داستان کے اوراق مہیا کریں گے۔

یہ اوراق حقیقت پرست ذہن، دردمند دل اور پُرسوز نگاہ کے تعاون کا ثمرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے۔

شیخ محمد اقبال ابن شیخ سکندر دینؒ

Marfat.com

عنوانات

عنوان	صفحہ
(۱) ابوالعباس السفاح	
(۱۳۲ — ۱۳۶)	
ابوالعباس کے مسائل	۱۱
ہاشمیہ	۱۵
وفات	۱۵
اوصاف و اخلاق	۱۵
پالیسی	۱۵
نظام حکومت	۱۶
(۲) محمد المنصور (۱۳۶—۱۵۸)	
ابتدائی حالات	۱۸
خلافت	۱۹
عبداللہ بن علی کی بغاوت	۱۹
ابومسلم خراسانی کا قتل	۲۰
رومی مہمات	۲۲
راوندیہ کی بغاوت	۲۶
استاذ سیس کی بغاوت	۲۷
اندلس	۲۷
محمد نفس زکیہ کا مقابلہ	۲۷
ابراہیم بن عبداللہ کی شہادت	۳۴
عبداللہ بن محمد کی شہادت	
ولی عہدی میں تغیر	۳۴
وفات	۳۶

عنوان	صفحہ
منصور کے عہد پر تبصرہ	۳۶
(۳) محمد المہدی (۱۵۸-۱۶۹)	
جنگی مہمات	۴۸
بغاوتیں	۴۹
ولی عہدی میں تبدیلی	۵۲
وفات	۵۲
مہدی کے عہد پر تبصرہ	۵۲
(۴) موسیٰ الہادی (۱۶۹-۱۷۰)	
معرکۂ فخ	۵۹
رومی محاذ	۵۹
خوارج	۶۰
ولی عہدی کا قضیہ	۶۰
وفات	۶۰
(۵) ہارون الرشید (۱۷۰-۱۹۳)	
بغاوتیں اور شورشیں	۶۲
رومی محاذ	۶۵
برامکہ	۶۸
ولی عہدی کا قضیہ	۷۶
وفات	۷۷
ہارون کے عہد پر تبصرہ	۷۷
(۶) محمد الامین (۱۹۳-۱۹۸)	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
امین اور مامون کی ناچاقی	۸۷
امین اور مامون کے درمیان جنگ	۹۰
امین اور مامون کی خانہ جنگی کے نتائج	۹۷
(۷) عبداللہ المامون (۱۹۸-۲۱۸)	
ابتدائی حالات	۹۹
مامونی حکومت کا پہلا دور	۱۰۰
نصر بن سیار بن شیث کی بغاوت	۱۰۱
حسن بن الہرش کی بغاوت	۱۰۱
ابن طباطبا	۱۰۱
ابراہیم جزار	۱۰۴
زید النار	۱۰۵
بغداد میں بدنظمی	۱۰۵
بابک خرمی	۱۰۶
حضرت علی الرضا کی ولی عہدی	۱۰۷
ابراہیم بن المہدی کی بغاوت	۱۰۸
مامون کی بغداد کو روانگی	۱۰۸
بوران کی عروسی	۱۱۳
فتنۂ خلق قرآن	۱۱۳
مامون کی وفات	۱۱۵
اوصاف و اخلاق	۱۱۵
مامونی عہد پر تبصرہ	۱۱۵
(۸) معتصم باللہ (۲۱۸-۲۲۷)	

عنوان	صفحہ
بابک خرمی	۱۲۵
محمد بن قاسم علوی	۱۲۶
مازیار بن قارن کی بغاوت	۱۲۷
افشین کا قتل	۱۲۷
المبرقع	۱۲۸
زط کی بغاوت	۱۲۹
عباس بن مامون	۱۲۹
رومی محاذ	۱۳۰
ترکوں کی آمد	۱۳۱
سامرا کی آبادی	۱۳۳
فتنۂ خلق قرآن	۱۳۴
وفات	۱۳۴
(۹) واثق باللہ (۲۲۷-۲۳۲)	۱۳۵
(۱۰) متوکل علی اللہ (۲۳۲-۲۴۷)	۱۳۷
متوکل کا قتل	۱۳۹
متوکل کے قتل کے نتائج	۱۳۹
دوسرا دور	۱۴۱
فہرست خلفاء	۱۴۳
طائرانہ نگاہ	۱۴۵
ترک گردی	۱۴۶
صاحب الزنج	۱۴۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ
قرامطہ	۱۴۹
امیر الامراء	۱۵۹
صلیبی جنگیں	۱۶۳
تاتار	۱۶۸
زوال بغداد کے اسباب	۱۸۴
نیم مختار اور خود مختار فرماں روا	۱۹۱
ادارسہ	۱۹۲
اغالبہ	۱۹۳
طاہریہ	۱۹۳
علویہ	۱۹۴
صفاریہ	۱۹۵
طولونیہ	۱۹۹
سامانیہ	۲۰۰
بنو حمدان	۲۰۲
بنو فاطمہ	۲۰۳
زیاریہ	۲۲۰
بنو حسنویہ	۲۲۱
اخشیدیہ	۲۲۲
بنو بریدی	۲۲۲
آل بویہ	۲۲۳
بنو شاہین	۲۲۸
غزنویہ	۲۲۸

عنوان	صفحہ
بنو عقیل	۲۳۰
سلاجقہ	۲۳۱
اتابکیہ	۲۴۰
خوارزم شاہیہ	۲۴۲
ایوبیہ	۲۴۴
ملثمین (مرابطین)	۲۴۹
موحدین	۲۵۰
تبصرہ	۲۵۱
نظام حکومت	۲۵۲
آئین	۲۵۲
مرکزی حکومت کے شعبے	۲۵۵
صوبائی نظام	۲۶۲
علم و حکمت	۲۶۴
قرآنی علوم	۲۷۰
حدیث	۲۷۱
فقہ	۲۷۲
تاریخ	۲۷۳
طب	۲۷۴
کیمیا	۲۷۶
میکینکس	۲۷۴
حساب	۲۷۷
ریاضی	۲۷۷

Marfat.com

عنوان	صفحہ
علم الہیئت	۲۷۹
جغرافیہ	۲۸۰
فکری تحریکات	۲۸۲
علم الکلام	۲۸۲
جبریہ	۲۸۳
معتزلہ	۲۸۴
اشعریہ	۲۸۸
ماتریدیہ	۲۸۹
مرجئہ	۲۸۹
فلسفہ	۲۹۰
تصوف	۲۹۲
مذہبی فرقے	۲۹۳
اہل السنت والجماعت	۲۹۳
خوارج	۲۹۴
شیعہ	۲۹۵
اشمیہ	۲۹۵
زیدیہ	۲۹۶
اثنا عشریہ	۲۹۸
اسماعیلیہ	۲۹۸
ضمیمہ	۳۰۵

Marfat.com

دَورِ اوّل

Marfat.com

عباسی عہد دو الگ دوروں میں تقسیم نظر آتا ہے۔ پہلے دس خلفاء کا عہدِ خلافت عظمت و اقتدار کا دور ہے۔ بعد میں خود پرست امراء کا تسلط قائم ہو گیا۔ وہ ملوک و سلاطین کی شان کے ساتھ بساطِ سیاست پر جلوہ آرا ہوئے اور عبائے خلافت بے بسی اور بے کسی کا شعار بن کر رہ گئی۔

Marfat.com

ابوالعباس السفّاح

۱۳۲ تا ۱۳۶ھ

۷۴۹ تا ۷۵۴ء

۱۳۲ ہجری میں عباسی حکومت کے بانی ابوالعباس عبداللہ بن علی کی بیعت ہوئی۔ اس کے بعد اس نے ایک خطبہ دیا جس میں کوفہ والوں کی ستائش کی اور کہا کہ میں نے تمہارے وظیفوں میں سو درہم بڑھا دیئے ہیں۔ اب کمر باندھ لو۔ میں سفاح (خون ریز) مطلق انداز، انتقام گیر اور ہلاکت خیز ہوں۔ اس نے اس اعلان کو سچ کر دکھایا اور تاریخ میں سفاح کے نام سے زندہ رہ گیا۔

ابوالعباس کے مسائل ابوالعباس بے مثال حوصلہ و تدبر کا مالک تھا۔ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے اپنے خاندان ہی میں ایسے کار آگہ اور بیدار مغز صلاح کار مل

Marfat.com

گئے جنھوں نے قدم قدم پر اس کی مدد کی اور اس کی مشکلات کو آسان کر دیا۔ ابوالعباس کے سامنے کئی حوصلہ آزما مسائل اُٹھے جنھیں اس نے ہمت اور تدبیر سے چٹکیوں میں حل کر لیا۔ بعض مسائل درج ذیل ہیں :-

۱۔ **سابقہ خودسر امراء :** جن دنوں بنو اُمیّہ پر ادبار کی گھٹائیں چھا رہی تھیں کئی امراء خود سر ہو گئے۔ حکومت بدلنے پر انھیں خود مختاری کا مزید حوصلہ ہوا۔ ابوالعباس نے انھیں آسانی سے زیر کر لیا۔

۲۔ **جدید بندوبست :-** اسلامی سلطنت نہایت وسیع و عریض تھی سوائے سپین کے جس پر ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل نے قبضہ کر لیا یہ ساری سلطنت بنو عباس کے ہاتھوں میں آئی۔ اس میں ایک مضبوط بندوبست قائم کرنا تھا۔ ابوالعباس نے اس مقصد کے لئے سب صوبوں میں صاحب فہم اور قابل اعتماد امراء مقرر کیے۔ ان امراء کی وافر تعداد اس کے اپنے خاندان ہی سے فراہم ہو گئی۔ سوائے خراسان کے جو ابو مسلم کے تحت تھا باقی کل اہم صوبوں میں ابو مسلم نے اپنے بھائیوں، چچاؤں اور بھتیجوں کو مامور کیا۔ ان لوگوں نے نہایت ذہانت اور وفاداری کا ثبوت دیا اور حکومت کے پائے مضبوط کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

۳۔ **بنو اُمیّہ کے حامی :-** سفاح نے بنو امیّہ کے آثار حکومت مٹانے کی یہاں تک کوشش کی کہ ان کے بادشاہوں کی قبریں تک کھُدوا ڈالیں تاہم شام اور جزیرہ کے علاقہ میں اب بھی ایسے لوگ تھے جو بنو اُمیّہ کے پروردہ اور ہوا خواہ تھے، قنسرین، حمص اور جزیرہ کے علاقوں میں انھوں نے ہتھیار اٹھائے۔ لیکن بنو عباس کے زور کے سامنے ٹھہرنا مشکل تھا۔ ہار مان لی۔

Marfat.com

۴- اہل بیت کے حامی :- بنو عباس کی تحریک اہل بیت کے نام پر اُٹھی تھی۔ نگاہیں مشتاق تھیں کہ کس وقت بنو امیّہ کا قبضہ ہٹتا ہے اور مسندِ خلافت پر کوئی سید زادہ جلوہ افروز ہوتا ہے لیکن عوام کی تمنا بر نہ آئی۔ اہلِ بیت کے حامیوں نے سفّاح کی بیعت کو پسند نہ کیا۔ ان کے قائدین میں ابو سلمہ خلال کا نام سرِفہرست ہے۔

۵- ابو سَلمہ خلال کا قتل :- امام ابراہیم کی وفات کے بعد ابو سَلمہ خلال نے خلافت اہلِ بیت میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے چالیس روز تک امام ابراہیم کی موت کی خبر پوشیدہ رکھی۔ جب داعیوں پر حقیقت کھلی تو انھوں نے ابو العباس عبداللہ کی بیعت کرلی اور ابو سَلمہ کا ارادہ پورا نہ ہوسکا تاہم اس کے دل سے یہ خیال نہ نکلا۔ ابوالعباس کو اس بات کا علم تھا۔ اس لئے اس نے ابو سلمہ کو رستہ سے ہٹانے کا ارادہ کرلیا۔

ابو سَلمہ کی عوام میں بہت قدر و منزلت تھی۔ اس نے بنو عباس کی بے بہا خدمات انجام دی تھیں۔ اُسے وزیر آلِ محمدؐ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایسے شخص کو علی الاعلان قتل کیا جاتا تو عوام مشتعل ہوجاتے۔ اس لئے سفّاح نے پر اسرار طریق اختیار کیا۔ ابو مسلم کی تائید ضروری تھی اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ ابو مسلم نے جواب بھیجا کہ اگر آپ کو ابو سلمہ کے انحراف کے بارے میں اطلاع ہے تو اسے مار دیجئے۔ سفّاح کو اس کے چچا داود بن علی نے رائے دی کہ تم خود اس کام کو ہاتھ میں نہ لو ورنہ ابو مسلم اس واقعہ کو کسی دن تمھارے خلاف حجت بنا کر لائے گا۔ ابو مسلم کو لکھو کہ وہی اس کام کو انجام دے۔ سفّاح نے ابو مسلم کو حکم بھیجا۔ اس نے

Marfat.com

ایک خفیہ کارندہ بھیجا۔ اس نے آکر سفاح کو اپنے مشن سے مطلع کیا۔ سفاح نے ایک باقاعدہ منصوبہ بنایا۔ اس کے ایلچی نے منادی کی کہ امیر المومنین اب ابو سلمہ سے خوشنود ہو گئے ہیں سفاح نے ابو سلمہ کو خلعت پہنایا اور اس سے راہ و رسم بڑھائی۔ ایک رات بہت دیر تک ابو سلمہ سفاح کے پاس بیٹھا رہا۔ واپس گیا تو تنہا تھا۔ ابو مسلم کے کارندے نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے دن مشہور کیا گیا کہ ابو سلمہ کو خارجیوں نے مار دیا ہے۔ سفاح نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے پایۂ تخت ہاشمیہ میں (جو کوفہ سے ملحق تھا) دفن کیا۔ یہ واقعہ ابو العباس کی تخت نشینی کے پہلے برس کا ہے[1]

ابو العباس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اہلِ بیت کے سب حامیوں کو مٹانے پر تل گیا اور ابو مسلم کے ذریعے ابو سلمہ کے مقرر کردہ سارے عہدہ داروں کو ہلاک کروا دیا[2]

ابو سلمہ خلال کی وفات کے بعد ۱۳۲ ہجری میں خراسان کے تیس ہزار آدمی باغی ہو گئے کہ ہم نے بیعت خوں ریزی پر نہیں کی تھی۔ ابو مسلم نے اس بغاوت کو دبا دیا[3]

۶۔ **خوارج :-** خوارج جنہوں نے بنو امیہ کو ہمیشہ پریشان رکھا تھا بنو عباس کو کب چین سے بیٹھنے دیتے تھے۔ یہ فرقہ جمہوریت کا قائل تھا جب ایک آمریت کی لاش سے دوسری آمریت نے جنم لیا تو یہ لوگ برسرِ مقابلہ ہوئے اور جان کی بازی لگا دی۔ صرف ایک

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔
[3] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

خارجی سردار جلندی ہی کے ساتھ دس ہزار آدمی مارے گئے۔ ابوالعباس نے ان کا زور توڑ دیا۔

۷۔ **رومی محاذ:۔** رومی حکومت نے اسلامی مقبوضات کی طرف پاؤں پھیلانا شروع کیے۔ اور بعض اہم علاقے لے لیے۔ سفاح نے فوراً ایک مہم بھیجی جس نے دشمن کی پیش قدمی روک دی۔

ہاشمیہ ابوالعباس کو عباسی کے بجائے ہاشمی کہلانا زیادہ پسند تھا کیونکہ بنو ہاشم میں اہلِ بیت بھی شامل ہیں۔ اس نے کوفہ کے مضافات میں ایک نیا دارالخلافہ بنایا۔ اس کا نام ہاشمیہ رکھا۔

وفات سفاح نے ۱۳۶ ہجری میں چیچک سے وفات پائی۔ عمر غالباً ۳۳ برس تھی۔

وفات سے قبل وہ ایک بند وصیت نامہ میں منصور اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو جانشین نامزد کر گیا۔[1]

اوصاف واخلاق سفاح بلند قامت، سفید فام اور خوبرو تھا۔ وہ فصیح الکلام اور صائب الرائے تھا۔ نہایت بلند سیرت کا مالک تھا۔ اس کا دامن بنو اُمیّہ اور خلّال کے خون کے چھینٹوں کے سوا بہت حد تک صاف ہے۔

پالیسی سفاح کی پالیسی کے مندرجہ ذیل عناصر تھے:۔

۱۔ **ارکانِ خاندان سے استمداد:۔** اموی حکومت کے ایام میں بھی اگرچہ شاہی خاندان کے افراد کو بلند عہدے ملتے تھے۔ لیکن اہم ترین صوبوں پر ان کا تقرر کم ہوتا تھا۔ اموی خلفاء صرف اہل اور وفاکیش

---

[1] ابن اثیر ۵، ۱۰، ۶۰

Marfat.com

اصحاب کو منتخب کرتے تھے۔ اس میں ایک خرابی یہ تھی کہ ان امراء کی نگاہ میں صرف خلیفہ کی وقتی خوشنودی ہوتی تھی۔ اموی حکومت کی نیک نامی اور بقا پر ان کا دھیان کم ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ بنو اُمیہ عوام میں غیر مقبول ہونے لگے۔ سفاح نے کلیدی ولایات پر اپنے بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو مقرر کیا جنھوں نے حکومت کو مستحکم کرنے میں ہر ممکن سعی کی۔

۲۔ **سخت گیری:۔** ابوالعباس نے بنو اُمیہ کے ساتھ نہایت سنگ دلی کا سلوک کیا۔ اموی خاندان کے وہی افراد زندہ بچے جو بہت کم سن تھے یا قلمرو سے بھاگ گئے۔ اس سخت گیری کا ایک فائدہ یہ ضرور ہوا کہ عوام پر ہیبت چھا گئی اور حکومت کا دبدبہ بیٹھ گیا۔

۳۔ **عجم کو ترجیح:۔** بنو اُمیہ کی حکومت اہلِ شام کے سہارے قائم ہوئی تھی اس لئے انھوں نے شامیوں کو ترجیح دی اور دمشق کو دارالخلافہ قرار دیا۔ عباسی حکومت کا قیام اہل عجم کا مرہونِ منت تھا۔ اس لئے ابوالعباس نے عجم کو عربوں پر بڑھانا شروع کیا اور دارالخلافہ عراق میں بنایا۔

نظامِ حکومت سفاح کا نظامِ حکومت اموی دَور سے کچھ مختلف نظر نہیں آتا۔ البتہ وزارت کا قیام سفاحی حکومت کا ایک نمایاں امتیاز ہے۔

وزارت:۔ وزیر کے لفظ سے عربی زبان پہلے سے آشنا تھی وزر کے معنی بوجھ کے ہیں اور وزیر کے معنی ہیں بوجھ اُٹھانے والا۔ قرآن حکیم میں دو جگہ (طٰہٰ اور الفرقان میں) حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کا وزیر بتایا گیا ہے۔ لیکن وہاں اس کے معنی فقط مددگار اور

Marfat.com

کام بٹانے والے کے ہیں۔

اسلام سے قبل ایران میں عہدۂ وزارت کا وجود تھا لیکن عہد اسلام میں سب سے پہلے اسے بنو عباس نے قائم کیا۔ بے شک اموی دور کے آخر میں مروان ثانی کے وزیر عبدالحمید بن یحییٰ کا ذکر آتا ہے[1] لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ عبدالحمید کا وہی مقام تھا جو عباسی وزراء کو حاصل تھا۔ مسعودی نے حضرتِ معاویہ کی مجلسِ وزراء کا ذکر کیا ہے لیکن ان وزراء سے مراد مختلف شعبوں کے ناظمینِ اعلےٰ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وزارت کی طرح بنو عباس نے ڈالی۔

سب سے پہلے وزیر کا لفظ ابو سلمہ خلّال کے لیے مشہور ہوا۔ شروع میں یہ لقب اسے عوام نے محض اعزازاً دیا۔ اسے وزیر آلِ محمد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آل کا خادم کہتے تھے۔ عباسی حکومت میں اس کی زندگی فقط چند روزہ تھی۔ اس زندگی کے آخری ایام میں اس نے حکومت میں وزارت کے اختیارات پائے اور اپنی طرف سے کچھ عملہ بھی نامزد کیا جسے اس کی وفات کے بعد تہ تیغ کر دیا گیا۔

خلّال کے بعد ابو الجہم بن عطیہ سفاح کا وزیر ہوا۔[2] کہا جاتا ہے کہ خلّال کے بعد خالد برمک نے وزارت پائی۔ لیکن یہ درست نہیں۔ وہ وزیروں کا سا مرتبہ ضرور رکھتا تھا لیکن سرکاری طور پر اسے وزیر نہیں کہا جاتا تھا۔[3]

---

[1] ابن کثیر ۲: ۵۵ [2] ابن اثیر ذکرِ موت سفاح
[3] الفخری

Marfat.com

ابوجعفر عبداللہ بن محمد المنصور

۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ (۷۵۴ء تا ۷۷۵ء)

ابتدائی حالات منصور ۹۵ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں سلامہ ایک لونڈی تھی۔ اپنے بھائی سفاح سے عمر میں بڑا تھا۔

منصور کی پرورش مدینہ کے شہر میں ہوئی جو علم کا مرکز تھا۔ اس نے یہیں تعلیم پائی۔ اموی عہد میں اسے ایک بار قید بھی بھگتنی پڑی۔ ابوالعباس خلیفہ ہوا تو اسے آذربائجان اور آرمینیہ کا گورنر مقرر کیا۔ مرنے سے پہلے اسے اپنا جانشین نامزد کر گیا۔[1]

---

[1] ابن کثیر

Marfat.com

خلافت

سفاح کی وفات کے وقت منصور مکہ میں تھا۔ واپسی پر اثنائے سفر میں اسے سفاح کی موت کی خبر ملی اور راہ ہی میں بیعت ہوگئی۔ پہلے کوفہ آیا۔ بیعت لی اور پھر انبار (ہاشمیہ) چلا گیا اور انتظام و انصرام میں مشغول ہوگیا[1]

منصور نے خلافت سنبھالی تو اسے قدم قدم پر آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مشکلات اس قدر ہجوم کرکے اٹھیں کہ نرے حوصلہ اور خالی شجاعت سے کام نکالنا مشکل تھا۔ منصور نے فریب کا حربہ بھی اٹھایا۔ جہاں دیکھا کہ سیدھی طرح بات نہیں بنتی وہاں فریب اور دھوکے سے حریف کو شکست دی یا اس کا کام تمام کردیا۔

عبداللہ بن علی کی بغاوت ۱۳۷ھ

منصور کو جس وقت خلافت کا مژدہ ملا وہ بہت فکر مند ہوا۔ ابو مسلم نے اس کے چہرے پر تفکر کے آثار دیکھے تو سبب پوچھا۔ منصور نے کہا کہ مجھے اپنے چچا عبداللہ بن علی کی طرف سے کھٹکا ہے۔ ابو مسلم نے کہا، یہ معاملہ مجھ تک چھوڑیئے اور آپ بے فکر ہوجایئے[2]

منصور کا اندازہ صحیح نکلا۔ عبداللہ بن علی نے بغاوت کردی۔ وہ شام کا گورنر تھا۔ سفاح کی موت کی خبر آئی تو اس نے اعلان کیا کہ سفاح نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مروان سے جنگ کرکے اس کا خاتمہ کردو تو میں تمھیں اپنا جانشین کردوں گا۔ بعض اصحاب نے عبداللہ بن علی کے اس دعوے کی تائید میں شہادت دی۔ اس کے پاس شام، جزیرہ اور خراسان کے جس قدر امراء تھے انھوں نے اس کی بیعت کرلی۔ وہ فوج لے کر

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر۔

Marfat.com

عراق کی طرف روانہ ہوا۔[1]

ابو مسلم خراسانی عبداللہ بن علی کے مقابلہ پر چلا۔ عبداللہ کو علم ہوا تو اپنی خراسانی سپاہ کو اس اندیشہ سے کہ ابو مسلم سے مل نہ جائے تہ تیغ کر دیا۔ سترہ ہزار خراسانی مارے گیے۔ نصیبین کے مقام پر لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ پانچ ماہ معرکے ہوتے رہے۔ شامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن ابو مسلم نے حربی لیاقت اور جرأت کا خوب ثبوت دیا۔ عبداللہ بھاگ نکلا۔ اور بصرہ جاکر اپنے بھائی سلیمان کے پاس جو وہاں کا والی تھا روپوش ہوگیا۔ منصور نے دو برس بعد ۱۳۹ ہجری میں اسے حیلہ سے گرفتار کر لیا۔ ۱۔ اسے ۸ برس بعد ۱۳۹ ہجری میں مروا دیا۔ قتل کی ترکیب یہ کی کہ نمک کی بنیاد پر ایک مکان تعمیر کروا کر عبداللہ کو اس میں رکھوایا۔ اس کے بعد بنیادوں میں پانی چھوڑ دیا۔ مکان گرا اور عبداللہ دب کر ہلاک ہوگیا۔[2]

ابو مسلم کا قتل ۱۳۷ ہجری

منصور کے مزاج میں شک اور احتیاط کا مادہ بہت تھا۔ اسے جس آدمی کی طرف سے ادنیٰ خطرہ بھی ہوتا تھا اسے ہلاک کیے بغیر چین نہیں لیتا تھا۔ ابو مسلم خراسانی سے اسے چند در چند وجوہ کی بنا پر بہت خدشات تھے۔ مثلاً:

۱۔ ابو مسلم کے عروج نے اس کا دماغ بہت چڑھا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عباسی سلطنت میرے دم سے ہے۔ خلیفہ کو مجھ پر گرفت کرنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ منصور کو تو وہ سفاح کی زندگی میں خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ سفاح ابو مسلم کی بد دماغی سے بہت آزردہ تھا۔ لیکن اس نے ہمیشہ درگزر کیا۔ منصور نے اسے دوبارہ ابو مسلم کے قتل کی صلاح دی لیکن

۱؎ ابن اثیر، ذہبی، ابن کثیر

۲؎ ابن کثیر۔

Marfat.com

وہ ٹال گیا۔

۲۔ سفاحی عہد میں ابو مسلم کی رضا کے بغیر کوئی اہم کام طے نہیں ہوتا تھا۔ ان دنوں منصور نے ابن ہبیرہ سے صلح کی تو ابو مسلم نے نہ مانا اور منصور کو لکھا کہ اسے قتل کر دو۔ منصور نے بار بار تحریر کیا کہ اس کا قتل بے فائدہ ہوگا لیکن ابو مسلم اڑا رہا۔ مجبوراً منصور نے ابن ہبیرہ کو قتل کر کے بدعہدی کی شرم اٹھائی [۱]

۳۔ ایک دفعہ ابو مسلم سفاح کے پاس حاضر ہوا اور اسے سلام کیا۔ منصور بھی پاس بیٹھا تھا لیکن اسے سلام نہ کیا۔ سفاح نے ابو مسلم کو توجہ دلائی اور کہا، یہ ابوجعفر (منصور) بیٹھا ہے۔ ابو مسلم بولا، اس جگہ فقط آپ کا حق ادا ہوگا [۲]

۴۔ سفاح کی زندگی کے آخری سال منصور اور ابو مسلم دونوں نے حج کا عزم کیا۔ سفاح نے منصور کو امیر حج نامزد کیا۔ ابو مسلم نے سنا تو بگڑ کر کہا کیا منصور کو حج لیئے کوئی اور برس نہیں ملتا تھا [۳]

۵۔ سفر حج کے دوران ابو مسلم کی شان و شوکت اور زرپاشی کے سامنے منصور کی حیثیت گھٹ گئی۔ ہر ایک کی زبان پر ابو مسلم کا نام تھا۔ منصور کے پہلو میں کانٹا گڑ گیا۔

۶۔ واپسی کے سفر میں ابو مسلم کی سواری منصور سے آگے رہی۔ اس میں شہزادہ کی گستاخی تھی۔

۷۔ اثنائے حج میں جب منصور حرم میں داخل ہوا تو جوتے اتار دیئے۔ جب

---

[۱] ابن کثیر ۱۲ - ۵۴، ۵۵

[۲] عیون الاخبار کتاب اول ص ۲۴

[۳] ابن اثیر۔

Marfat.com

باہر آیا تو ابومسلم سے کہا کہ میرے جوتے لا دو۔ وہ جوتے لایا لیکن منصور کو پہنائے نہیں۔ ایک اور رئیس نے منصور کی فرمائش پر اسے جوتے پہنائے منصور نے ابومسلم کی اس بے توجہی کو یاد رکھا۔[1]

۸۔ رستہ میں جب سفاح کی موت کی خبر آئی تو ابومسلم نے ایک خط منصور کو لکھا۔ اس میں اسے خلافت کی تہنیت نہ دی۔ اگرچہ بعد میں بیعت کر لی لیکن منصور کے دل میں گرہ پڑ گئی۔

۹۔ جن دنوں ابومسلم عبداللہ بن علی کے خلاف شام میں مصروف جنگ تھا منصور کو ایک شخص نے شکایت لکھی کہ جب تمہارا خط ابومسلم کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔[2]

۱۰۔ عبداللہ بن علی کو شکست کے بعد منصور نے ایک شخص ابوالخصیب نام کو غنیمت کا حساب کرنے بھیجا۔ ابومسلم طیش میں آگیا اور ابوالخصیب کو قتل کرنا چاہا لیکن لوگوں نے سفارش کر کے بچا لیا۔ ابومسلم نے اس موقع پر کہا، خون ریزی میں تو مجھ پر اعتماد ہوتا ہے لیکن اموال کے معاملہ میں مجھے خائن سمجھا جاتا ہے۔ اس نے منصور کو گالیاں بھی دیں۔[2]

منصور نے ابومسلم کا صفایا کرنے کی ٹھان لی لیکن خراسانی فوج پر اس کا ایسا جھادو تھا کہ اسے برملا قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے منصور نے ایک ترکیب کی :۔ ابومسلم ابھی شام میں تھا کہ اسے فرمان بھیجا کہ تمہیں بجائے خراسان کے شام اور مصر کا والی مقرر کیا جاتا ہے۔ مصر میں جسے چاہو نائب کر دو اور خود شام میں مقیم رہو۔ اس طرح تم میرے قریب رہو گے۔ مجھے تمہارے قرب کی خواہش ہے۔ ابومسلم خراسان چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ

---

[1] عیون الاخبار کتاب اول ص ۲۷

[2] ابن اثیر۔

Marfat.com

شام سے خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔[1]

منصور نے دیکھا کہ ابو مسلم مکمل کر برخلاف ہو گیا ہے تو وہ بھی مستعد ہوا۔ اسے جب خبر ملی کہ ابو مسلم نے خراسان کی طرف کوچ کر دیا ہے تو انبار سے نکل کر مدائن چلا آیا۔ یہ جگہ شام اور خراسان کے رستے کے قریب تھی۔ مدائن سے اس نے ابو مسلم کو ایک خط لکھ کر بلا بھیجا۔ ابو مسلم نے جواب میں لکھا کہ بندہ تابع فرمان ہے لیکن دور ہے۔ منصور نے اسے نہایت نرمی اور دل جوئی سے خط لکھے اور قابل اعتماد امراء کو بھیجا کہ کسی طرح ابو مسلم کو پھانس لاؤ۔ انھوں نے ابو مسلم کو بہلا پھسلا کر مدائن آنے پر آمادہ کر لیا۔ شہر سے باہر بنو ہاشم، امرائے دولت اور ارکان سلطنت نے اس کا شاہانہ استقبال کیا۔ منصور بھی نہایت خوش خلقی اور تکریم سے پیش آیا۔[2]

چند روز بعد منصور نے ابو مسلم کو خیمہ میں بلا بھیجا اور پانچ آدمیوں کو مامور کیا کہ اوٹ میں چھپ کر کھڑے رہنا۔ جب میں تالی بجاؤں تو آ کر ابو مسلم کا کام تمام کر دینا۔ ابو مسلم حاضر ہوا تو منصور نے بہانہ سے اس کی تلوار لے کر بستر کے نیچے رکھ لی اور سخت الفاظ میں عتاب کرنا شروع کیا کہ تم نے سفاح کو اس انداز سے خط لکھے جیسے کوئی کسی کو دین کی تعلیم دیتا ہو۔ مکہ کے سفر میں تم مجھ سے پیش پیش رہے۔ تم نے عبداللہ بن علی کی لونڈی پر قبضہ کرنا چاہا۔ میرے حکم کے خلاف شام سے خراسان روانہ ہوئے۔ میری پھوپھی آمنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور اپنے کو سلیط بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا بتاتے ہو۔ ابو مسلم ایک ایک اعتراض کا جواب دیتا گیا اور کہا کہ مجھے ان الزاموں کا ہدف بنانا مناسب نہیں۔ میں نے تمھاری جو خدمت انجام دی ہے وہ ہر ایک جانتا ہے۔ منصور نے کہا اگر اس کام کے لیے کوئی حبشی لونڈی بھی اٹھ کھڑی

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر

Marfat.com

ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہماری خاطر اسے کامیاب کر دیتا۔ بخدا میں تمھیں قتل کروں گا۔ ابو مسلم نے کہا، مجھے اپنے اعداء کے لیے زندہ رہنے دو۔ منصور بولا، تم سے بڑھ کر میرا عدو کون ہوگا۔ اس نے تالی بجائی۔ آدمی نکلے اور ابو مسلم پر تلواریں برسا دیں۔ منصور نے اس کی لاش پر چادر ڈلوا دی۔ سر کٹوا کر سونے کے ٹکڑوں کے ساتھ اس کی سپاہ میں پھنکوا دیا۔ سپاہ سونا لوٹنے میں مصروف ہو گئی اور سر پر دھیان نہ دیا۔ اس کے بعد منصور نے لاش کے ٹکڑے کروا کر اسے دجلہ میں ڈلوا دیا۔[1]

بغاوتیں

۱۔ خراسان :۔ ابو مسلم کو ایک گروہ خدا مانتا تھا۔ ابو مسلم کی وفات کے بعد اس گروہ کی دو شاخیں ہو گئیں۔ ایک کا خیال تھا کہ خدا کی روح اب فیروز میں آگئی ہے اور دوسری شاخ اس کی بیٹی فاطمہ کو خدا مانتی تھی۔[2]

ابو مسلم کے قتل کی خبر خراسان پہنچی تو رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ اسی سال ۱۳۷ ہجری میں سنباد نام ایک مجوسی کے زیر قیادت خراسان کے لوگ بغاوت پر اتر آئے۔ منصور نے ایک سالار جہور[3] (یا جمہور) نام کے تحت فوج بھیجی۔ سنباد بھاگ نکلا اور بعد میں مارا گیا۔ خراسان کے دور افتادہ علاقہ میں رہ کر اب جہور کے دماغ میں بھی بغاوت کی ہوا سمائی۔ جس قدر اموال ہاتھ آئے ہڑپ کر لیے۔ منصور نے محمد بن اشعث کو ایک لشکر عظیم

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔

[2] عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم ص۴۳ [3] طغری بردی۔ ابن کثیر

[4] ابن اثیر۔

Marfat.com

کے ساتھ بھیجا۔ زور کی جنگ ہوئی۔ جمہور فرار ہو گیا۔ بعد میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ وہ اس کا سر منصور کے پاس لائے۔

۲۔ تین برس بعد ۱۴۰ ہجری میں اہل بیت کے لئے ایک تحریک اٹھی۔ منصور نے اسے سختی سے دبایا اور کئی سردار مروا دئے۔

۳۔ خوارج :۔ جزیرہ اور افریقیہ میں خوارج کی خاصی تعداد تھی۔ انھوں نے بارہا قتل و فساد کی راہ اختیار کی لیکن ہر بار مغلوب ہوئے۔

۴۔ سندھ :۔ منصور کے عہد میں سندھ میں وقتاً فوقتاً بغاوتیں اٹھیں لیکن آسانی سے مٹا دی گئیں۔

۵۔ سرحدی علاقے :۔ طبرستان کے علاقے میں آئے دن حکومت کے خلاف شورشیں اٹھتی رہتی تھیں۔ ۱۴۱ ہجری میں منصور نے ایک فوج بھیجی۔ یہاں کے امیر نے جو اصبہبد کہلاتا تھا صلح کر لی۔ لیکن اگلے برس اس نے عہد شکنی کی اور کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ ناچار پھر فوج کشی ہوئی۔ اصبہبد محصور ہو گیا۔ جب اسے بچ نکلنے کی آس نہ رہی تو زہر لی، انگوٹھی چوس کر مر گیا۔[1]

۱۴۳ ہجری میں دیلم والوں نے سرکشی کی۔ منصور نے ان کی گوشمالی کے لئے ۱۴۴ ہجری میں ایک لشکر بھیجا جس نے انھیں زیر کیا۔[2]

ترکستانی خطوں میں بھی آئے دن اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ ۱۴۷ ہجری میں ترکوں اور خزر نے آرمینیہ کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اگلے برس انھوں نے پھر یہ حرکت کی منصور نے ۱۴۸ ہجری میں ان پر فوج بھیجی۔ مجاہدین پہنچے تو ترکوں کو غائب پایا۔[3]

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر [2] ابن کثیر۔ ذہبی [3] ابن کثیر

Marfat.com

رومی مہمات

منصور کی تخت نشینی پر ابھی دو ہی برس گزرے تھے کہ شاہِ روم نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ۱۳۸ ہجری میں اس نے ملطیہ کا شہر لیا اور اس کی فصیلیں گرا دیں۔ ۱۳۹ ہجری میں اسلامی فوجوں نے اسے واپس لے لیا اور اسیروں کا مبادلہ ہوا۔ تاہم چپقلش ختم نہ ہوئی اور منصور کو آئے دن رومی حکومت کے خلاف مہمات بھیجنی پڑیں۔ آخر شاہِ روم عاجز آگیا اور ۱۵۵ ہجری میں اس نے جزیہ کی شرط پر صلح کی درخواست کی۔ کشیدگی پھر بھی نہ مٹی۔ دو برس بعد اسلامی فوجوں کو رومی علاقوں کا پھر رُخ کرنا پڑا۔ روم کے شہنشاہ نے ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی تو سکون ہوا۔ یہی سال منصور کی وفات کا بھی ہے[1]۔

راوندیہ کی بغاوت ۔ ۱۴۱ ہجری

بلادِ قاشان میں راوند ایک گاؤں ہے[2] اس کے انتساب سے ۱۴۱ ہجری میں خراسان میں ایک انوکھا فرقہ نمودار ہوا جسے راوندیہ کہتے تھے۔ ان کے عجیب و غریب عقائد تھے۔ تناسخ کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ آدم کی روح ان کے لیڈر عثمان میں پلٹ آئی ہے اور ہیثم بن معاویہ جبرئیل ہے۔ بادشاہِ وقت کو پروردگار مانتے تھے کہ یہ ہمیں کھلاتا پلاتا ہے۔ ایک دن ان کا چھ سات سو کا گروہ منصور کے محل کا طواف کرنے لگا اور پکارنا شروع کیا کہ یہ ہمارے خُدا کا محل ہے۔ منصور نے ان کے سرغنوں کو جیل میں ڈال دیا۔ راوندیہ بگڑ گیے۔ جیل پر حملہ کر دیا اور قیدیوں کو لے گیے۔ پھر منصور کا رُخ کیا اور اسے مارنے پر تل گیے حالانکہ اسے خُدا مانتے تھے۔ منصور

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر ۱۰-۳۴۸۔

Marfat.com

کے حامی جاں نثاری نہ کرتے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ منصور نے ایک ایک راوندی کو مروایا۔ مقتولوں میں ان کا قائد عثمان بن نہیک بھی تھا۔[1]

راوندیہ ابو مسلم خراسانی کے عقیدت مند تھے۔[2]

استاذ سیس کی بغاوت ۱۵۰ ہجری

منصور کو ۱۵۰ ہجری میں خراسان کے ایک کافر استاذ سیس[3] کی بغاوت کی خبر ملی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ساتھی قزاق اور بد قماش تھے۔ استاذ سیس کے پیروؤں کی تعداد اچانک بڑھ کر تقریباً ۳ لاکھ ہو گئی۔ اس نے خراسان کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے اسلامی دستہ نے اسے روکنے کی کوشش کی اور میدان میں کام آیا۔ منصور نے اب ایک بھاری فوج بھیجی جس نے بڑی مشکل سے استاذ سیس کو شکست دی۔ اس کے ستر ہزار پیرو مارے گئے اور چودہ ہزار قید ہوئے۔ استاذ سیس بھی کام آیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ استاذ سیس کی بغاوت ابو مسلم کے انتقام کے لئے تھی۔[4]

اندلس

ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہؒ بن ہشام بنو عباس سے جان بچا کر افریقیہ پہنچا۔ وہاں ایک جماعت فراہم کی اور اس کی مدد سے اندلس میں داخل ہو کر قابض گیا۔ اب یہ صوبہ عباسی مملکت سے کٹ گیا۔

محمد نفس زکیہ کا مقابلہ

۱۴۵ ہجری میں امام محمد بن عبداللہ بن حسن

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی [2] النجوم الزاہرہ سنہ ۱۳۸ صفحہ ۲۲۷

[3] النجوم الزاہرہ میں اسباذ سیس ہے۔

[4] عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم صفحہ ۲۳

Marfat.com

مُثنیٰ بن حسن بن علی نے منصور کے خلاف پرچم بلند کیا۔ آپ بنو ہاشم کے ایک ہر دلعزیز رکن تھے۔ آپ زہد و اتقاء اور پاکیزگی کا پیکر تھے اس لئے اَلنَّفسُ الزَّکِیَّۃ (پاکیزہ روح) کہلاتے تھے۔

مروان حمار کے آخری ایام میں ایک رات بنو ہاشم نے مشورہ کیا تھا اس میں اہل حجاز کے بعض اور لوگ بھی موجود تھے۔ انھوں نے اس موقع پر امام محمد نفس زکیہ کی بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں میں سفاح اور منصور بھی تھے۔ البتہ امام جعفر صادق موجود نہ تھے[1] جب اموی دولت کی شمع گل ہوئی تو بساطِ حکومت پر اچانک بنو عباس متمکن ہوگئے حالانکہ اس بیعت کی رو سے حق محمد نفس زکیہؒ کا تھا۔

منصور خلیفہ ہوا تو امام محمد بیعت کے لئے نہ آئے۔ منصور انتہاء کا شکی اور پیش بین تھا۔ اسے امام کی طرف سے کھٹکا لگا کہ کسی وقت وہ اُٹھ کر عباسی حکومت کے خلاف شمشیر بکف نہ ہو جائیں۔ حضرت امام محمد بھی بے خبر نہ تھے۔ ابو مسلم وغیرہ کا انجام ان کے سامنے تھا۔ وہ جان بچانے کے لئے روپوش ہوگئے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی ابراہیم بھی تھے۔ دونوں بھائی دور و نزدیک کے شہروں میں سر چھپاتے پھرتے۔ یہاں تک کہ ہندوستان بھی آئے۔ شاہی جاسوس سایہ کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ اس لئے کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ آپ کی مقبولیت اور بیدار طبعی کا یہ عالم تھا کہ منصور اپنے تمام شاہانہ وسائل کے باوجود سراغ نہ لگا سکا۔ اسے جب ناکامی کا خیال آتا تو جھنجلا کر رہ جاتا۔ دونوں بھائی مکہ آکر بارہا حج بھی کر گئے اور منصور کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر امام محمد کے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ منصور کو صفا و مروہ

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ الفخری۔

Marfat.com

کے درمیان اچانک قتل کر دیں۔ لیکن عبداللہ بن حسن نے اس جگہ کے شرف کے پیشِ نظر اجازت نہ دی۔[1]

ایک دفعہ حج کے ایام میں منصور نے امام محمد کے والد جناب عبداللہ بن حسن سے کہا کہ اپنے بیٹوں محمد اور ابراہیم کو میرے سپرد کر دو۔ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ منصور نے بار بار تقاضا کیا۔ عبداللہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، بخدا، اگر وہ اس وقت میرے قدموں کے نیچے ہوں تو بھی پتہ نہ دوں۔ منصور نے حضرت عبداللہ کو قید میں ڈال دیا اور ان کا مال و اسباب بکوا دیا۔ اسی پر بس نہ کیا بلکہ حضرت حسن مثنیٰ کی سب اولاد کو مقید کیا۔ اس کے بعد امام محمد و ابراہیم کی تلاش تیز تر کر دی۔ ان کی موجودگی کا گمان زیادہ تر مدینہ میں ہو سکتا تھا اس لئے منصور نے اس شہر کے پے در پے کئی حاکم بدلے تاہم گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ مدینہ کے حاکم ریاح نے اس سلسلہ میں لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے لیکن وہ بھی ناکام رہا ایک بار امام محمد سرِ راہ ریاح کے سامنے آنکلے۔ آپ مڑ کر ایک کنوئیں پر پانی پینے بیٹھ گئے۔ ریاح نے نہ پہچانا اور دیکھ کر کہا، اس اعرابی کی کہنیاں کتنی حسین ہیں۔[2]

آلِ حسن مثنیٰ کے قیدیوں میں ان کے ایک قریبی رشتہ دار محمد بن عبداللہ عثمانی بھی تھے۔ آپ جناب حسن کے نواسے تھے۔ منصور نے انھیں اپنی آنکھوں کے سامنے ۱۵۰ کوڑے پٹوائے۔ تیس کوڑے ان کے سر پر پڑے۔ آنکھ پھوٹ کر بہہ گئی۔ کوڑوں کے اثر سے ان کا چاندی سا سفید بدن سیاہ پڑ گیا۔ چند خراسانیوں نے محمد بن عبداللہ عثمانی کی جان بخشی کی سفارش کی۔ منصور نے ان کا سر کٹوا کر خراسان بھجوا دیا کیونکہ وہاں

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر

Marfat.com

ان کے حامیوں کی خاصی تعداد تھی۔[1]

سادات کو مدینہ سے ہاشمیہ کے شہر میں اونٹوں کی ننگی پشتوں پر بٹھا کر منتقل کیا۔[2] ان کے پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق تھے۔ رستہ میں امام محمد و ابراہیم بدوؤں کے بھیس میں آتے اور والد ماجد سے برسر مقابلہ ہونے کی اجازت چاہتے۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ مناسب وقت کا انتظار کرو۔ قیدیوں کو ہاشمیہ میں ایک تنگ و تاریک زنداں میں بند کر دیا گیا۔ منصور نے امام ابراہیم کے فرزند محمد کو اپنے سامنے بلوایا۔ اس سید زادے کے حسن سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ انھیں دیباج اصفر (زرد ریشم) کہا کرتے تھے۔ لوگ انھیں ایک نگاہ دیکھنے کے لئے حاضر ہوتے تھے منصور نے ان کو دو ستونوں کے درمیان زندہ ڈلوا کر اوپر دیوار چنوا دی۔ جو حضرات زنداں میں رہے ان میں سے اکثر نے وہیں سفر آخرت کیا۔ جناب عبداللہ نے تین برس کی قید گزار کر زنداں ہی میں وفات پائی۔ جو اصحاب زندہ بچے ان کو منصور کی وفات کے بعد رہائی ملی۔[3]

منصور کے مظالم دیکھ کر امام محمد نے پہلے تو ارادہ کیا کہ اپنے کو منصور کے حوالے کر دیں لیکن قیدیوں کو علم ہوا تو انھوں نے روک بھیجا اور کہا کہ ہم استقامت دکھائیں گے۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے روپوشی ترک کی اور علانیہ میدان میں آگئے کہتے ہیں کہ امام محمد نے مہدی کا لقب اختیار کیا کیونکہ ایک حدیث ہے کہ میرے بعد میرا ہم نام ایک شخص محمد بن عبداللہ اٹھے گا جو مہدی ہوگا۔[4] منصور کے بھی ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔ اس کو بھی منصور نے مہدی کا لقب دیا۔ اتفاق دیکھئے کہ وہ بھی محمد بن عبداللہ (المنصور) تھا اس کو کسی نے مہدی نہ مانا لیکن امام محمد کو کئی لوگوں نے مہدی تسلیم کر لیا۔

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر [2] ابن خلدون۔ [3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ الفخری۔ ابن خلدون۔ [4] ابن کثیر۔

Marfat.com

امام محمد نے مدینہ میں اعلانِ جنگ کیا۔ مدینہ کی اکثریت نے امام محمد کی بیعت کرلی اور شہر پر آپ کا قبضہ ہو گیا۔ ریاح حاکم مدینہ کو آپ نے گرفتار کر لیا۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے آپ کے حق میں فتوے دیئے۔

آپ نے مکہ پر بھی فوج بھیج کر قبضہ کر لیا۔ الغرض حجاز، یمن اور بصرہ کے علاقے آپ کے مطیع ہو گئے۔ سندھ کا حاکم بھی خفیۃً ساتھ مل گیا۔ آپ نے اہل شام کو بھی بیعت کی دعوت بھیجی لیکن انھوں نے غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ ہم جنگوں سے عاجز آچکے ہیں[1]

منصور نے نفسِ زکیہ کے حالات سُنے تو جان کے لالے پڑ گئے لیکن جی سنبھالا اور عدیم المثال سکون و متانت کا ثبوت دیا۔ اس نے جناب محمد کو لکھا کہ اگر تم میری بیعت کرلو تو تمھیں امان دے دوں گا اور تمھاری سب ضرورتیں پوری کردوں گا۔ امام محمد نے جواب میں لکھا کہ میں بھی تمھیں امان پیش کرتا ہوں۔ میرا حق تسلیم کرلو۔ اس کے بعد مزید مراسلت ہوئی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا[2]

منصور کو مشیروں نے صلاح دی کہ محمد کے مقابلہ پر ایسے شخص کو بھیجو جو خاندانی وجاہت اور اعزاز و احترام کا مالک ہو۔ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا[3] عیسیٰ کو اس مہم پر بھیجنے کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ وہ منصور کے بعد وارثِ تخت تھا۔ اگر وہ جنگ میں کام آجاتا تو منصور کے لئے اپنے بیٹے مہدی کی ولی عہدی کا رستہ صاف تھا[4] منصور نے عیسیٰ کو ہدایت کی کہ نفس زکیہ پر فتح پالو تو تلوار نیام میں کر لینا اور امانِ عام دے دینا[5]

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ دحلان۔ ابن خلدون [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر
[4] دول الاسلام ذہبی۔ [5] ابن اثیر۔

Marfat.com

امام محمد نے مدینہ میں بیٹھ کر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس خندق کو جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کھودی گئی تھی تازہ کرایا[1]

عیسیٰ بن موسیٰ نے شہر کے باہر خیمے لگائے۔ مدینہ میں ایک لاکھ افراد تھے۔ امام محمد نے انھیں اکٹھا کرکے تقریر کی کہ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ چاہو تو مدینہ میں رہو اور چاہو تو شہر سے باہر چلے جاؤ۔ شہر کی اکثریت جنگ سے یکسو رہنے کے لئے باہر نکل گئی اور نواحی زمینوں اور پہاڑیوں میں بیٹھ گئی[2] عیسیٰ نے محمد کو امان کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم میری دعوت قبول کرو اور میرے ساتھ شرکت کرو۔ مجھے تو اپنے موقف سے موت ہی ہٹا سکتی ہے۔ تین روز سفیروں کی آمدورفت رہی۔ صلح کی صورت نہ بنی[3]

شاہی فوج کی آمد کے چوتھے روز جنگ چھڑی۔ عصر کے بعد تک جنگ رہی۔ امام محمد کے سپاہی چھٹتے گئے۔ عصر تک کل ٢١٣ آدمی رہے[4]۔ ان میں بھی کمی آتی رہی۔ امام نے نہایت شیر دلی کا ثبوت دیا۔ بعض ساتھی شہادت پاگئے اور بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور آپ آخری لمحوں میں اکیلے رہ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں حضرت علیؓ کی ذوالفقار تھی۔ آپ کے سامنے جو قسمت کا مارا آتا دو نیم ہو کر رہ جاتا تھا۔ آپ نے اکیلی جان سے ستر دشمنوں کو ٹھکانے لگایا۔ دشمن چہار طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ آپ زخمی ہو کر گھٹنوں کے بل گرے۔ ایک عدو نے سر مبارک کاٹ کر الگ کر دیا۔ یہ رمضان ١٤٥ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس جنگ میں ذوالفقار

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔ ذہبی [3] ابن کثیر [4] ابن اثیر

Marfat.com

بنو عباس کے ہاتھ آئی۔[1]

امام محمد کا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے ایک سفید طبق میں رکھوا کر مختلف شہروں میں پھروایا۔ مدینہ کے ان سرداروں کو بلوایا جنھوں نے امام محمد کا ساتھ دیا تھا۔ کسی کو معاف کیا، کسی کو کوڑے پٹوائے۔ اور کسی کو قتل کروا دیا۔[2]

ابراہیم بن عبداللہ کی شہادت

ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں پوشیدہ طور سے خاصی جمعیت پیدا کر لی تھی۔ امام محمد کے انتقال کے بعد علانیہ مقابلہ پر آئے۔[3] دونوں بھائیوں کو قرار داد کے موافق بیک وقت مدینہ اور بصرہ سے اعلان جنگ کرنا تھا لیکن ابراہیم پر چیچک کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے انھوں نے تاخیر کر دی۔[4]

منصور کو بصرہ کے حالات کا علم ہوا تو بغداد سے نکل کر کوفہ آیا تاکہ یہاں کی آبادی کو اپنی گرفت میں رکھ سکے۔ جس کسی پر ابراہیم کی طرف داری کا شبہ ہوتا اسے رات کے وقت مروا دیتا تھا۔ عراق کے گوشہ گوشہ سے ابراہیم کے ہوا خواہ بصرہ کا رُخ کر رہے تھے۔ منصور نے راہوں پر جگہ جگہ دستے مقرر کر دیئے جو ان کے سر کاٹ کر منصور کے پاس لاتے۔ وہ ان کو شہر میں جا بجا آویزاں کر دیتا تاکہ لوگ ہراساں ہوں۔ تاہم ابراہیم کی طاقت بڑھتی گئی۔ اس نے بصرہ کے حاکم کو نکال دیا اور عراق کے مرکزی حصوں اہواز، فارس اور واسط وغیرہ کو زیر نگیں کر لیا۔[5]

منصور یہ حالات سن کر بہت فکر مند ہوا۔ اس کے لشکر اطراف میں

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن اثیر [5] ابن کثیر

Marfat.com

پھیلے ہوئے تھے۔ انھیں بصرہ پر جمع ہونے کے فرمان بھیجے[1] پچاس روز اپنی نماز گاہ میں عبادت اور دُعا میں مصروف رہا[2] اس نے عہد کیا کہ جب تک ابراہیم کا سر نہ دیکھ لوں گھر سے غرض نہ رکھوں گا[3]

امام محمد کی وفات کی خبر ابراہیم کے لئے بہت اندوہناک تھی تاہم ہمت نہ ہاری۔ ایک لاکھ فوج لے کر کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کے زیر کمان پندرہ ہزار فوج بھیجی۔ کوفہ سے ۱۶ میل دُور باخمراء کے مقام پر لشکروں نے صف بندی کی اور خون ریز جنگ چھڑی۔ پہلے دہلہ میں عیسیٰ کی فوج بھاگی لیکن وہ اپنے خاندان کے ایک سو آدمیوں کے ہمراہ ثابت قدم رہا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے یہاں سے نہ ہلوں گا۔ پھر اچانک اس کی ہزیمت خوردہ فوج واپس آگئی اور اس زدہ سے فوج ابراہیم پر حملہ کیا کہ اس کے قدم اُکھڑ گئے۔ جناب ابراہیم صرف پانچ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں رہ گئے۔ ان میں سے بھی بالآخر نوّے باقی رہے ابراہیم نے بے جگری سے جنگ کی اور شہادت پائی۔ عیسےٰ نے منصور کو فتح کا مژدہ بھیجا۔ منصور کو اس وقت تک یقین نہ آیا جب تک کہ جناب ابراہیم کا سر پیش نہ ہوا۔ یہ واقعہ ۱۴۵ ہجری کا ہے[4]

بصرہ کے جن جن گھروں میں ابراہیم کی بیعت ہوئی تھی منصور نے مسمار کروائے اور ان کے نخلستان برباد کروائے[5]

عبداللہ بن محمد کی شہادت

امام محمد کے ایک فرزند عبداللہ نام نے سندھ جاکر وہاں کے گورنر کو اپنا ہمدرد بنا لیا تھا۔ وہ بظاہر منصور کا تابع رہا۔ جب

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر۔ ابن کثیر [4] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

[5] ابن کثیر صـ ۱۰۳۔ ابن اثیر صـ ۲۷۳

Marfat.com

امام محمد کی وفات کی خبر آئی تو اس نے جناب عبداللہ کو ایک ہندو راجہ کی پناہ میں بھیج دیا۔ منصور نے سندھ میں ایک نیا گورنر بھیجا جس کے ایک دستہ سے عبداللہ کا کہیں سامنا ہو گیا۔ تلوار چل نکلی اور عبداللہ کام آئے اس کے بعد حاکم سندھ نے ہندو راجہ پر چڑھائی کی اور اس کے علاقہ کو تاراج کیا۔[1]

ولی عہدی میں تغیر

سفاح منصور کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ منصور نے چاہا کہ اسے الگ کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد کرے۔ اس نے عیسیٰ کا صفایا کرنے کے لئے ایک چال چلی۔ اپنے چچا عبداللہ بن علی کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دینا۔ عیسیٰ کو ہوا خواہوں نے مشورہ دیا کہ اگر تم نے عبداللہ کو قتل کیا تو کل منصور تمھیں یہ کہہ کر ہلاک کر دے گا کہ میں نے تمھیں قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ عیسیٰ نے اس رائے کو قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد منصور نے چند آدمیوں کی موجودگی میں عیسٰے سے کہا کہ میں نے عبداللہ کو معاف کر دیا ہے۔ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اسے آپ کے حکم سے مار ڈالا تھا۔ منصور بولا کہ میں نے تمھیں اس کو مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ منصور نے عیسیٰ کے قتل کا فرمان دیا تو عیسیٰ نے عبداللہ کو حاضر کر دیا اور جان بچا لی۔ اس کے بعد منصور نے عیسیٰ کی ولی عہدی منسوخ کر دی۔ عیسیٰ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ منصور نے اس کی تحقیر و تذلیل کرنی شروع کی اور دھمکیاں دیں۔ مجبوراً عیسیٰ نے ولی عہدی سے دست بردار ہو کر عوض میں کچھ رقم

---

[1] ابن کثیر سنہ ۱۵۱ھ ج ۱۰ ص ۱۰۸۔

Marfat.com

ے لی۔ مہدی خواص و عوام میں بہت مقبول تھا۔ لوگوں نے نہایت گرم جوشی سے اس کی بیعت کی۔ اس کے بعد جس قدر عباسی خلفاء ہوئے منصور کی نسل سے تھے۔[1]

منصور نے مہدی کے بعد عیسیٰ کو ولی عہد رکھا۔

وفات منصور ۱۵۸ ہجری میں حج پر روانہ ہوا۔ راہ میں بیمار پڑ گیا۔ مکہ پہنچ کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔[2] اس کی قبر کا نشان بھی نہیں ملتا۔

منصور کے عہد پر تبصرہ

منصور کی بیدار مغزی، کار آگاہی اور حسنِ انتظام کو دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کارفرمائے قدرت نے اسے جہاں بانی کے لئے ہی پیدا کیا تھا۔ سفاح کا عہد عبوری اور مختصر تھا۔ عباسی حکومت کا حقیقی بانی منصور ہی نظر آتا ہے کیونکہ اس نے حکومت کی بنیادوں کو خوب پختہ اور مرتب کیا۔ وہ اختراعی ذہانت سے مالا مال تھا۔ اس نے ایک اچھوتا اور خوش آیند نظام قائم کیا۔ نئے قواعد بنائے اور دنیا کو دروبست کے جدید انداز سے روشناس کیا۔

منصور کی روشنی طبع کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک جنگی مہم پر قنسرین جانے کا ارادہ کیا لیکن منزل مقصود سب ارکان حکومت سے پوشیدہ رکھی۔ اس کے وزیر اور دیگر زعماء نے باہم مشورہ کیا اور منزل کا راز حاصل کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر

Marfat.com

منصور کے پاس حاضر ہوا اور حیلہ کر کے اس کا عندیہ پلنے کی کوشش کی۔ منصور تاڑ گیا۔ اس نے محض اندازہ سے اس کو ان کی مجلس کی تمام کارروائی بتا دی۔ گویا وہ خود وہاں موجود تھا۔[1]

منصور نے اپنے اطوار و کردار سے اپنے عہدہ داروں کے ذہنوں میں یہ بات خوب پختہ کر دی تھی کہ اس کی ملک دارانہ صلاحیتوں اور حاکمانہ گرفت سے سر نکالنا مشکل ہے۔ منصور اپنے ارکانِ دولت اور عمائدِ سلطنت کی اہلیت سے خوب کام لیتا تھا۔ وہ حکومت کے امور میں ان سے مشورہ کرتا تھا لیکن اپنی آہنی شخصیت کے جلال سے انھیں مرعوب کر رکھا تھا تاکہ وہ خود فریبی اور خود سری پر نہ اُتر آئیں۔

ذاتی انہماک

منصور کو کاروبارِ سلطنت میں دن بھر انہماک رہتا تھا۔ عشاء کے بعد دیر تک جاگتا تھا۔ اس وقت ڈاک کا مطالعہ کرتا اور احکام صادر کرتا تھا۔ رات کا صرف ایک تہائی حصہ سوتا تھا۔[2]

رعب و ضبط

منصور کی ہیبت صرف امرائے سلطنت ہی پر نہیں کل رعیت پر چھائی ہوئی تھی۔ باغیوں کو دردناک سزائیں دیتا تھا۔ بنو عباس اچانک مسندِ سلطنت پر پہنچے تھے۔ اس سے قبل ان کی حیثیت اس قدر ممتاز نہ تھی۔ اس لئے وقار کو مضبوط کرنے کے لئے منصور نے رعب و جلال کا شیوہ اختیار کیا تاکہ نہ صرف بنو امیہ اور آلِ علیؓ مرعوب ہو جائیں بلکہ دیگر کسی فریق کو بھی مقابلہ کا حوصلہ نہ ہو۔ بنو عباس کی شان بڑھانے کے لئے منصور نے انھیں بڑے بڑے عہدے دیئے اور ان کے گھر مال و دولت سے

---

[1] کتاب الوزراء جہشیاری [2] طبری

Marfat.com

بھر دیئے۔

منصور نہایت جبارانہ ہیبت سے دربار میں قدم رکھتا تھا۔ آنکھیں جلال سے سرخ ہوتی تھیں۔ بیٹوں سے کہا کرتا تھا کہ جب میں شاہی لباس پہن کر دربارِ عام میں جاؤں تو میرے قریب نہ پھٹکو۔[۱] اپنے وزیر ابوایوب موریانی کو جب کبھی بلاتا تو اس کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ اس کے سب عہدہ دار اس سے لرزاں رہتے تھے۔

والیوں کے خلاف شکایات آتیں تو توجہ سے سنتا تھا اور درست نکلتیں تو ان کی گوشمالی کرتا تھا۔ ایک گورنر کے بارہ میں اطلاع ملی کہ شکار کا بہت شائق ہے۔ اسے خط لکھا کہ میں نے تمہیں مسلمانوں کے امور پر مقرر کیا ہے۔ صحرائی جانوروں پر مامور نہیں کیا۔[۲] بھتیجے کے خلاف شکایت آئی تو اسے معزول کر دیا۔[۳] اپنے بھائی عباس کو جزیرہ کی ولایت سے سبکدوش کیا اور بھاری تاوان لگایا۔[۴] ایک امیر کو قیمتی لباس میں دیکھا تو پندرہ کوڑے مارے۔[۵]

منصور آئے دن گورنروں کی تبدیلیاں کرتا تھا اور ادنیٰ شک پر انھیں قتل کر دیتا تھا۔ ابوایوب موریانی کو قتل کیا تو ساتھ ہی اس کی کمائی پر پلنے والے سب رشتہ داروں کا صفایا کر دیا۔ جب کسی والی کو معزول کرتا تو اسے زیر حراست لے لیتا اور اس کا مال جمع کر لیتا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک خزانۂ اموال بنایا تھا جسے بیت مال المظالم کہا جاتا تھا۔

رواداری منصور کی سخت گیری نظم و ضبط کے معاملہ میں تھی ورنہ

---

[۱] الفخری [۲] طبری [۳] جہشیاری [۴] ابن اثیر
[۵] طبری

Marfat.com

رعیت کے حق میں بہت فراخ دل اور کشادہ ظرف تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسجد النبی میں خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر سختی سے ٹوکا۔ منصور نے عالی ظرفی کے ساتھ تحمل کیا۔

نصر بن سیار بنو امیّہ کا ایک نمک حلال جرنیل تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کی اولاد میں سے ایک شخص کو جو روپوش ہو گیا تھا گرفتار کر کے مار ڈالا۔ منصور نے عیسیٰ کو سزا دینا چاہی لیکن پھر اس کی لاعلمی کا خیال کر کے چھوڑ دیا۔ اسے ایک خط لکھا کہ اب کے درگزر کرتا ہوں، لیکن عرب ہو یا عجمی، سُرخ فام ہو یا سیاہ فام، کسی سے ایسا سلوک نہ کرنا اور نہ میرے حکم کے بغیر سزا دینا۔[1]

خبرگیری

منصور انتہا کا خبرگیر تھا۔ حکومت کا کوئی کونہ گوشہ یا اہل کاروں کی کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ منصور کے ملازمین اس کے کامیاب تجسّس سے اتنے تنگ آ گئے تھے کہ انھوں نے اس کے طبیب کو ورغلایا کہ منصور کو دوا کے بہانہ سے شراب کی لت لگا دو لیکن طبیب ناکام رہا۔[2]

منصور ایک دن محل پر بیٹھا دجلہ کا نظارہ کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک ماہی گیر نے ایک بہت بڑی مچھلی شکار کی ہے۔ منصور نے آدمی بھیجا کہ جس نے اس مچھلی کو خریدا اسے گرفتار کر لانا۔ ایک عیسائی پکڑا گیا۔ منصور نے پوچھا، تمھارے پاس اتنا روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ راز کھلا کہ اس کے پاس غبن کی دولت ہے۔ سب ضبط کر لی۔[3]

صوبوں اور اضلاع میں خفیہ خبر رسانی کا کام برید کے ذمّے تھا۔ منصور کو بلا ناغہ ملک کے کونہ کونہ سے ہر نوع کی خبریں آتی تھیں۔ منڈی کے

۱؎ طبری ۲؎ کتاب الوزراء جہشیاری ۳؎ جہشیاری

Marfat.com

بگاڑ کی اطلاع ملی تھی۔ قضاۃ اور حکام کے معمولات اور فیصلوں کی رپورٹیں پہنچتی تھیں۔ خفیہ اطلاع نامے دن میں دو وقت آتے تھے۔ رات کی خبریں فجر کو پہنچتیں اور دن کی مغرب کے بعد۔ منصور ان رپورٹوں پہ غور کرتا، غلہ کے بگاڑ کو اعتدال میں رکھنے کے ذرائع سوچتا، سرکاری منصب داروں کے خلاف شکایت آتی تو انھیں تنبیہ کرتا تھا[1]

ارکانِ حکومت

منصور عہدہ داروں کے انتخاب میں بہت فکر و احتیاط سے کام لیتا تھا۔ حتی الوسع کار آمد اور ذمہ دار عملہ ملازم رکھتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ حکومت کے چار ارکان ہوتے ہیں: اول بے خوف قاضی، دوم صاحب الشرطہ جو ضعیف کو طاقت ور سے داد دلوائے۔ سوم، صاحب الخراج جو ایک ایک پائی وصول کرے لیکن ظلم نہ کرے۔ چہارم، صاحب برید جو ان کی درست اطلاع دے[2]

منصور نے عملہ کے انتخاب میں اہلیت کے علاوہ وفاداری کو بھی مدِ نظر رکھا۔ کلیدی عہدے اکثر اپنے اقرباء کو دئیے یا اہل خراسان کو جن کی نمک حلالی پر اسے بہت اعتماد تھا۔ اس نے عربوں کو بہت حد تک بے دخل کر دیا۔ عرب پر غیر ملکی حاکم سب سے پہلے منصور کے عہد میں مقرر ہوئے۔ خراسانیوں کا وقار حد سے گزرنے لگا۔

خلافتِ راشدہ اور اموی حکومت کے بعد منصور آخری حکمران ہے جس کی حکومت میں عورتوں کا دخل نہیں تھا، اس کے جانشین مہدی کے عہد سے عورتیں حکومت میں دخیل ہونے لگیں۔

مالیات

منصور کہا کرتا تھا کہ جب تک خزانہ آباد ہو خلیفہ محبوب

---

[1] طبری [2] طبری

Marfat.com

رہتا ہے۔ وہ غیر ضروری خرچ سے بہت بچتا تھا۔ اہل کاروں سے ایک ایک پائی کا حساب لیتا تھا جس کی وجہ سے ابوالدوانیق کہلاتا تھا[1]

منصور نے ایک دفعہ دیکھا کہ گھر کی ڈیوڑھی میں قندیل جل رہی ہے۔ حکم دیا کہ بلا ضرورت قندیل مت جلاؤ[2] وہ اس قدر خزانہ چھوڑ مرا کہ دس سال کے لئے کافی تھا[3]

عدلیہ منصور کو انصاف کا بہت دھیان رہتا تھا۔ اگر کسی قاضی کے خلاف شکایت آتی تو جواب طلب کرتا تھا۔

منصور ایک دفعہ مدینہ گیا تو چند شتربانوں نے اس کے خلاف نالش کی۔ قاضی نے اسے عدالت میں بلایا۔ وہ آیا تو قاضی تعظیم کو نہ اٹھا اور اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ منصور بہت خوش ہوا اور دس ہزار دینار انعام دیئے[4]

ایک شخص کے ذمے منصور کا قرض تھا۔ وہ مرا تو منصور نے عامل کو لکھا کہ اس کے ترکہ سے پہلے میرا حق وصول کرو اور جو باقی بچے قرض خواہوں پر بانٹ دو۔ عامل نے خط کو نظر انداز کر کے رقم سب پر برابر تقسیم کر دی۔ منصور نے اسے لکھا کہ تم نے زمین کو عدل وانصاف سے لبریز کر دیا ہے[5]

فوج منصور نے فوج کی تعداد بڑھائی اور اسے مضبوط کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک مستحکم حکومت کے لئے طاقتور فوج

---

[1] الفخری [2] الجہشیاری [3] ابن اثیر۔ ابن خلدون
[4] تاریخ الخلفاء سیوطی [5] مستطرف باب ۱۹ ص ۱۴۲

Marfat.com

لازمی ہے۔ اس نے اپنے جانشین مہدی کو بھی نصیحت کی تھی کہ فوج اور اسلحہ بڑھاتا۔

منصور کی فوجی تنظیم ہی کا نتیجہ تھا کہ بڑی بڑی زبردست قوتوں کو اس نے شکست دی۔ اور بربر کے دور ترین علاقوں تک فتوحات پھیلا دیں۔

سرحدی حفاظت رومی حکومت کی طرف سے پیہم خطرہ رہتا تھا۔ منصور نے سرحدوں کا دفاع مضبوط کیا۔ شام کے ساحل پر قلعے بنائے اور نئی آبادیاں بسائیں[1]

خوش حالی منصور کا عہد امن و سکون اور عافیت کا عہد تھا قانون کا احترام کیا جاتا تھا اور عوام کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت تھی۔ غلہ سستا تھا۔

مسجدِ حرام کی توسیع مسجدِ حرام کو وسیع تر کرنے کی ضرورت تھی۔ منصور نے ۱۴۰ ہجری میں اس نیک کام کو انجام دیا[2]

علمی حرکت کا آغاز منصور علم کا جُویا تھا۔ اسے نہ صرف علم دین بلکہ دیگر علوم سے بھی بہت شغف تھا۔ بغداد کی تعمیر کے بعد اس نے علماء و فضلاء کو اطرافِ ملک سے بلایا اور ان کی قدر افزائی کی۔ یہ اس علمی حرکت کا آغاز تھا جو عباسی حکومت کا طغرائے امتیاز ثابت ہوئی[3]

منصور کے عہد میں غیر زبانوں میں لکھی ہوئی کئی قدیم کتابوں

---

[1] بلاذری [2] النجوم الزاہرہ [3] طبری۔ طغری بھدی۔

Marfat.com

کو عربی زبان کا لباس پہنایا گیا۔ اگرچہ اس کام کی طرف سب سے پہلے اموی دور میں حضرت معاویہؓ نے توجہ دی تھی اور شاہی کتب خانہ قائم کیا تھا لیکن اس مہم کو ایک وسیع پیمانے پر ترتیب دینے کا سہرا منصور کے سر ہے۔ اس نے ارباب کمال کی خوب قدر کی۔ انھیں دریا دلی سے نوازا نتیجہ یہ کہ اصحاب علم و حکمت دور دور سے کھچ کر اس کے دربار میں داخل ہوئے اور بعید و قریب اقوام کے علوم عربی زبان کی گود میں گھر کرنے لگے۔ اس کے عہد میں کئی متفرق کتب مثلاً کلیلہ دمنہ، السندھند اور اقلیدس وغیرہ ترجمہ ہو کر عوام میں پھیلیں اور لوگ ان سے استفادہ کرنے لگے۔

شہروں کی آبادی

منصور نے کئی شہر آباد کئے جن میں بغداد اہم ترین ہے۔ شام میں منصور نے اسی طرز پر رافقہ کا شہر آباد کیا اور اس کے گرد فصیل کھچوائی۔ کوفہ۔ بصرہ اور نیشاپور کے شہروں کے گرد فصیلیں بنوائیں اور خندقیں کھدوائیں[1] افریقیہ میں عباسیہ کے شہر کی بنا ڈالی[2]

بغداد: یہ منصور کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ منصور نے اسے امن کی بحالی اور نظم و نسق کے استحکام کے لئے تعمیر کیا۔

کوفہ کا شہر امن سوز اور پُرآشوب تھا۔ امویوں نے والی کی سکونت گاہ کے لئے شہر سے باہر ایک بستی آباد کی تھی جو قصرِ ابن ہبیرہ کہلاتی تھی۔ بنو عباس نے اس سے ملحق ہاشمیہ کے نام سے ایک اور قصبہ آباد کیا لیکن کوفہ کے اثرات سے یہ جگہ

---

[1] النجوم الزاہرہ، ابن کثیر۔

[2] بلاذری۔

Marfat.com

بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ عوام حکومت کو کسی پہلو چین نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔راوندیہ کی بغاوت کے بعد منصور نے خالد بن برمک کے مشورہ پر اس شہر کو چھوڑ کر نیا دارالخلافہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔[1]

موزوں جگہ کے انتخاب کے لئے پہلے چند ماہرین روانہ کئے۔ اس کے بعد دجلہ اور فرات کی وادی کا خود دورہ کیا۔ موجودہ بغداد کی جگہ پسند آئی۔ یہاں چند راتیں بسر کیں۔ صبح و شام کی صاف و بے غبار اور روح افزا ہواؤں نے اس کا دل موہ لیا۔ یہ جگہ قلمرو کے مرکز میں تھی اس لئے اطرافِ سلطنت سے رابطہ بآسانی قائم ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ دفاعی نقطۂ نظر سے بھی یہ جگہ بہت موزوں تھی۔ دجلہ و فرات اور دیگر نہروں کے درمیان ہونے کی وجہ سے حملہ آور کا یہاں تک بڑھنا دشوار تھا۔[2]

۱۴۴ یا ۱۴۵ ہجری میں دجلہ کے مغربی کنارے شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ پہلے انجینئروں نے نقشہ تیار کیا۔ مٹی سے خط کشی ہوئی۔ منصور اس خاکہ میں خود پھرا اور اسے خوب سراہا۔ اس کے بعد چار صاحب کمال انجینئروں پر کام بانٹ دیا۔ سنگِ بنیاد خود رکھا۔[3]

کاریگروں اور صناعوں کی بیش قرار اجرتیں مقرر کیں۔ جگہ جگہ کے کاریگر ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہوئے۔

منصور نے مدائن کے قصرِ ابیض کو جسے ساسانی بادشاہوں نے تعمیر کیا تھا مسمار کر کے اس کا مسالہ بغداد لانا شروع کیا۔ لیکن مزدوری زیادہ پڑتی تھی اس لئے پھر چھوڑ دیا۔ واسط کے ایک محل میں بہت

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر الفخری خطیب۔ [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ الفخری۔ خطیب۔
[3]۔ ابن کثیر

Marfat.com

بڑے پتھر لگے ہوئے تھے انھیں بھی منگوایا۔

بغداد میں یہ جدت تھی کہ گول تھا کیونکہ منصور چاہتا تھا کہ سب اہل شہر سے اس کا برابر کا قرب رہے۔ شہر کی دو بلند فصیلیں تھیں اور باہر خندق تھی۔ اندرونی فصیل بیرونی فصیل سے اونچی تھی فصیلیں قاعدہ پر پچاس ہاتھ اور اوپر جاکر بیس ہاتھ چوڑی تھیں[۱]۔

شہر کے چار بڑے دروازے تھے ؛ بابُ الکوفہ، بابُ الشام، بابُ البصرہ اور بابُ الخراسان ہر دو دروازوں کے درمیان ۲۸ بُرج تھے۔ دروازے دوہرے تھے اور درمیان ڈیوڑھی تھی۔ ہر دروازہ پر گنبد کی چھت کا ایک کمرہ تھا۔ منصور ان کمروں میں بیٹھ کر بیرونی دنیا کا نظارہ کیا کرتا تھا[۲]۔

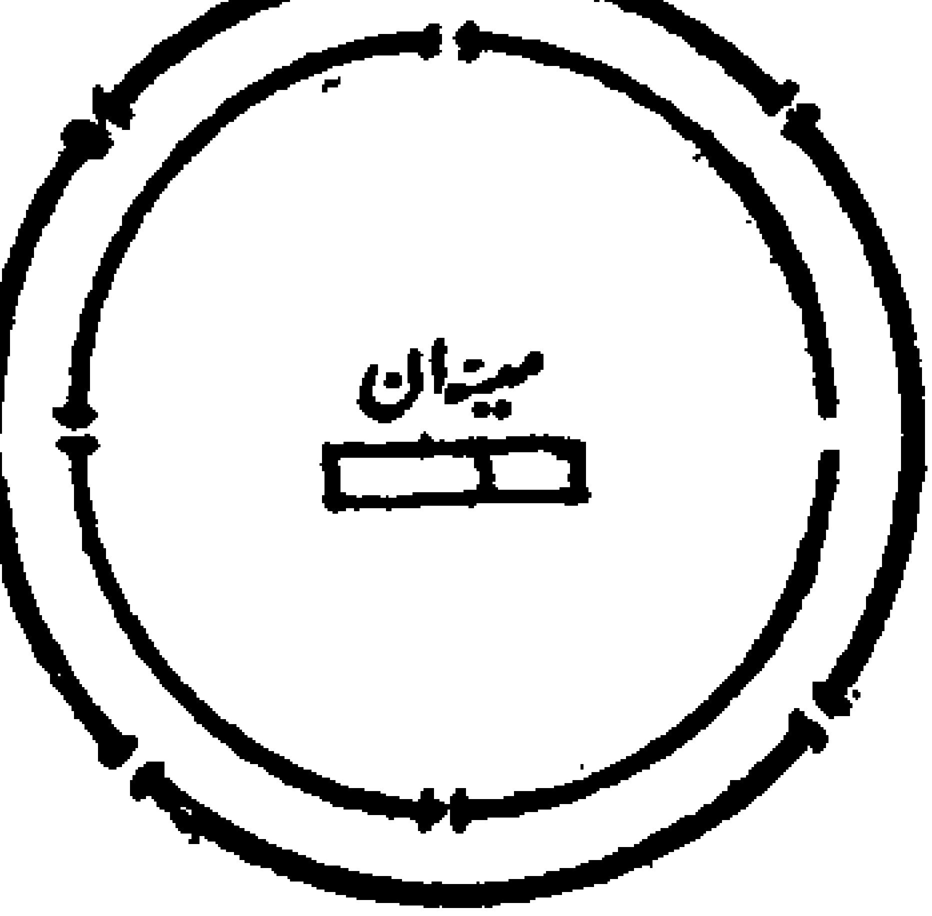

بغداد کا فرضی خاکہ

قصرِ خلافت شہر کے مرکز میں تھا۔ اس کے پہلو میں شاہی جامع مسجد تعمیر کی گئی جس کو جامع منصور کہتے تھے۔ عوام کے لیے الگ جامع مسجد تھی۔ جامع منصور کے سامنے ایک وسیع میدان تھا جس کے حاشیوں پر ارکان سلطنت کے محلات تھے[۳]۔

---

[۱] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ [۲] خطیب بغدادی۔ مسعودی [۳] ابن کثیر۔ خطیب۔ مسعودی۔

Marfat.com

قصرِ خلافت نہایت دل کش تھا۔ اس کے وسط میں ۳۰ ہاتھ لمبا اور بیس ہاتھ چوڑا ایوان تھا۔ اس پر دوہرا گنبد تھا۔ بالائی گنبد سبز رنگت کی وجہ سے قُبّۃ الخضراء کہلاتا تھا۔ یہ سطحِ زمین سے اسّی ہاتھ اونچا تھا۔ عرض میں بیس ہاتھ تھا۔ یہ بغداد کا تاج تھا۔ اس قدر مضبوط تھا کہ تقریباً دو سو برس سالم رہا[۱]

شہر سے باہر دجلہ کے کنارے منصور نے ایک اور محل بھی بنوالیا جسے قصر المنصور کہتے تھے۔ اس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ نہایت خوب صورت اور دل آویز تھا۔ اس لیے اسے قصرُ الخلد یعنی جنّت کا محل بھی کہتے تھے۔[۲]

شروع میں بازار محل کے قریب تھے۔ شور و شغب سے بچنے اور جاسوسوں کو دور رکھنے کے لیے منصور نے ۱۵۷ ہجری میں دور ہٹوا دیئے۔ بازاروں کی وسعت بڑھوا دی۔ رستے چالیس چالیس ہاتھ چوڑے رکھوائے۔[۳]

شہر محلوں میں تقسیم تھا۔ ضرورت کی دکانیں ہر محلہ میں تھیں۔[۴] پہلے پانی اور سبزہ کی کمی تھی۔ اس لیے منصور نے دجلہ و فرات سے نہریں کھدوائیں۔ شہر کا گوشہ گوشہ سیراب ہوا اور کثرت سے باغ اور چمن نظر آنے لگے۔[۵]

۱۵۱ ہجری میں منصور نے اپنے بیٹے مہدی کے لیے دجلہ کے شرقی کنارے بغداد کے مقابل رُصافہ (چمنستان) آباد کیا۔ اس کو

---

[۱] خطیب۔ ابن کثیر۔ [۲] خطیب بغدادی۔ ابن کثیر ص ۲۲۳

[۳] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ [۴] ابن اثیر

[۵] خطیب۔

Marfat.com

بعد میں مہدیہ بھی کہتے تھے۔ غربی شہر ایک مدت تک مدینۂ ابوجعفر یا مدینۃُ المنصور کہلاتا رہا۔ دونوں حصوں کو ملا کر بغداد کہتے تھے۔[1]

رصافہ کے گردا گرد فصیل و خندق اور اس سے متصل باغ تھے۔[2]

دجلہ کی وادی کو وادیٔ السّلام کہتے تھے۔ منصور نے اسی نسبت سے شہر کا نام دارالسّلام رکھا۔ سرکاری نام یہی رہا لیکن عوام میں قدیم نام بغداد ہی مقبول تھا۔ اس نام کی پہلے یہاں ایک بہت پرانی بستی تھی۔ بعض لوگ بغداد کو زوراء بھی کہتے تھے۔[3]

بغداد کا لفظ بَغ اور داد سے مرکب ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ بتاتے ہیں کہ داد نام ایک شخص تھا جس کا یہاں باغ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ بَغ ایک عجمی بُت کا نام تھا لہٰذا بغداد کے معنی ہیں بَغ کا دیا ہوا۔

بغداد کی رونق دن دوگنی اور رات چوگنی بڑھتی گئی۔ علم اور تہذیب کا معدن ہو گیا۔ بغداد کو بیسیوں مایۂ ناز علماء کا مسکن ہونے کا فخر حاصل ہے۔

ابتداء میں یہ شہر نہایت خوش حال اور فارغ البال تھا۔ اشیاء بہت سستی تھیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میں نے ہر سفر میں مسافرت کے انداز دیکھے لیکن بغداد میں خود کو گویا اپنے گھر میں پاتا ہوں۔[4]

---

[1] مسعودی۔ ابن کثیر صـ۲۶۲۔ خطیب ذہبی۔ امیر علی۔ الفخری۔
[2] ابن کثیر۔ [3] ابن کثیر۔ [4] ابن کثیر

Marfat.com

محمد المہدی

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ

۷۷۲ء تا ۷۸۵ء

منصور نے مکہ میں وفات پائی تو بنو ہاشم کے سرداروں اور دیگر ارکان سلطنت نے جو اس وقت وہاں موجود تھے منصور کے دفن سے پہلے مہدی کی بیعت کر لی اور اس کی اطلاع مہدی کو بھیج دی۔ بغداد میں بھی اس کی بیعت ہو گئی۔[1]

جنگی مہمات

۱۔ رومی محاذ: مہدی کے عہد خلافت میں تقریباً ہر سال روم سے معرکہ آرائی ہوئی۔ اور طرفین کے نقصان ہوتے رہے۔ شہزادہ ہارون الرشید

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

نے ۱۶۳ اور ۱۶۵ ہجری میں جو حملے کیے ان میں رومیوں کی بہت تباہی ہوئی۔ دُوسرے حملہ پر روم کی ملکہ نے خراج دے کر صلح کر لی۔[1]

۲۔ **سندھ**: مہدی نے ۱۵۹ ہجری میں باربد (بھاڑ بھوت) کے ہندو راجہ کے خلاف ایک گراں لشکر بھیجا۔ راجہ کو شکست ہوئی۔ اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔[2]

۳۔ **اندلس**: ۱۶۱ ہجری میں ایک سردار کو اندلس فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ مارا گیا۔[3]

بغاوتیں

(۱) ۱۶۰ ہجری میں خراسان میں ایک شخص یوسف بن ابراہیم نے جو یوسف البَرم کہلاتا تھا بغاوت کی۔ خلقِ کثیر اس کی تابع ہوگئی اور اس کی طاقت بہت بڑھی۔ مہدی نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر گردن مروا دی۔ اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔[4]

(۲) ۱۶۲ ہجری میں جرجان میں سُرخ پوشوں کا ایک فرقہ عبد القہار نام ایک شخص کے زیرِ قیادت اُٹھا۔ شاہی فوجوں نے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔[5]

(۳) ایک شخص عبد السّلام بن ہاشم نے قنسرین کے علاقہ میں علمِ بغاوت بلند کیا بہت لوگ اس کے پیرو ہوگئے۔ اس نے شاہی

---

[1] ابن کثیر۔ ابن العبری

[2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین

[3] ابن اثیر [4] ابن کثیر

[5] ابن کثیر۔

Marfat.com

افواج کو پے در پے شکستیں دیں لیکن سلطنت کے مقابلہ میں اس کی طاقت بالآخر ٹوٹ گئی۔ اور وہ قتل ہوا۔[1]

(۴) **خوارج**: خوارج نے موصل کے علاقہ میں سر اٹھایا۔ مہدی نے وفات سے ایک سال قبل ان کا خاتمہ کر دیا۔[2]

(۵) **مقنّع خراسانی**، اس کا نام عطاء تھا۔ عوام میں حکیم کے نام سے مشہور تھا۔ نہایت ذہین سائنس دان تھا۔ اس نے اپنی سائنس کو غلط مصرف میں برتنا اور خدائی کا دعوٰے کر کے نادان لوگوں کو ساتھ ملا لیا۔ یہ کانا اور بد صورت تھا۔ چہرے پر طلائی نقاب ڈالے رکھتا تھا اس لئے لوگ اسے مُقنّع (نقاب پوش) کہتے تھے۔[3]

مقنّع خراسان کے ایک شہر مَرْو کا رہنے والا تھا۔ ابتدائے زندگی میں دھوبی تھا لیکن کرشمہ بازی کر کے اس نے لوگوں کو اپنے دام میں پھانس لیا۔ اس نے یہ فلسفہ بگھارا کہ اللہ تعالیٰ کی روح پہلے آدم میں آئی، پھر انبیاء میں ہوتے ہوتے ابو مسلم کے بدن میں منتقل ہوئی اور اس کے بعد ہاشم میں حلول کیا۔ مقنع نے اعلان کیا کہ ہاشم میں ہوں۔ اس نے پیروؤں کی ایک کثیر جماعت پیدا کر لی اس کو سجدہ کیا جاتا تھا۔[4]

مقنع نے ۱۵۹ ہجری میں سیحوں پار کے علاقہ میں ظہور کیا۔ اس نے ایک چاند ایجاد کیا جس کی روشنی دو ماہ کی مسافت سے نظر آتی تھی۔[5]

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر

[3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

[4] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ البغوی [5] ابن کثیر

Marfat.com

فارسی ادب میں اس چاند کی بہت شہرت ہے۔ اسے ماہِ نخشب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ نخشب (یا نسف) ماوراء النہر کا ایک مشہور شہر ہے۔

بخارا اور صُغد کے علاقہ میں ایک سفید پوش فرقہ نمودار ہوا جسے مُبَیّضَہ کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اگرچہ بظاہر مقنع کے دین کے پیرو نہ تھے لیکن اس کی عقیدت سے خالی بھی نہ تھے۔ انھوں نے مقنع کی کھلم کھلا مدد کی۔ غیر مسلم ترکوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو لوٹ لیا۔[1]

شاہی فوجیں مقنع کے سر پر پہنچیں تو وہ علاقۂ کش کے ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ مسلمانوں نے زور ڈالا تو کئی ساتھی اس سے الگ ہو گئے۔ اس کے پاس گنتی کے افراد رہ گئے۔ آخر مقنع مایوس ہو گیا۔ قلعہ کی سب چیزوں کو نذرِ آتش کیا۔ پھر ایک الاؤ روشن کیا اور ہمراہیوں سے کہا کہ جو شخص میرے ساتھ آسمان کو پرواز کرنا چاہتا ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ یہ کہہ کر بال بچوں سمیت آگ میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے مریدوں نے بھی تقلید کی۔ مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف خاکستر نظر آ رہی تھی۔[2]

ایک بیان یہ ہے کہ مقنع نے مایوس ہو کر زہر کھالی اور بیویوں کو بھی زہر کھلا کر ہلاک کر دیا۔ اس کا سر مہدی کے پاس لایا گیا۔[3] مقنع کا خاتمہ ۱۶۱ ہجری میں ہوا۔ اس کے بعد سفید پوش فرقہ کی گوشمالی میں تقریباً چار ماہ لگے۔[4]

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ الفخری

[3] ابن کثیر۔ ذہبی [4] ابن اثیر۔

Marfat.com

ولی عہدی میں تبدیلی مہدی نے ۱۶۰ ہجری میں عیسیٰ بن موسیٰ کو مجبور کر کے ولی عہدی سے دستبردار کرایا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لئے بیعت لی۔

مہدی کی وفات مہدی نے ۱۶۹ ہجری میں وفات پائی۔ وفات کی روایات مختلف ہیں۔ قابل وثوق روایت یہی نظر آتی ہے کہ ایک دفعہ شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ شکار ایک پرانے کھنڈر میں جا گھسا۔ مہدی کا گھوڑا دروازے سے گزرا تو اسے چوٹ آگئی۔ اس سے جانبر نہ ہو سکا۔

مہدی کے دور پر تبصرہ

مہدی کا دورِ حکومت بعض معمولی شورشوں کو چھوڑ کر خوش حالی اور امن و سکون کا دور ہے۔ سفاح اور منصور نے حریفوں کو رستہ سے ہٹا دیا تھا اور حکومت کو جن جن رخنوں سے کچھ خطرہ ہو سکتا تھا وہ بند کر دیئے تھے۔ انھوں نے اپنے سترہ سال کے دورِ حکومت میں عباسی سلطنت کی بنیادیں خوب پختہ کر دی تھیں۔ خزانہ کو معمور کر دیا اور محاصل بڑھا دیئے۔ عوام کی نگاہ میں عباسی حکومت اب ایک مستقل حکومت تھی۔

منصور کی مآل اندیشی نے مہدی کی مقبولیت کے لئے کئی سامان پیدا کر دیئے تھے۔ منصور نے اپنے عہد میں جس قدر تاوان لگائے تھے وہ مظالم کے بیت المال میں نشان لگا کر رکھ دیئے تھے۔ مرنے سے پہلے مہدی کو وصیت کی کہ میرے بعد یہ تاوان مالکوں کو واپس کر دینا۔ اس سے تم ہر دلعزیز ہو جاؤ گے[1]۔ مہدی نے نہ صرف یہ کہ اس نصیحت

---

[1] الفخری۔

Marfat.com

پر عمل کیا بلکہ منصور کے عہد میں مدینہ کے جن باشندوں کے وظائف ضبط ہوئے تھے بحال کیے اور منصور کے کل سیاسی قیدی رہا کر دئے۔ صرف اُنھیں قیدیوں کو جیل میں رہنے دیا جو قتل، لوٹ مار یا فساد کے مجرم تھے[1] عوام مہدی کے اس اقدام سے بہت خوش ہوئے۔ وہ شہزادگی ہی میں پسندیدہ اطوار تھا اور فیاضی کی وجہ سے خاصا مقبول تھا۔ اب اس کی مقبولیت کو چار چاند لگ گئے۔ مہدی نے دستِ سخاوت ہمیشہ کشادہ رکھا۔ صرف مکہ کے لوگوں ہی پر وقتاً فوقتاً لاکھوں دینار تقسیم کیے۔ اہل مدینہ کی خوشنودی کی خاطر پانچ سو انصار اپنے محافظ دستہ کے لیے منتخب کیے[2]

نظم و ضبط

مہدی سادہ طبیعت تھا۔ اس سے قبل خلفاء کا دستور تھا کہ دربار میں اہل دربار سے پس پردہ بیٹھتے تھے۔ مہدی نے یہ تکلف اٹھا دیا[3] لیکن طبعی نرمی اور عفو شعاری کے باوصف نظم و نسق کے معاملہ میں سخت گیر تھا اس نے ایک نیا دفتر قائم کیا جس کا نام دیوانُ الاَزِمّۃ تھا[4] اس محکمہ کا کام دیگر محکموں کی نگرانی کرنا تھا۔

ہر عامل کو نگرانی میں رکھنے کے لئے اس نے امین مقرر کیے۔ اُمَناء کا یہ کام تھا کہ عامل کو خلیفہ کی طرف سے جو احکام جائیں ان کی تعمیل کرائیں[5]

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

[2] ابن اثیر ۱۶۰ھ [3] المامون شبلی

[4] ابن اثیر ۱۶۲ھ

[5] ابن کثیر ۱۶۱ھ

Marfat.com

عدل وانصاف مہدی کے عہد میں عدل کی پوری رعایت تھی۔ ایک دفعہ مہدی کے مہتمم نے ایک آدمی کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ اس نے آکر مہدی کے پاس درخواست دی۔ قاضی بھی موجود تھا، اس نے مہدی سے سوال کیا کہ تم اس زمین کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ مہدی بولا کہ یہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی نے پوچھا، تم نے اس پر کب قبضہ کیا؟ خلافت سے پہلے یا بعد؟ مہدی نے جواب دیا، بعد میں۔ قاضی نے حکم دیا، تو پھر یہ زمین اس شخص کے حوالے کرو۔ مہدی نے تعمیل کی[1]

مہدی نے بصرہ میں دو قاضیوں کا بنچ قائم کیا[2]

مالیات خراج کی وصولی کے لئے مستقل ضوابط کی ضرورت تھی۔ مہدی نے اس طرف توجہ دی اور اپنے وزیر معاویہ سے خراج پر ایک کتاب لکھوائی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی[3] مہدی کا اس ضمن میں ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ اس نے امام ابو یوسف کو قاضی بنایا۔ قاضی صاحب ایک بہت بڑے فقیہہ اور ماہر خراج تھے۔ انھوں نے میں کتاب الخراج لکھی جس کو آج تک سند کا درجہ حاصل ہے۔

برید (ڈاک) مدینہ اور یمن کے درمیان برید کا انتظام نہ تھا۔ مہدی نے ان علاقوں میں برید جاری کی[4]

---

[1] طبری [2] تاریخ القضاۃ ابن عرنوس

[3] الفخری [4] سیوطی۔

Marfat.com

دینی خدمات مہدی کے دل میں دین کی بہت حمیت تھی۔ اس نے مسجد النبی اور مسجد حرام کی توسیع کرائی اس مقصد کے لئے ملحقہ مکانات خرید کر ان کا رقبہ ان مسجدوں میں ملایا[1] مہدی نے کعبہ کو ابن زبیرؓ کی مقرر کردہ بنیادوں پر تعمیر کرانا چاہا۔ امام مالک سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اسے اپنے حال پر رہنے دو ورنہ خلفاء اسے کھیل بنالیں گے[2]

مہدی ۱۶۰ ہجری میں حج کے لئے گیا تو لوگوں نے کہا، کعبہ پر بہت غلاف چڑھ چکے ہیں، مبادا عمارت ان کے بوجھ تلے دب جائے مہدی نے سب غلاف اتروائے اور نیا غلاف چڑھایا[3]

مسجد النبی میں حضرتِ معاویہؓ کے وقت سے ایک مقصورہ تھا جہاں خلفاء ذاتی تحفظ کی خاطر عام صفوں سے الگ نماز پڑھتے تھے۔ مہدی نے اسے گروا دیا اور حکم جاری کیا کہ کسی مسجد میں مقصورہ نہ ہو[4] ایک اور فرمان یہ دیا کہ کسی مسجد کا منبر مسجدُ النبی کے منبر سے بڑا نہ ہو[5]

زندقہ کا استیصال: مہدی کے عہد میں زندقہ کا بہت زور ہوا۔ عجیب و غریب عقائد کے گروہ عجم کے علاقہ میں اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور حکومت کا نظام معطل کرکے رکھ دیتے تھے۔ قدیم ایران کے معتقدات پر مَزدَک اور مانی کا بہت اثر تھا۔ اُنھوں نے اشتمالیت اور اخلاقی بے قیدی کی تعلیم دی تھی۔ اگرچہ مَزدَک اور مانی کو مرے ایک مدت ہو چکی تھی لیکن ان کے نظریات میں رہ رہ کر

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر ۱۶۵ اور ۱۶۷ھ [2] ابن کثیر۔
[3] ابن اثیر [4] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ [5] ابن کثیر۔

Marfat.com

نئی جان آجاتی تھی۔مُقنّع، مُحَمِّرہ (سرخ پوش فرقہ) مُبَیّضہ (سفید پوش فرقہ) کا ذکر ہم پڑھ چکے ہیں۔ یہ سب بے دین لوگ جوان عقائد کے پیرو تھے زندیق کہلاتے تھے۔

مہدی نے زندیقوں کو مٹانے پر کمر باندھ لی۔ یہ لوگ نہ صرف آئین و قانون کے دشمن تھے بلکہ ان کے ہوشیار رہنما اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سادہ لوح عوام میں انوکھے عقائد پھیلاتے تھے۔ ان کا ختم کرنا از بس ضروری تھا۔ مہدی نے اس غرض کے لیئے ایک نیا محکمہ بنایا جس کا ناظم صاحبُ الزنادقہ کہلاتا تھا۔ اس محکمہ نے زندیقوں کا خوب کھوج لگایا اور اُنھیں چار سُو سے تلاش کرکے انجام کو پہنچایا۔ ان کی کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائیں۔ البتہ یہ بات ضرور کھٹکتی ہے کہ مہدی نے بعض لوگوں کو محض شبہ پر بغیر ثبوت کے قتل کر دیا۔[1]

مہدی نے اہل علم اور متکلمین کو ہدایت کی کہ زندیقوں کے خلاف کتابیں تحریر کریں۔[2]

رفاہِ عامہ

عراق اور مکّہ کی راہ دشوار اور ویران تھی۔ مہدی نے حکم دیا کہ اس راہ پر کنوئیں کھودے جائیں اور اقامت گاہوں کی تعمیر ہو۔ دس برس تک تعمیرات کا کام ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ عمدہ ترین اور محفوظ ترین رستہ ہو گیا۔[3]

قیدیوں اور کوڑھیوں کے وظائف

کوڑھیوں کو وظائف سابقہ حکومتوں میں

---

[1] سیوطی۔ ذہبی۔ ابن اثیر [2] مسعودی ذکر قاہر باللہ
[3] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

بھی ملتے رہے لیکن ملک بھر میں قیدیوں کے وظیفے جاری کرنے کا امتیاز مہدی ہی کو حاصل ہے۔

سرحدی انتظامات منصور نے شامی سرحدوں کے استحکام کی خاطر تعمیرات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا مہدی نے اسے تکمیل کو پہنچایا۔[1]

ملکہ خیزران خیزران مہدی کی ملکہ تھی۔ یمن کی رہنے والی تھی۔ کم سنی میں اسے بردہ فروش پکڑ لائے۔ مہدی نے اسے ایک لاکھ درہم میں خریدا۔ خیزران نے شاہی محل میں پرورش پائی۔ نہایت ذہین تھی۔ مروجہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ جوان ہوئی تو مہدی نے اس سے نکاح کر لیا۔ وہ جلد ہی مہدی کے دل ودماغ پر چھا گئی۔

مہدی خلیفہ ہوا تو خیزران نے حکومت کے کاروبار میں دخل دینا شروع کیا اور ملکۂ نورجہان کی طرح آہستہ آہستہ زمامِ اختیار ہاتھ میں لے لی۔ مہدی اس کے معاملات میں حتی الوسع دخل نہیں دیتا تھا۔

ہادی اور ہارون خیزران کے بطن سے تھے۔ ہادی خلیفہ ہوا تو خیزران نے بدستور اپنا تسلط رکھنا چاہا لیکن ہادی نے آہستہ آہستہ اسے بے دخل کر دیا۔ ہارون کی خلافت کے ساتھ خیزران کا اقتدار پھر بحال ہوا لیکن دو تین برس بعد انتقال کر گئی۔

خیزران پاک باز اور دین دار عورت تھی۔ اس نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ پر ایک مسجد تعمیر کروائی۔ حضرتِ

---

[1] طبری۔

Marfat.com

ارقمؓ صحابی کا گھر اسلام کی تاریخ میں بہت مشہور ہے۔ یہاں خیزران نے نئے سرے سے مکان بنوایا۔ جسے دارُالارقم کے علاوہ اب دارُالخیزران بھی کہنے لگے۔

Marfat.com

موسیٰ الہادی

۱۶۹ تا ۱۷۰ھ

۷۸۵ تا ۷۸۶ء

موسیٰ الہادی نے تقریباً بائیس برس کی عمر میں مسندِ خلافت سنبھالی۔ اس کی ماں خیزران ایک لونڈی تھی۔

معرکۂ فخ حسین بن علی بن حسن مثنیٰ نے مدینہ میں مقابلہ کی ٹھانی لیکن کامیاب نہ ہوسکے اور مکہ چلے گیے۔ ہادی نے ایک لشکر بھیجا۔ جس نے ایامِ حج کے فوراً بعد فخ (ف خ) کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ حسین بن علی کام آئے۔ ان کے بھائی ادریس بن عبد اللہ بھاگ کر مغرب پہنچے۔ وہاں ادریسی حکومت کی بناء رکھی۔

رومی محاذ رومی محاذ پر مختصر سے معرکے ہوئے۔

Marfat.com

خوارج خوارج نے جزیرہ کے علاقہ میں حرکت کی۔ شاہی افواج نے انھیں جلد ہی زیر کر لیا۔

ولی عہدی کا قضیہ ہادی کی خواہش تھی کہ ہارون کی ولی عہدی منسوخ کر کے اس کا منصب اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو دے۔

مہدی کی بیوی ملکہ خیزران حکومت کے کاروبار میں بہت دخیل تھی۔ مہدی کے ایام حکومت میں ارکان سلطنت اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ یہی کیفیت کچھ عرصہ ہادی کے عہد میں بھی رہی لیکن اس نے چار ماہ بعد اعلان کیا کہ جو امیر خیزران کے دروازے پر جائے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تاہم ملکہ کے اثر و رسوخ کو مٹانا آسان نہ تھا۔ خیزران ہارون الرشید کے حق میں تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ اسے ولی عہدی سے ہٹایا جائے۔[1]

ہارون الرشید خلافت چھوڑنے پر آمادہ تھا۔ لیکن اس کے اتالیق یحییٰ نے منع کیا۔ ہادی نے یحییٰ کو قید میں ڈال دیا۔ یحییٰ نے ملاقات کی درخواست کی اور حاضر ہو کر ہادی سے کہا کہ جعفر نابالغ ہے۔ آپ اس کا نام ہارون الرشید کے بعد رکھیں۔ اگر آج آپ کا وقت آخر ہو جائے تو عوام اس کی خلافت کو قبول نہیں کریں گے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اغیار طالع آزمائی کرنے لگیں؟ ہادی یہ سن کر خاموش ہو گیا تاہم یحییٰ کو دوبارہ قید کر دیا۔[2]

وفات ہادی نے ۱۷۰ ہجری میں وفات کی۔ ایک قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی ماں خیزران نے اس کا کام تمام

---

[1] ابن اثیر۔ [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

کردیا۔[1] خیزران کو ایک تو یہ رنج تھا کہ مہدی نے اسے حکومت سے بے دخل کر دیا تھا اور دوسرے وہ ہارون الرشید کی ولی عہدی کو منسوخ نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس لئے اس نے مہدی کی جان لے لی۔ یہ قصہ ایک تو ویسے ہی ناقابل قبول نظر آتا ہے اور دوسرے آگے جا کر اس میں واضح تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک بیان یہ ہے کہ خیزران نے اسے زہر دلایا اور دوسرا یہ کہ سوتے میں ایک لونڈی کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ ان متضاد بیانات سے قصہ کا رہا سہا اعتبار بھی چلا جاتا ہے۔

---

[1] یہ روایت ابن خلدون نے بیان کی ہے۔

Marfat.com

ہارونُ الرشید

۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ

۷۸۶ء تا ۸۰۸ء

ہارون الرشید نے ۱۷۰ ہجری میں ہادی کی وفات کے بعد نظام حکومت سنبھالا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ برس تھی۔ یہ خیزران کے بطن سے تھا۔

بغاوتیں اور شورشیں

۱۔ یحییٰ بن عبداللہ کا مقابلہ: محمد نفس زکیہ کے چھوٹے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے ۱۷۶ ہجری میں دیلم کے علاقہ میں حکومت کے خلاف جنگ کی طرح ڈالی۔ دیلم اور اس کے نواح کی ایک کثیر آبادی نے ساتھ دیا اور شوکت وجمعیت کے سامان پیدا ہو گئے۔

Marfat.com

ہارون نے سُنا تو گھبرا اُٹھا۔ فضل بن یحییٰ کو ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا۔ فضل نے یحییٰ بن عبد اللہ کو خط لکھا جس میں بہت امیدیں دلائیں اور وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کے پاس آجائے تو اسے رشید سے معافی دلا دے گا۔ اس اثناء میں ہارون نے بھی دیلم کے حاکم کو لکھا کہ اگر وہ یحییٰ کو اس کے پاس بھیج دے تو دس لاکھ درہم انعام پائے گا۔ یحییٰ نے ان حالات میں صلح میں بہتری دیکھی اور فضل کو خط لکھا کہ میں سپرد ہونے کو تیار ہوں بشرطیکہ رشید اپنے ہاتھ سے امان نامہ تحریر کرکے بھیجے رشید نے منظور کیا اور امان نامہ تحریر کرکے بھیجا جس پر قضاۃ، فقہاء اور ہاشمی رؤساء کے دستخط تھے۔ رشید نے اس تحریک کے ساتھ تحفے بھی روانہ کئے۔ یحییٰ بغداد آئے تو رشید نے عہد شکنی کی اور انھیں کو جیل میں ڈال دیا۔ تین روز کے بعد انھیں جیل سے نکالا اور اپنی بد سلوکی پر پشیمانی کا اظہار کرکے ان کے نام ایک بھاری وظیفہ جاری کیا۔ جناب یحییٰ اس کے بعد کل ایک ماہ زندہ رہے[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یحییٰ نے قید میں وفات پائی۔

۲۔ **نزار و یمانیہ کا فتنہ:** عرب کے قبائل نسلی لحاظ سے دو بڑے گروہوں میں منقسم تھے، نزار یا مُضر اور یمانیہ یا قحطانی قبائل۔ ان کے درمیان اسلام سے قبل گہری رقابت تھی جو وقتاً فوقتاً جنگ و جدل کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اسلام نے اس رقابت کو بہت حد تک دبا دیا۔ خلافتِ راشدہ کے اختتام تک یہ قبائل صلح و صفائی سے رہے۔ اموی عہد میں بعض بادشاہوں نے اپنی مصلحت کی خاطر خفتہ عصبیت کو جگایا اور انھیں باہم دست و گریباں کر دیا،

---

[1] ابن کثیر

Marfat.com

عباسی دور میں نزار اور یمانیہ کی آتش رقابت کچھ عرصہ بجھی رہی لیکن ہارون کے عہد میں اچانک بھڑک اُٹھی۔ ۱۷۶ ہجری میں شام کے علاقہ میں ان کے درمیان خوفناک فساد پیدا ہوا۔ بے شمار آدمیوں کا خون بہ گیا اور جاہلیت کی یاد تازہ ہوئی۔ ہارون الرشید نے موسیٰ بن عیسیٰ کو چند قومی رہنماؤں کے ہمراہ مداخلت کے لئے بھیجا۔ انھوں نے صلح کرادی اور فتنہ گر سرداروں کو بغداد لے آئے۔ چار برس بعد فساد کی ایک اور لہر اُٹھی۔ ہارون نے اس کے مداوا کے لئے جعفر برمکی کو بھیجا۔ اس نے خوش تدبیری سے کام لیا اور فریقین کو رام کر لیا۔ امن کو دیرپا بنانے کے لئے اس نے شام کے لوگوں سے اسلحہ جمع کر لیا۔[1]

شام کی خانہ جنگی نے سندھ کو بھی لپیٹ میں لیا۔ حکومت کئی برس کی مشکلات کے بعد یہاں امن قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔[2]

۳۔ خوارج :۔ خوارج نے ۱۷۱ ہجری میں جزیرہ کے علاقہ میں سر اٹھایا۔ لیکن جلد ہی دب گئے۔ اس کے بعد ۱۸۰ ہجری میں انھوں نے بہت زور وشور سے بغاوت کی۔ جزیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں مار دھاڑ کرکے دہشت پھیلا دی۔ خارجی سردار ولید بن طریف تھا۔ اس نے بہت شوکت پیدا کی۔ ہارون نے یزید بن مزید کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ولید بن طریف مارا گیا۔ اس کی بہن لیلیٰ نے کچھ دیر مقابلہ کیا لیکن وہ بھی شکست کھا گئی۔[3]

۴۔ زنادقہ : ۱۸۰ ہجری میں جرجان میں زندیقوں کی ایک جماعت محمرّہ (سُرخ پوش) نے بغاوت کی۔ ان کا سردار مارا گیا۔ اگلے سال انھوں

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن اثیر۔

Marfat.com

نے جرجان میں کچھ عرصہ غلبہ حاصل کر لیا لیکن یہاں بھی اس کا زور توڑ دیا گیا۔

۵۔ **افریقیہ کی بغاوت:** افریقیہ میں ایک شخص عبداللہ بن جارود کے زیر قیادت بغاوت ہوئی۔ ۱۷۸ ہجری میں باغیوں نے افریقیہ کے والی فضل بن روح کو گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ ہارون الرشید نے ہرثمہ کو بھیجا۔ ابن جارود مقابلہ سے عاجز آیا اور گرفتار ہو گیا۔ تاہم افریقیہ کا تلاطم تھمتا نہیں تھا۔ ہرثمہ نے ناچار استعفاء دے دیا۔ ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو اس کی جگہ مامور کیا۔ ابن مقاتل بدخو اور بے تدبیر تھا۔ فوج ناراض ہو گئی۔ اس کے ایک گروہ سے ابن مقاتل کی جنگ چھڑ گئی۔ ہارون نے اسے الگ کرکے ابراہیم بن اغلب کو بھیجا۔ اگرچہ وہ ابتداء میں بہت کامیاب رہا لیکن پھر اسے بھی شورشوں نے گھیر لیا۔[1]

۶۔ **مصر کی بغاوت:** ۱۷۸ ہجری میں قیس اور قضاعہ کے قبیلوں نے مصر کے والی کے خلاف بغاوت کر دی۔ ہارون نے ہرثمہ کو بھیجا۔ اس نے باغیوں کے دم خم نکال دیے۔[1]

۷۔ **سمرقند:** ۱۹۰ ہجری میں سمرقند کے حاکم نے سرتابی کی۔ اس کی بغاوت کو جلد فرو کر دیا گیا۔

رومی محاذ

ہارون الرشید نے شہزادگی کے دوران رومی محاذ پر نہایت شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ اس کی خلافت کے اثناء میں بھی اس محاذ کو رومیوں نے ٹھنڈا نہ پڑنے دیا۔ ۱۸۱ ہجری میں ہارون الرشید بنفسِ نفیس فوج لے کر گیا۔

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

روم کا شہنشاہ قسطنطین ایک کم سن بچہ تھا اس کی ماں رینی RENE سربراہ تھی۔ اس ظالم عورت نے اس اقتدار پر قناعت نہ کی۔ ۱۸۲ ہجری میں اپنے بیٹے کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر اسے اندھا کر دیا اور خود اغسطہ AUGUSTA کے لقب سے تخت نشین ہوئی۔

مہدی کے عہد میں جب ہارون الرشید نے روم پر حملہ کیا تھا تو ملکۂ روم نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج پر صلح کی تھی۔ ۱۸۰ ہجری میں رومیوں نے رینی کو معزول کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور نقفور NICEPHORUS نے تاج و تخت سنبھالا۔ رینی نے اسلامی حکومت سے صلح کا جو معاہدہ طے کیا تھا نقفور نے توڑ ڈالا[1]

نقفور کو روما والے بہت بہادر مانتے تھے۔ وہ شجاعت کے نام سے متوالا ہو کر ہارون الرشید کے خلاف کمر بستہ ہوا۔ اس نے ہارون کو ایک خط لکھا کہ ملکہ رینی نے جو خراج تمہیں ادا کیا تھا حق یہ ہے کہ تم اس سے کئی گنا زیادہ خراج اسے ادا کرتے مگر عورت ذات کی کم عقلی اور کمزوری نے یہ گل کھلایا۔ تم یہ خط پڑھتے ہی تمام ادا شدہ خراج واپس کر کے اپنی جان بچا لو۔ ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی[2]

ہارون نے یہ خط پڑھا تو غصہ سے ایسا بھڑکا کہ اہل دربار دیکھ کر سکتہ میں آ گئے۔ اس کی طرف نہ کوئی نظر اٹھا سکا اور نہ زبان ہلا سکا ہارون نے قلم دوات منگوا کر خط کی پشت پر

---

[1] ابن کثیر۔ ابن العبری۔ مدل الاسلام صدفی [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

لکھا:

رومی کتّے نقفور کی طرف!

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تم اس کا جواب سننے سے پہلے دیکھ لوگے۔

اس کے بعد ہارون نے فوراً کوچ کیا اور ہرقلہ HERAC LEA کے دروازے پر جا دم لیا۔ شہر کو تلوار کے زور سے سر کیا اور قتل و غارت کرتا رومی سلطنت میں بڑھتا گیا۔ نقفور کے اوسان خطا ہوئے اور خراج کی شرط پر صلح کی درخواست کی جسے ہارون نے منظور کیا اور واپس روانہ ہوگیا[1]

ہارون نے رومی سلطنت سے قدم نکالے ہی تھے کہ نقفور وعدہ سے پھر گیا۔ اس کا خیال تھا کہ کڑاکے کے جاڑے اور برف باری کے ایام میں ہارون کا پلٹ آنا نا ممکن ہے لیکن اس کے اندازے غلط نکلے۔ ہارون کو جونہی اس غداری کا علم ہوا سردی اور برف باری سے بے نیاز ہوکر اُلٹے پاؤں مڑا اور رومیوں کو بدعہدی کا مزہ چکھایا[2]

اگلے برس ۱۸۸ ہجری میں ہارون نے ابراہیم بن اسرائیل کو نقفور کو سبق پڑھانے کے لئے بھیجا۔ نقفور مقابلہ پر نکلا لیکن راہ سے لوٹ گیا۔ واپسی میں ایک اسلامی دستہ سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ نقفور نے تین زخم اٹھائے۔ اس کے چالیس ہزار سے زائد آدمی مارے گئے[3]

۱۹۰ ہجری میں ہارون نے خود رومی سرزمین میں یلغار کی۔ اس نے طوانہ میں جاکر ڈیرے ڈالے ہی تھے کہ نقفور نے سر اطاعت خم کر دیا اور خراج اور جزیہ حاضر کیا۔ آئندہ ۳۰ لاکھ دینار

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی [2] ابن اثیر۔ ذہبی [3] ابن اثیر۔

Marfat.com

سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔ نقفور کی بہو ہارون کے پاس اسیر تھی۔ اسے ہارون نے تحائف کے ساتھ واپس کیا اور نقفور سے عہد لیا کہ وہ ہرقلہ کو آباد نہیں کرے گا[1]

۱۹۱ ہجری میں نقفور نے پھر بد عہدی کی اور جنگوں کا سلسلہ دوبارہ چلا۔ بالآخر رشید نے خود کمان سنبھالی اور ایک جرار لشکر لے کر پہنچا۔ ہارون نے ہرقلہ کی چھاؤنی فتح کرکے برباد کردی اور رومی علاقوں پر فوج پھیلا دی۔ پانچ سالار مقرر کیے اور انھیں مختلف اطراف میں بھیجا۔ بعض بری علاقوں کے علاوہ قبرص کے جزیرہ پر بھی حملہ ہوا اور یہاں کے لوگوں کو خوب سزا ملی[2] اگلے برس دونوں حکومتوں میں صلح ہوئی[3]

ہارون کی توجہ کئی برس رومی محاذ پر رہی۔ اس نے سرحدی شہر رقہ ہی میں اقامت اختیار کرلی اور رومی مفسدہ پردازوں کے خلاف استحکامات میں مصروف رہا۔

برامکہ کا عروج و زوال

شخصی حکومتوں میں افراد کا اچانک عزّ و وقار کے آسمان پر پہنچنا اور وہاں سے سر کے بل زمین پر آنا شب و روز کا تماشا ہوتا تھا۔ ہارون رشید کے عہد میں برامکہ کے سر پہ بھی ایسی ہی گھڑیاں گذر گئیں۔ انھوں نے اسلام کی تاریخ میں بہت نام پیدا کیا۔ رعایا کی نگاہ میں ان کا احترام بادشاہ سے بھی دو چند تھا۔ پھر تقدیر نے پلٹا کھایا اور ان کی تباہی دنیا والوں کے لئے عبرت کا درس بن کر

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر نے یہ واقعہ ۱۹۰ ہجری میں بیان کیا ہے۔
[3] ابن اثیر۔

Marfat.com

رہ گئی۔

برامکہ اپنے مورثِ اعلیٰ برمک کے نام سے منسوب ہیں۔

برمک: بلخ کا باشندہ تھا۔ بدھوں کے ایک تیرتھ کا مہتمم تھا۔ اموی عہد میں بلخ کا علاقہ فتح ہوا تو برمک اسلام لایا۔ اموی امراء کی نگاہوں میں اس کی بہت قدر و منزلت تھی۔ اسے بعض دفعہ نہایت اہم امور سونپے گئے۔ عباسی تحریک پھیلی تو یہ اس سے منسلک ہوا اور ابو مسلم کی فوج میں شامل رہا[1]

خالد: برمک کے پوتے خالد نے نمایاں مقام پیدا کیا۔ سفاح نے ۱۳۲ ہجری میں اسے دیوانِ خراج کا ناظم مقرر کیا[2] یہ نہایت ذہین اور طباع شخص تھا۔ سفاح کے عہد سے اس کا اقتدار بڑھتا گیا۔ منصور کے مشیروں میں شامل ہوا۔ منصور کو بغداد آباد کرنے کی صلاح خالد ہی نے دی تھی۔

منصور نے ۱۵۸ ہجری میں ناراض ہو کر خالد پہ تاوان لگایا اور تین دن کی مہلت دی۔ وہ رقم پوری نہ کر سکا۔ موت کا انتظار کر رہا تھا کہ حالات نے اچانک یاوری کی۔ موصل میں فساد اٹھا۔ اس کو دبانے کے لئے خالد سے بڑھ کر موزوں آدمی کوئی نہ تھا۔ منصور نے ناچار اسے موصل کا والی بنا کر روانہ کیا اور اس کے بیٹے یحییٰ کو آذر بائجان کی حکومت دی[3] خالد وفات تک موصل کی حکومت پہ فائز رہا۔ اس کا سالِ وفات ۱۶۶ ہجری ہے[4]

---

[1] یہ واقعات ابن کثیر اور ابن اثیر کے متفرق سنین سے ماخوذ ہیں۔
[2] ابن کثیر [3] ابن اثیر۔ ابن کثیر
[4] ابن خلدون، طبری بعدی

Marfat.com

یحییٰ : منصور کے عہد میں آذربائجان کا والی ہوا۔ مہدی کے دور میں اس کا ستارہ خوب چمکا۔ مہدی نے اُسے دفترِ عطاء اور دفترِ رسائل کا ناظم مقرر کیا[1] اس کے علاوہ ہارون الرشید کی تربیت بھی اسے سپرد کی۔

رشید نے یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا اس لئے یحییٰ کو اس سے بہت اُنس تھا۔ ہادی نے جب ہارون الرشید کو ولی عہدی سے ہٹانا چاہا تھا تو ہارون دست برداری پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن یحییٰ نے روکا۔ ہادی نے اس پاداش میں اُسے قید کر دیا۔ یحییٰ زندان میں تھا کہ ہادی نے وفات پائی۔ ہارون نے قید سے نکالا اور مسندِ وزارت پر بٹھایا[2] وہ یحییٰ کو ابا کہا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ سب اختیارات اس کے حوالے کر دئے۔ یحییٰ ملکہ خیزران کے زیرِ ہدایت حکومت کا کاروبار چلاتا تھا۔ اس کے وقار کا یہ حال تھا کہ وہ بغیر اجازت حاصل کیے خلیفہ کے پاس آجاتا تھا۔

یحییٰ نہایت قابل اور کرم شعار شخص تھا۔ علماء و فضلاء اور اربابِ فنون کا بہت قدردان تھا۔

یحییٰ کے چار لڑکے تھے : فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد۔ فضل اور جعفر نے بہت شہرت پیدا کی۔ یہ دونوں بھائی وزیرِ صغیر کہلاتے تھے[3]

فضل : فضل یحییٰ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ہارون الرشید سے عمر میں صرف چھ روز بڑا تھا[4] رشید کا رضاعی بھائی تھا۔ خیزران نے

---

[1] ابن کثیر و ابن اثیر سنہ ۱۶۳۔ [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ فخر رازی۔
[3] دول الاسلام فخر رازی [4] ابن اثیر۔

Marfat.com

فضل کو دودھ پلایا تھا اور ام الفضل نے رشید کو[1] فضل کا رشید کے ہاں بہت مرتبہ تھا۔ کئی عہدوں پر فائز رہا۔ اس نے بڑی بڑی مہمات انجام دیں اور شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ یحییٰ علوی کو بغیر جنگ و پیکار کے ہارون کی اطاعت میں لانا فضل ہی کا کام تھا۔ اس نے کابل اور ماوراء النہر کے کئی علاقے فتح کیے۔ بغداد واپس آیا تو ہارون نے اکابرِ ملت، شعرا اور خطباء کو لے کر پیشوائی کی[2]

فضل بہت فیاض تھا لیکن تکبر اور ترشروئی سے خالی نہ تھا۔

جعفر: اس نے سات برس نہایت جاہ و جلال سے وزارت کی۔ نہایت مدبر انسان تھا۔ شام میں مضر اور نزار کا فتنہ اس نے محض حکمتِ عملی سے فرو کیا۔ لیاقت کا یہ حال تھا کہ ایک رات ہارون کے سامنے ایک ہزار احکام لکھے۔ ان میں ایک غلطی بھی نہیں کی۔ ہارون نے مامون کو ولی عہد بنایا تو جعفر کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ دیوانِ خاتم پہلے فضل کے پاس تھا۔ ہارون نے جعفر کو دلوایا[3] جعفر فصاحت و بلاغت میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ جود و سخا میں ممتاز تھا۔ نہایت خوش مزاج اور کشادہ جبیں تھا۔ جعفر ہارون کا ہم نوالہ و ہم پیالہ تھا۔ اس پر اس حد تک حاوی تھا کہ ایک رات اس سے پوچھے بغیر اس کی بیٹی کا عقد ایک شخص سے کر دیا۔ دوسرے دن ہارون کو بتایا۔ اس نے تسلیم کیا[4]

یحییٰ کے چاروں بیٹوں نے بہت بلند مرتبے حاصل کیے اور بے اندازہ دولت کمائی۔ منصور کے آباد کردہ بغداد کے سامنے ان کے پرشکوہ محلات تھے۔ ان کے دروازوں پر سائلوں اور حاجت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر [3] دول الاسلام فخر رازی [4] دول الاسلام فخر رازی۔ تحفۃ المجالس سیوطی۔

Marfat.com

عوام ان کے مدح خواں اور شعراء قصیدہ گو تھے۔

برامکہ کا زوال: ۱۸۷ ہجری میں برامکہ پر اچانک ہارون کا غضب برق بن کر گرا اور ان کے خرمن حیات کو راکھ کر دیا۔ دنیا انگشت بدنداں ہے کہ ہارون نے ایسا کیوں کیا؟ لوگوں نے سراغ لگانے کے لئے بہت سر مارا لیکن ناکام۔ ایک دفعہ ہارون سے کسی نے برامکہ پر ناراضی کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اگر میری قمیص کو بھی اس راز کا علم ہو جائے تو اسے جلا دوں۔ قطعی ثبوت چونکہ میسر نہ تھا اس لئے لوگوں نے اپنے اپنے خیال دوڑائے ہیں مثلاً:-

۱- ہارون کی ایک بہن تھی جس کا نام عباسہ تھا۔ اس کی شادی اپنے ایک رشتہ دار محمد بن سلیمان سے ہوئی تھی لیکن ایک ہی برس بعد محمد بن سلیمان نے وفات پائی۔ ایک رات عباسہ حسب معمول ہارون اور جعفر کی مجلس طرب میں شامل تھی۔ ہارون نے اس کا نکاح جعفر سے کر دیا۔ ایک مدت بعد ہارون نادم ہوا اور جعفر پر غصہ نکالا۔

اس روایت سے بعض علماء نے انکار کیا ہے۔

۲- رشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر برمکی کے حوالے کیا کہ قید میں رکھو جعفر نے ان سے نرمی کا سلوک کیا اور پھر چھوڑ دیا۔ ہارون الرشید کو علم ہوا تو قسم کھائی کہ میں جعفر کو ضرور قتل کروں گا۔

یحییٰ بن عبداللہ کے حالات سابقہ صفحات میں آ چکے ہیں۔ ان کے انجام کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ہارون نے انھیں آزاد کرکے ان کا وظیفہ جاری کیا اور دوسری یہ کہ انھوں نے قید خانہ میں وفات پائی۔ یہ تیسری روایت بالکل مختلف ہے، لہٰذا ناقابل اعتبار۔

اس کے علاوہ ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ یحییٰ علوی کا واقعہ ۱۷۶ ہجری کا ہے اور جعفر کا قتل ۱۸۷ ہجری میں پیش آیا۔ گیارہ برس

Marfat.com

تک ہارون کو کس بات کا انتظار رہا؟

۳۔ کہا جاتا ہے کہ برامکہ عقائد کے لحاظ سے زندیق تھے۔ اس لئے رشید نے ان کا کام تمام کیا۔

یہ بھی محض افسانہ ہے۔ البتہ برامکہ آزاد خیال ضرور تھے۔

۴۔ برامکہ اہل بیت کے معتقد تھے لہٰذا ہارون نے ان کا استیصال کر دیا۔

یہ بیان بھی درست نظر نہیں آتا۔ بے شک برامکہ کو اہل بیت سے اعتقاد تھا لیکن ہارون کی ناراضی کا یہ سبب نہیں ہو سکتا۔ ہارون انھیں شروع ہی میں سبکدوش کر سکتا تھا۔

۵۔ ایک گمان یہ ہے کہ برامکہ ہارون الرشید کی خلافت کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا ثبوت کسی ایک واقعہ سے بھی نہیں ملتا۔

۶۔ برامکہ حکومت پر ایسے چھا گیے تھے کہ ہارون کا فقط نام باقی رہ گیا تھا بلکہ بعض علاقوں میں تو نام بھی جعفر کا چلتا تھا۔ ہارون اگر کسی ولایت، بستی یا کھیت سے گزرتا تو یہی سنتا کہ سب کچھ جعفر کا ہے۔ ہارون آہستہ آہستہ بدگمان ہو گیا۔ ابتدائے خلافت کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ یحییٰ کے دروازے پر سائلوں کا ہجوم دیکھ کر ہارون نے کہا کہ خدا یحییٰ کو جزائے خیر دے، اس نے مجھے صعوبت سے بچا رکھا ہے لیکن ایک مدت بعد یحییٰ کے دروازے پر ایسی ہی بھیڑ دیکھ کر بولا، یحییٰ نے سب امور پر قبضہ جما لیا ہے۔ اصل خلافت اس کی ہے۔ میرا فقط نام ہے۔

۷۔ جعفر نے ایک مکان بنایا جس پر دو کروڑ درہم لگے۔ رشید کو شک گزرا کہ اس کے دیگر اخراجات کا کیا عالم ہو گا۔ یحییٰ پر بھی اسے شبہ تھا کہ اس نے خزانہ میں بہت خرد برد کیا ہے۔

Marfat.com

ہارون کو ضرورت ہوتی تو وہ ٹال دیتا تھا اور وہ خود اور اس کے بیٹے بے دریغ رقمیں لٹاتے تھے[1]

۸۔ حاسدوں نے برامکہ کے خلاف ہارون کے کانوں میں زہر بھرا چنانچہ ہارون نے ایک بار خود بھی کہا تھا کہ اللہ تعالٰے اس پر لعنت کرے جس نے مجھے برامکہ کے خلاف بھڑکایا[2]

برامکہ کے بدخواہوں میں ملکۂ زبیدہ اور فضل بن ربیع کا نام لیا جاتا ہے لیکن قطعیت سے بتانا مشکل ہے کہ واقعی انھوں نے برامکہ کی تباہی کا سامان کیا۔ برامکہ کے بعد فضل بن ربیع وزیر ہوا۔ عین ممکن ہے یہ سب اسی کی کارستانی ہو۔

۹۔ اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ برامکہ کی تباہی کا اصل سبب جعفر اور ہارون کے درمیان انتہائی قرب تھا۔ یحیٰی کو اس قدر قرب پسند نہ تھا۔ اس نے جعفر کو آگاہ بھی کیا تھا کہ تم ضرور نقصان اٹھاؤ گے۔ یحیٰی کہا کرتا تھا کہ ہمارے گھرانے کی ہلاکت جعفر کے ہاتھوں ہوگی۔ چنانچہ ہارون نے برامکہ میں سے صرف اسی کو قتل کیا۔ اس کے بھائیوں کو گرفتار کیا لیکن قید میں ان کے ساتھ عموماً اچھا سلوک رکھا اور انھیں بیڑیاں نہیں پہنائیں۔ یحیٰی کو اجازت تھی کہ جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن اس نے بیٹوں کا شریکِ زنداں ہونا منظور کیا۔

واقعات:۔ برامکہ پر تباہی نازل کرنے سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہارون کی روش میں تغیر آگیا تھا۔ اس نے فضل کو کل عہدوں سے الگ کر دیا تھا۔ یحیٰی نے بھانپ لیا کہ علامات خطرہ کی طرف اشارہ

---

[1] ابن کثیر ذکر واثق ۲۲۹ھ [2] ابن کثیر ۱۸۷ھ

Marfat.com

کر رہی ہیں۔ وہ ہارون کے دل سے غبار دُور کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گیا لیکن ہارون کی بدگمانی کم نہ ہوئی اگرچہ اس نے اسے حتی الوسع چھپانے کی کوشش کی[1]

برامکہ کے خلاف عملی قدم اٹھانے سے ایک برس پہلے ہارون نے ایک افسر سے کہہ دیا تھا کہ اگلے برس آج کی تاریخ برامکہ اور ان کے اموال و املاک کو تمھیں قبضہ میں لینا ہو گا[2]

۱۸۷ ہجری میں ہارون حج سے لوٹا تو انبار کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ جعفر بھی اس کے ساتھ تھا۔ ایک رات جُدا ہوئے تو ہارون نے فضل کو سینے لگا کر الوداع کہا اور ایک آدمی کو چپکے سے روانہ کر دیا کہ بغداد ہی جا کر برامکہ کے گھروں کو نگاہ میں رکھو[3]

جعفر نے اپنی قیام گاہ میں جا کر مجلس سرور گرم کی۔ وقتاً فوقتاً خلیفہ کے قاصد خیر خواہی اور خیریت طلبی کے پیغام لاتے رہے۔ جعفر شاداں و سرشار تھا۔ رات گزرنے والی تھی۔ اچانک ہارون کا خادم آیا اور کہا، امیر المؤمنین نے تمھاری موت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جعفر نے گھر والوں سے ملاقات کی اور وصیت کر کے باہر آیا۔ اسے نہایت ذلت سے کھینچ کر ہارون کے پاس لے گئے۔ ہارون نے اسے ایک گندے کمرے میں بند کر دیا اور جلاد کو اس کی گردن مارنے بھیجا۔ جعفر نے منتیں کر کے ٹالا کہ دوبارہ پوچھو، شاید ہارون نے نشہ میں حکم دیا ہو۔ ہارون نے پھر وہی حکم دیا۔ اب کے بھی جعفر نے جلاد کو تحقیق کے لئے واپس بھیجا۔ ہارون ناراض ہوا اور جلاد سے کہا کہ جعفر کا سر لاؤ ورنہ تمھارا سر منگوا لوں گا۔

---

[1] جہشیاری [2] جہشیاری صفحہ ۲۲۶ [3] مروج الذہب

Marfat.com

اس نے جعفر کا سر اتار کر ہارون کے آگے ڈال دیا۔ رات نہایت سرد تھی۔ ہارون نے حکم دیا کہ بنو برمک جہاں کہیں ملیں انھیں گرفتار کرو۔ چھوٹے بڑے سب قید میں ڈال دئے گیے یحییٰ اور فضل بھی قید ہوئے، فضل کو جیل میں بھیجنے سے پہلے سو کوڑے لگوائے۔ ہارون نے حکم عام صادر کیا کہ برامکہ اور ان کے پناہ دہندوں کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ ہارون نے جعفر کی لاش کے دو ٹکڑے کروائے اور بغداد کے دونوں پلوں پر آویزاں کر دئے۔ بعد میں انھیں جلوا دیا۔ یحییٰ کے بیٹے محمد کو خلیفہ نے امان دے دی اور کہا کہ یہ میرا خیر خواہ ہے۔ قید خانے برامکہ سے بھرگیے اور ان کے گھر بار اُجڑ گیے۔ یحییٰ نے دو برس بعد ۱۸۹ یا ۱۹۰ ہجری میں اور فضل نے چند مزید برس گزار کر قید خانہ میں وفات پائی۔ برامکہ کے بعد ہارون کی زندگی بھی بے کیف اور بے راحت ہو گئی۔ کہا کرتا تھا، کاش میں آدھی عمر اور آدھی سلطنت دے دیتا اور انھیں اپنے حال پر رہنے دیتا۔[1]

ولی عہدی کا قضیہ

ہارون الرشید کے تین بیٹے تھے: محمد (امین) عبداللہ (مامون) اور قاسم (مؤتمن)۔ امین زبیدہ کے بطن سے تھا۔ مامون مراجل لونڈی کا بیٹا تھا۔ مؤتمن کی ماں بھی لونڈی تھی۔ اس کا نام قصف تھا۔ ہارون مامون کا بہت مداح تھا اور اسے جانشین کرنا چاہتا تھا لیکن بیوی زبیدہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر امین کو ولی عہد بنایا۔[2] ہارون کو

---

[1] جہشیاری؛ ابن کثیر ذکر سنہ ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۲۔
[2] ابن کثیر ۱۰/۱۷۵۔

Marfat.com

اپنے بیٹوں سے اتحاد کی توقع نہ تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ یہ حکومت کے لئے دست و گریباں ہوں گے چنانچہ ایک سفر میں ہارون نے کہا بھی تھا کہ میرے تینوں بیٹے میری زندگی کے سانس گن رہے ہیں۔ مجھے ان کے ہاتھوں روگ لگ گیا ہے[1]۔ ہارون نے بیٹوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے ملک کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ خلافت و اقتدارِ اعلیٰ اور عراق و شام کے علاقے امین کو دئے۔ شرقی بلاد مامون کو ملے اور جزیرہ مع سرحدی علاقوں کے مؤتمن کے حصّہ میں آیا۔ ہارون نے اس تقسیم کو تحریر کر کے امین و مامون اور وزراء و امراء کے دستخط کرائے اور اسے کعبہ میں محفوظ رکھ دیا[2]۔

وفات ہارون کو سِل کا مرض تھا۔ ایک سفر کے دوران طوس کے مقام پر وفات پائی۔ طوس کی ایک بستی سناباز میں دفن ہوا۔

ہارون کے عہد پر تبصرہ

ہارون کے عہد کو ابتداء سے بنو عباس کا زرین دَور شمار کیا جاتا ہے۔ خلیفہ لائق، مدبر اور صاحب ہمت تھا۔ اس کے علاوہ انتہا کا خوش ذوق اور خوش طبع تھا۔ دولت کی بے مثال فراوانی تھی پانچ کروڑ دینار فقط خراج کے وصول ہوتے تھے۔ اجناس اور مالِ غنیمت اس کے سوا تھے۔ اس زمانے میں جب کہ حکومت کے محکمانہ اخراجات بہت کم تھے خزانوں کا بھرپور ہو جانا

---

[1] ابن اثیر صفحہ ۱۷۰ — [2] ابن اثیر و ابن کثیر۔

Marfat.com

لازم تھا۔ لیکن ہارون نے منصور کی طرح خزانوں پر قفل نہیں ڈالے۔ دل کھول کر خرچ کیا۔ اس سے بڑھ کر داد و دہش برامکہ نے کی۔ یہ سب دولت علمی، ادبی اور تمدنی تحریکوں پر اُٹھ رہی تھی۔ اس لئے بغداد میں روز افزوں رونق اور گہما گہمی ہوئی۔ شہر تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن گیا۔ منصور کے عہد میں تدین پر بہت توجہ رہی۔ وہ طنبورہ کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ ہارون کو بھی مذہب کا خیال تھا۔ لیکن اس نے خوش وقتی کی بزم بھی جمائی۔ شراب کو منہ لگایا، نغمہ و رنگ میں دل دیا اور چوگان اور شطرنج وغیرہ میں حصہ لیا۔

ہارون ایک سال حج کو جاتا تھا اور ایک سال تلوار سنبھالے جہاد کے میدان میں اترتا تھا۔ ایک طرف عبادت گزاروں میں نام پایا اور دوسری طرف غازیوں کی صفِ اول میں کھڑا نظر آیا۔ عوام میں محبوب ہونے کے لئے یہی دو وصف کافی تھے لیکن عجم کی سرزمین میں رہ کر وہ شعر و نغمہ اور بادہ کشی سے دور رہتا تو شاید ایک آدھ گروہ میں اس کا مقام کم ہوتا۔ الغرض ہارون خواص و عوام سب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حق پرست علماء اس کے بعض افعال کو یقیناً اچھا نہیں جانتے ہوں گے لیکن اس کی تاجدارانہ عظمت کا کوئی بھی منکر نہ تھا۔ دولت کی ریل پیل تھی۔ خوش حالی اور خوش باشی کے دن تھے۔ دور و نزدیک کے علاقوں میں امن و امان تھا اس لئے زبانِ خلق نے فتویٰ دیا کہ ہارون کی حکومت بہترین اور خوب ترین ہے۔

ہارون بہت فیاض اور دریا دل تھا۔ مؤرخین، حفاظ اور فقہاء کے گراں قدر وظائف مقرر تھے۔ جتنے اہلِ علم، نیکوکار

Marfat.com

اور پرہیزگار لوگ رشید کے عہد میں تھے اتنے بعد کے کسی عہد میں نہ ہوئے۔

بغداد جو مرکز خلافت تھا عروج کے آخری نقطہ پہ پہنچا۔ یہاں غریبی اور محتاجی کا قلع و قمع ہو گیا۔ ہارون نے خزانوں کے منہ عوام پر کھول دئے۔ ہر روز اپنے مال سے علاوہ زکوٰۃ کے ایک ہزار درہم کا صدقہ دیتا تھا۔ بغداد دنیائے اسلام کا تجارتی مرکز بھی تھا۔ اس لئے ہر طرف سے دولت سمٹ کر یہاں اکٹھی ہونے لگی۔ زندگی نے خوش باشی کا وہ رنگ اختیار کیا جس کی ساحرانہ جھلک آج بھی الف لیلہ کی داستانوں میں ملتی ہے۔ بے شک اس میں تخریب کا پہلو بھی تھا لیکن یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ہارون الرشید کا عہد فارغ البالی کے مرتبۂ کمال پر تھا۔

منصور کے بعد بغداد کی نظر فریب اور عالی شان عمارتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا تھا۔ دجلہ کے دونوں طرف امراء کے خوش نما محلات کھڑے تھے۔ برامکہ کے قصر سب سے بازی لے گئے۔ جعفر نے جو محل بنایا اس پہ اتنی دولت خرچ ہوئی کہ ہارون بھی بدگمان ہو گیا۔

الغرض بغداد اپنی وضع و ہیئت، زیب و زینت، خوش حالی اور خوش وقتی کے لحاظ سے ایک طلسماتی دَور سے گزر رہا تھا۔ اس میں ہارون کی خوش انتظامی اور خوش ذوقی بہت حد تک کارفرما تھی۔

نظم و نسق

ہارون کے عہد میں ابتداءً کچھ شورشیں ہوئیں لیکن ان کا سختی سے قلع و قمع ہوا۔ ۱۸۰ ہجری کے بعد ملک سے بدامنی اور بغاوت کے آثار تقریباً معدوم ہو گیے۔ ہارون کو رعایا کی بہبود و آسائش کی بہت لگن تھی۔ بارہا رات کو بھیس

Marfat.com

بدل کر گلیوں میں پھرتا تھا۔ ایسے خلیفہ کے عہد میں امن شکنی کا وجود مشکل تھا۔ اس نے اپنے حاجب کو حکم دے رکھا تھا کہ جو عرضی آئے اسے میرے سامنے پیش کرو۔

عدلیہ ہارون الرشید نے عدالتی نظام بہتر کرنے کے لئے چند نہایت کارآمد اقدام کیے مثلاً۔

۱۔ قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا۔ تمام مملکت کے قاضی ایک محکمہ میں منسلک ہو گئے۔ قاضی القضاۃ ان کا نگرانِ اعلیٰ تھا۔ وہ ان کو ہدایات دیتا تھا اور ان کی کارگزاری کو زیر نگاہ رکھتا تھا۔ خلیفہ قاضیوں کا تقرر اسی کے مشورہ سے کرتا تھا۔ اس عہدہ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ سب سے پہلے امام ابو یوسف نے اسے زینت دی۔ ان کی کتاب جامع القضاۃ رہنمائی کا کام دیتی تھی۔

۲۔ قاضیوں کا مخصوص لباس تجویز ہوا تاکہ وہ عوام سے ممتاز رہیں۔

۳۔ ہارون الرشید سے قبل عدالتی ریکارڈ کی حفاظت کا خاص اہتمام نہ تھا۔ اب زیر سماعت مقدموں کو مہر کردہ صندوقوں میں رکھنے کا بندوبست ہوا[۱]

قاضی کے انتخاب میں ہارون الرشید کی نظر کس قدر صائب تھی اس کا اندازہ اس مثال سے کیجئے کہ ایک دفعہ اس نے ایک شخص کو قاضی بنانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں فقیہہ نہیں۔ ہارون نے کہا، تم میں شرف ہے اس لئے گھٹیا پن سے بچتے رہو گے۔ دوسرے تم حلیم ہو اس لئے عجلت نہ کرو گے۔

---

[۱] تاریخ القضاۃ فی الاسلام ابن عرنوس۔

Marfat.com

اور جو شخص جلد باز نہیں ہوتا وہ غلطیاں کم کرتا ہے۔ تیسرے تم مشورہ کرتے ہو۔ ایسے شخص کے فیصلے اکثر درست ہوتے ہیں۔ رہا فقہ تو کسی فقیہہ کو تمہارے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اسی قاضی کے دوران منصب کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔[1]

فوج ہارون کو جہاد میں جو بصیرت حاصل تھی وہ اور کسی عباسی تاجدار میں نظر نہیں آتی۔ رومیوں سے اس کے بڑے معرکے ہوئے۔ اس مقصد کے لئے ہارون نے لشکر کا خاطر خواہ اہتمام کیا۔ اسلحہ کا اس قدر شاندار ذخیرہ بہم پہنچایا کہ اس میں دس ہزار تلواریں تو ایسی تھیں جن پر سونا چڑھا ہوا تھا۔[2]

ہارون کو جہاد میں حصہ لینے کا بہت شوق تھا۔ ہر دوسرے سال رومی محاذ پر جا کر شرکت کرتا تھا۔ اس نے رومی پیش دستی کا استیصال کیا اور حریفوں کے سر جھکا دیے۔

سرحدی استحکام ہارون نے سرحدوں کو بیش از پیش مضبوط کیا۔ اس سلسلہ میں اس نے مندرجۂ ذیل اقدام کیے :۔

۱۔ جزیرہ اور شام کی سرحدوں کو ملا کر ایک الگ ولایت (یعنی صوبہ) بنایا تاکہ ان کا انتظام بخوبی ہو سکے۔ اس ولایت کا نام اس نے عواصم رکھا۔[3]

۲۔ سرحدوں پر اسلامی آبادی بڑھائی۔ رومیوں کے مقابلہ میں طرسوس کے سرحدی شہر کی تعمیر و آبادی کی ضرورت مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ ہارون نے ۱۷۲ھ میں اس ضرورت کو پورا کیا۔

---

[1] کتاب عیون الاخبار ۱۔ ۲۲ [2] المامون شبلی [3] بلاذری۔

Marfat.com

اس کے لئے اس نے مصیصہ، مرعش، عین ذربہ اور ہارونیہ وغیرہ کے سرحدی شہر آباد کیے اور کئی قلعے بنوائے[1]

مالیات عباسی حکومت جب سے قائم ہوئی تھی خراج اور لگان کا دروبست عمدہ تھا۔ ہارون کے عہد میں صیغۂ ما صل کا انتظام اور بھی بہتر ہوا۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج لکھی جو اپنے فن میں لاجواب ہے۔ یہ محکمۂ مال کے اہل کاروں کے لئے ایک دستور نامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بدولت تمام مملکت میں مال گزاری کے قواعد یکساں ہوگیے اور بدعنوانیوں کا احتمال بہت گھٹ گیا۔

رفاہِ عامہ ہارون حج بیت اللہ کا بہت دلدادہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے پیدل حج کیا۔ اس مقصد کے لئے مکہ کی راہ ہموار کی گئی۔ جابجا نہروں اور حوضوں وغیرہ سے پانی کا اہتمام ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے شہروں میں بھی اس نے آب رسانی کا عمدہ بندوبست کیا۔ اس سلسلہ میں اس کی بیوی ملکۂ زبیدہ کا کارنامہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ اس نے حجاز میں ایک بارہ میل لمبا چشمہ کھدوایا۔ اس کا نام عین المشاش تھا۔ اس کا پانی مکہ میں آیا۔ اس کے رستہ میں گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی کئی رکاوٹیں آتی تھیں۔ زبیدہ نے زرِ کثیر خرچ کرکے چشمہ کو ان میں سے گزروایا۔[2] یہ چشمہ اب بھی نہر زبیدہ کے نام سے موجود ہے

محکمۂ صحت ہارون الرشید کے عہد میں پہلی بار شفاخانوں کا ایک مستقل صیغہ نظر آتا ہے۔ ہارون اور برامکہ طب کے

---

[1] بلاذری۔ مسعودی ذکر قاہر باللہ

[2] الامامۃ والسیاسۃ۔ مسعودی حال قاہر باللہ۔

Marfat.com

بہت سرپرست تھے۔ انھوں نے متعدد ہسپتال بنوائے۔ ان میں کثیر عملہ کام کرتا تھا۔ ایک ایک ڈاکٹر کے تحت کئی شفا خانے ہوتے تھے۔ ان سب کا نگرانِ اعلیٰ رئیسُ الاطباء کہلاتا تھا[1]

علم و حکمت بنو عباس کا خانوادہ شروع سے علم و حکمت کا شیدا تھا۔ ہارون نے یہ وصف وراثتہً پایا اور اسے بڑھایا۔ جس علمی حرکت کا آغاز منصور نے کیا تھا ہارون نے اُسے کمال تک پہنچایا۔

شعراء، ادباء اور فقہاء کی طرف ہارون کا طبعی میلان تھا۔ ایک بار نابینا عالم کو دعوت پر بُلایا اور اس کے ہاتھ خود دھلوائے[2] حضرت امام مالکؒ سے موطا سننے کے لئے مدینہ حاضر ہوا[3] علماء کی مجلسوں کا اس قدر فریفتہ تھا کہ بھیس بدل کر خود ان کی محفلوں میں جا پہنچتا تھا[4]

ہارون نے علمی ذوق کی پرورش کے لئے نہایت عمدہ ماحول پایا۔ ایک تو بغداد کا شہر جس کی فضائیں ہی علم کی بے تاب روح سے معمور تھیں۔ اس کے علاوہ قاضی ابو یوسف، خاندانِ برامکہ اور ملکۂ زبیدہ، سب علم کے سرگرم خادم تھے۔ برامکہ نے بے اندازہ دولت کمائی لیکن علم و ادب کی سرپرستی میں اڑا دی۔ جعفر کو قتل کرنے سے پہلے ہارون نے اسے کوڑوں سے پٹوایا اور دولت حوالے کرنے کو کہا لیکن اس کا گھر سونے چاندی کی ٹھیکریوں سے خالی تھا[5] ملکہ زبیدہ کی علم پرستی کا یہ حال تھا کہ اس کی سو لونڈیاں تھیں اور وہ سب

---

[1] رسائل شبلی بحوالہ طبقات الاطباء [2] الفخری [3] تاریخ الخلفاء سیوطی۔
[4] الامامۃ والسیاسۃ [5] جشیاری۔

Marfat.com

حافظِ قرآن تھیں[1] ہارون نے ارباب علم کی قدر افزائی کی اور ان کو مال و دولت سے خوب نوازا۔

ہارون نے ملک ملک سے علماء و حکماء کو بلایا۔ اس باب میں مذہب و ملت کا کوئی فرق نہ کیا۔ منکہ طبیب کو ہندوستان سے منگوایا۔ بختیشوع بن جورجیس اس کا شاہی طبیب عیسائی تھا۔ یہ عہدہ اس کے بعد اس کے بیٹے جبریل کو ملا۔ باپ بیٹا دونوں رئیس الاطباء رہے۔

بیت الحکمت :۔ منصور نے اپنے عہد میں غیر ملکی کتابوں کا ترجمہ عربی میں شروع کرایا تھا۔ ہارون نے اسے ایک ادارہ کی حیثیت دی اور ترجمہ کا ایک محکمہ قائم کیا جو بیت الحکمت کہلایا۔ یہ ایک وسیع کتب خانہ اور متعدد ترجمہ نگاروں پر مشتمل تھا۔

کتب خانہ کو خزانۃ الحکمت کہتے تھے۔ اس کا افسرِ اعلیٰ جو ایک بلند پایہ عالم ہوتا تھا امین خزانۃ الحکمت کہلاتا تھا۔

ہارون کے عہد میں بیت الحکمت میں عظیم پیمانہ پر کام ہوا۔ ایشیائے کوچک کی فتوحات کے دوران بے شمار یونانی کتابیں اس کے ہاتھ آئیں۔ ان کو سنبھال کر ساتھ لایا اور خزانۃ الحکمت میں داخل کیا[2] اور ان کو عربی کا جامہ پہنوایا۔

بیت الحکمت کا سب سے پہلا امین ایک عیسائی طبیب یوحنا بن ماسویہ تھا۔ اس نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا[3]

ہارون نے ہندوستان سے بھی بعض طبیب منگوائے جنھوں نے

---

[1] ابن کثیر ۲۰۳ھ [2] رسائل شبلی

[3] ابن الندیم۔ ابن العبری۔

Marfat.com

سنسکرت کی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔ ان میں منکہ طبیب بہت مشہور تھا۔ یہ برامکہ کے ہسپتال کا ناظم اعلیٰ تھا۔[1]

صنعت و حرفت ہارون کے عہد میں صنعت کے بعض گوشے اچانک ترقی کی اس قدر بلندی پر نظر آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہارون الرشید نے شارلیمن شہنشاہ فرانس کو ایک گھڑی تحفۃً بھیجی۔ اس میں چھوٹے چھوٹے بارہ دروازے تھے۔ ہر گھنٹہ کے گزرنے پر گھنٹوں کی تعداد کے موافق دروازے کھلتے تھے۔ اور اسی تعداد کے موافق تانبے کی گولیاں یک آہنی توے پر گر کر آواز دیتی تھیں۔ یہ دروازے برابر کھلے رہتے تھے یہاں تک کہ جب دور پورا ہو جاتا تھا تو بارہ سوار دروازوں سے نکل کر گھڑی کی بالائی سطح پر چکر لگاتے تھے۔[2]

تجارت دنیا کی بین الاقوامی تجارت اموی عہد سے مسلمان تاجروں کے ہاتھ میں تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اسے ترقی ملتی گئی۔ ہارون کے عہد تک بغداد تجارتی لحاظ سے نہ صرف اسلامی مملکت کا دل تھا بلکہ عالمی تجارت کا بھی مرکز تھا۔ دور و دراز خطوں کی خام اشیاء مصنوعات اور دولت امنڈ کر اس شہر میں جمع ہونے لگی۔ سیاحت کا افق پھیلا اور تہذیب و تمدن کا چہرہ روشن ہوا۔

تاریک پہلو ہارونُ الرشید کے عہد کا جائزہ لیتے وقت ایک باریک بین نگاہ یہ دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہے کہ زندگی کی رعنائیوں میں تخریب کے کارندے بھی پوشیدہ تھے۔ جس عیش و عشرت کی بنا ہارون نے رکھی اس نے اس کے خانوادہ کو بہت جلد

---

[1] رسائل شبلی ص ۱۶۳ [2] رسائل شبلی

Marfat.com

ڈبو دیا۔ امین ہارون کا بہت لاڈلا تھا۔ اس نے جس انداز سے حکومت کی اگر مامون سامنے نہ آتا تو عباسی حکومت کے فوری خاتمہ میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ ہارون نے شاہی محلات کو نشاط کے گہوارے بنا کر بعض پہلوؤں سے ملک و ملت کو شدید نقصان پہنچایا اس صاحب اقبال تاجدار کی سیرت میں روشن اور تاریک پہلو دونوں پوری قوت سے جلوہ گر ہیں۔

Marfat.com

۹۱ تا ۹

محمد الامین

۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ

۸۰۸ء تا ۸۱۲ء

ہارون کے بعد محمد الامین کی بیعت ہوئی - امین ملکہ زبیدہ کے بطن سے تھا جو ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی تھی - امین نے ۱۷۰ ہجری میں رُصافہ میں ولادت پائی تھی -

امین بے پروا اور شوقین مزاج تھا - لہو ولعب اور خوش وقتی کا قائل تھا - نہایت فیاض تھا -

امین اور مامون کی ناچاقی

ہارون کو اپنے بیٹوں سے یگانگت کی توقع نہ تھی اس لئے وہ ان کے مناصب کی تقسیم خود ہی کر گیا تھا لیکن اس کی پیش بندی نے کچھ کام نہ دیا - اس کے آنکھ بند کرتے ہی امین

Marfat.com

اور مامون کے درمیان اختلاف نے سر اٹھایا جس نے بڑھتے بڑھتے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ امین کا وزیر فضل بن ربیع تھا اور مامون کا مشیر باتدبیر ذوالریاستین فضل بن سہل۔ انھوں نے بھائیوں کے درمیان آگ بھڑکانے کی تابڑ توڑ کوششیں کیں۔ اگر یہ دونوں وزیر صلح جویانہ روش اختیار کرتے تو حالات رو بہ اصلاح ہو جاتے لیکن انھوں نے اپنے مفاد کی خاطر ہارون اعظم کے بیٹوں میں تلوار چلا دی۔

اختلاف کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہارون نے مامون کی دل جوئی کے لئے مرنے سے پہلے حکم دیا کہ میرا ذاتی سامان، اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ مامون کے پاس بھیج دئے جائیں۔ امین کو اس حکم کی خبر ہوئی تو برا مانا۔ اس وقت ابن ربیع ہارون کے ساتھ تھا۔ اس نے امین کے حکم سے یہ سب اشیاء بغداد پہنچا دیں۔ مامون خراسان میں تھا۔ اسے خبر لگی تو رنجیدہ ہوا لیکن تحمل سے کام لیا۔ امین کو اطاعت کا خط لکھا اور تحائف روانہ کیے۔ امین نے مامون اور مؤتمن دونوں کی ولایت ان کے علاقوں میں تسلیم کر لی[1]

۱۹۴ ہجری میں امین نے اپنے بھائی مؤتمن کو جزیرہ سے معزول کر کے بغداد بلا لیا۔ یہ اقدام ہارون کے طے کردہ عہدنامہ کے خلاف تھا۔ مامون کا ماتھا ٹھنکا کہ کسی دن میری سبکدوشی بھی ہو جائے گی۔ اس نے خراسان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنی شروع کر دی۔ قیام حق، احیائے سنت اور استیصال مظالم کی طرف توجہ کی۔ سرداران قبائل کی دل جوئی کی اور ان کے مراتب بڑھائے

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

خراج کا چوتھائی حصہ معاف کر دیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ مامون ہمارے نبی کا چچیرا بھائی اور ہمارا بھانجا ہے[1]
فضل بن ربیع کو مامون ناپسند کرتا تھا۔ اسے خدشہ ہوا کہ اگر خلافت کسی روز مامون کے ہاتھ آئی تو مجھے الگ کر دے گا اس لیئے وہ مامون کو ولی عہدی سے ہٹانے کے لیئے فکر کرنے لگا۔ امین کو پٹی پڑھائی کہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد نامزد کر دو۔ امین نے شروع میں ہامی نہ بھری لیکن پھر مان گیا۔ اور موسیٰ کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ مامون کو علم ہوا تو امین سے مراسلت ترک کر دی۔ اس کا نام سکوں پہ کندہ کرنا چھوڑ دیا اور کھلم کھلا اختلاف کا اظہار کیا[2]
اس اثناء میں رافع بن لیث اور ہرثمہ دو جرنیل مامون سے ملحق ہو گئے۔ امین کو برا لگا۔ اس نے مامون کو خط لکھا اور سرکردہ امراء کو سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولی عہدی تسلیم کرو۔ ان میں سے ایک نے مامون کی بیعت کر لی اور بغداد جا کر مامون کے لیئے خفیہ خبر رسانی کا کام کرنے لگا[3] اس کے بعد امین نے مامون سے کچھ علاقہ طلب کیا۔ مامون نے اس سے بھی انکار کیا[4] اب امین نے مامون کے پاس تحفے بھیج کر اسے بلا بھیجا۔ مامون تیار ہو گیا کیونکہ اس میں مقابلہ کا حوصلہ نہ تھا۔ لیکن اس کے امراء نے ہمت بندھائی اور جانے سے منع کیا۔ مامون نے امین کو تحریر کیا کہ والد ماجد نے مجھے اس صوبہ میں متعین کیا تھا تاکہ سرحدوں کی

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن اثیر

Marfat.com

حفاظت کروں۔ میں حاضر نہیں ہو سکتا[2] فضل بن ربیع کے لئے نادر موقع تھا۔ اس نے امین کو اکسایا کہ مامون کی ولی عہدی کی منسوخی کا اعلان کرا دیا۔ امین اور مامون کے درمیان طویل خط و کتابت ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا[3] مامون نے تیاریاں تیز تر کر دیں اور ناکے بند کر دیئے تاکہ جاسوسی نہ ہو سکے[4] مامون نے آس پاس کے سرحدی بادشاہوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے طے کر لیئے[5] امین نے کعبہ سے ہارون کا وصیت نامہ منگوا کر چاک کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ سب سکے جن پر مامون کا نام ہے غیر قانونی ہیں۔ آئندہ خطبات میں مامون کا نام نہ لیا جائے[6] ادھر مامون نے بھی امام المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا[7]

امین اور مامون کے درمیان جنگ

پہلی فوج: امین نے ۱۹۵ ہجری میں علی بن عیسیٰ کو چالیس ہزار کا آراستہ لشکر دے کر مامون کے خلاف بھیجا۔ روانگی سے قبل زبیدہ لشکر میں آئی اور علی بن عیسیٰ کو نصیحت کی کہ مامون کو گرفتار کرنے بعد اس کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ اسے نقرئی بیڑی دی کہ مامون کو اس میں باندھ کر احترام سے لانا۔ رے کے مقام پر مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے چار ہزار لشکر کے ساتھ سامنا کیا۔ بغدادی فوج کو خراسانی فوج کے سامنے ٹھہرنا مشکل تھا۔ خراسانی ایک تو بغداد کی شہری فوج

---

۱ ابن اثیر ۲ ابن اثیر ۳ ابن کثیر ۴ ابن اثیر ۵ ابن اثیر
۶ ابن کثیر ۷ ابن کثیر۔

Marfat.com

کے مقابلہ میں زیادہ بہادر اور سخت جان تھے اور دوسرے انھیں مامون سے سچی ارادت تھی۔ بغدادی فوج بھاگی اور علی مارا گیا۔ امین مچھلی کا شکار کر رہا تھا کہ یہ خبر پہنچی۔ سن کر قاصد سے کہا، تمھارا بُرا ہو، مجھے نہ چھیڑو۔ کوثر (غلام) نے دو مچھلیاں شکار کر لی ہیں اور میں نے ایک بھی نہیں پکڑی۔ بعد میں امین نے جب دیکھا کہ شکست نے بغداد میں اضطراب پیدا کر دیا ہے تو ہوش آئے اور عہد شکنی پہ نادم ہوا[1]

دوسری فوج (۱۹۵ھ)

امین نے اب ایک اور لشکر بھیجا جس کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اس کا سالار عبدالرحمٰن بن جبلہ تھا۔ طاہر بن حسین سے ہمدان کے قریب ایک شدید جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے کثیر جانیں ضائع گئیں۔ بغدادی فوج نے بزدلی دکھائی۔ عبدالرحمٰن بن جبلہ بھاگ کر ہمدان میں پناہ گیر ہوا۔ مختصر سے محاصرہ کے بعد عبدالرحمٰن نے صلح کی التجا کی۔ طاہر نے اسے امان دے دی۔ عبدالرحمٰن بغداد کا قصد کر کے روانہ ہوا لیکن پھر خراسانی فوج کو غافل دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اور بہت لوگ مار دیئے۔ خراسانیوں نے مقابلہ پر تلوار اٹھائی تو بغدادیوں کے قدم جم نہ سکے۔ عبدالرحمٰن کام آیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے[2]

فراری فوج شہر میں آئی تو ہلچل مچ گئی اور نظام متزلزل ہونے لگا۔ طاہر نے امین کے عہدہ داروں کو قزوین اور اس کے اطراف سے نکال دیا۔ وہاں کے کارندوں نے کام سنبھالا اور اس کی طاقت

---

[1] ابن کثیر
[2] ابن کثیر

Marfat.com

بڑھ گئی۔ ادھر شام میں اچانک بغاوت ہو گئی۔ امین کو اس کی سرکوبی کے لیے لشکر کشی کرنی پڑی[1]

ان حالات میں بھی امین نہ گھبرایا اور برابر خوش وقتی اور نادنوش میں مصروف رہا۔ فضل بن ربیع جھنجلا اٹھا۔ اس نے ایک عرب سردار اسد بن یزید کو بلایا۔ فضل کی آنکھیں اس وقت غصہ سے انگارہ تھیں۔ اس نے اسد سے کہا کہ موت لشکروں پر سوار ہو کر امین کی طرف آ رہی ہے ورمصیبت نیزوں کی انیوں اور تلواروں کی دھاروں کی صورت میں چلی آتی ہے لیکن امین بے فکری کی نیند سو رہا ہے اور ادھر اس کا بھائی مامون دور بیٹھے تاک تاک کر تیر نشانہ پر پھینک رہا ہے۔ اے اسد ہم ایک تنے کی دو شاخیں ہیں۔ ہم پختہ رہے تو تنہ بھی مضبوط رہے گا۔ ورنہ امین کے ساتھ ہم بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ تم مامون کے مقابلہ میں تیار ہو جاؤ۔ ربیع اور اسد دونوں امین کے پاس گئے۔ اسد نے رائے دی کہ اگر مامون اطاعت نہ کرے تو اس کے دونوں بیٹے جو اس وقت بغداد میں امین کے پاس ہیں قتل کر دئے جائیں۔ امین کی حمیت نے جوش کھایا اور اسد سے کہا کہ میں تمھیں رفعت دلا رہا ہوں اور تم مجھے اپنے کنبہ کو ذبح کرنے کا سبق پڑھاتے ہو۔ امین نے اسد کو قید میں ڈال دیا اور پھر اس کے چچا احمد بن مزید کی سفارش پر رہا کیا[2]

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امین کے دل میں اپنے بھائی کے خلاف عداوت تھی بھی تو دیوانگی کی حد تک نہ تھی۔ ایک تو وہ طبعاً ابالی تھا اور دوسرے یہ دیکھ کر کہ متابعہ بھائی سے ہے

---

[1] ابن کثیر ۔ [2] ابن اثیر

Marfat.com

اس نے گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ جنگی تیاریوں میں فضل بن ربیع
کا ہاتھ کام کر رہا تھا جسے امین سے زیادہ اپنی گردن کی فکر تھی۔

تیسری فوج:

امین نے احمد بن مزید اور عبداللہ بن قحطبہ کو بیس بیس ہزار
کے دو لشکروں کے ساتھ روانہ کیا۔ امین کی یہ فاش غلطی تھی کہ
ایک ہی فوج پر دو الگ الگ سردار مقرر کئے۔ طاہر بن حسین
نے اس دوئی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ طاہر اس وقت حلوان میں تھا۔
شاہی فوج قریب آئی تو اس نے اپنے گرد خندق کھود لی اور
سرِ میدان آنے کے بجائے انھیں دھوکے سے شکست دینے کی سوچی۔
اس نے شاہی کیمپ میں جاسوس روانہ کیے تاکہ دونوں سرداروں اور
فوج کے درمیان پھوٹ پیدا کریں۔ انھوں نے طرح طرح کی افواہیں
پھیلائیں جن میں سے ایک یہ بھی کہ امین نے اپنے ملازموں میں تنخواہیں
تقسیم کر دی ہیں اور ان کی شرحیں بہت بڑھا دی ہیں۔ اس افواہ
سے نہ صرف فوج میں بلکہ سالارانِ لشکر میں بھی نزاع پیدا ہو گئی اور
باہم تلوار چل گئی۔ نتیجہ یہ کہ دونوں امیر طاہر سے جنگ کیے بغیر
واپس چلے گیے[1]

مامون ابھی تک امام المومنین کہلاتا تھا۔ اب اس نے خلافت
کا دعویٰ کیا اور امیر المومنین کہلانے لگا[2] اس نے طاہر کے علاوہ
ہرثمہ بن اعین کو بھی امین کے خلاف مامور کیا[3] یہ دونوں سالار

---

[1] ابن اثیر: ابن کثیر
[2] ابن اثیر۔
[3] ابن کثیر۔

Marfat.com

نہایت تیز رفتاری سے امین کے علاقے زیر نگین کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

مامون کی حرمین میں بیعت:۔ مکہ کے عامل داود بن علی نے عمائد ملت کو اکٹھا کرکے کہا کہ ہارون نے اپنے بیٹوں کے حق میں ہماری بیعت لی تھی اور قرار داد کعبہ میں محفوظ رکھ دی تھی لیکن امین نے عہد شکنی کی اور اپنے دودھ پیتے بچے کی ولی عہدی کا اعلان کردیا اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے لہٰذا ہماری اطاعت کا حق دار نہیں۔ سب نے اس سے اتفاق کیا۔ امین کی بیعت فسخ کردی اور مامون کی اطاعت کرلی[1]

بغداد کا حال:

امین کی پے در پے ناکامیوں کو دیکھ کر بغداد کی ایک کثیر آبادی نے اس سے سرکشی کی اور مامون کے حق میں ہوگئے۔ بغداد کے گلی کوچوں میں جنگ چھڑ گئی۔ عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ نے امین کو حراست میں لے لیا اور اس کی ماں زبیدہ کو کوڑوں سے پٹوایا۔ لیکن فوج نے امین کا ساتھ دیا اور اسے رہا کرکے زمام اختیار سونپی۔ چند روز بعد فضل بن ربیع فرار ہوگیا[2]

امین بغداد کی شورشوں میں گرفتار تھا اور طاہر امین کے صوبوں پر قبضہ کیے جارہا تھا۔ امین کے تصرف میں بہت کم علاقے رہ گیے طاہر نے بغداد کا رُخ کیا اور صرصر ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ امین نے اس کو روکنے کے لیے یکے بعد دیگرے کئی لشکر بھیجے لیکن ناکام رہے[3]

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر [3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

۱۹۷ ہجری میں طاہر اور ہرثمہ نے بغداد کو گھیرے میں لے لیا شہر کے باہر منجنیقیں نصب کیں اور اندر جاسوسوں اور کارندوں کو بھیجا کہ امین کے خلاف بے چینی پھیلائیں۔ جگہ جگہ فتنے بھڑکنے لگے امین کے حامیوں اور مخالفوں میں جھڑپوں کا دروازہ کھل گیا۔ شہر کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ لوٹ مار عام ہو گئی یہاں تک کہ بھائی کی تلوار بھائی کی گردن پر چلنے لگی[1]

امین پر حصار کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ اس کے لشکری ایک ایک کرکے بھاگنے اور طاہر کے پاس پناہ لینے لگے۔ امین کی نقدی ختم ہو گئی۔ سرکاری سامان بیچنا شروع کیا اور سونے چاندی کے سکے ڈھلوائے۔ جب بہت مایوس ہوا تو جانے کس مصلحت سے گراں بہا محلات اور مکانات کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا۔ ادھر طاہر نے بھی بیرونی علاقوں میں یہی کارروائی شروع کی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بغداد راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا[2]

طاہر نے اعلان کیا کہ جو شخص مامون کی بیعت کرے گا اس کو امان حاصل ہوگی۔ چیدہ چیدہ امراء اور عوام نے اس کا رُخ کرنا شروع کیا۔ جو محلے اس کے قبضہ میں تھے وہاں امن و امان بحال ہو گیا تھا[3] اس لیے لوگ اس کی طرف راغب ہونے لگے۔

محاصرہ پر تقریباً ایک برس گزر گیا۔ امین کی تنگ دستی اور تنگ حالی حد سے گزرنے لگی۔ ایک دن امیروں اور مشیروں کو اکٹھا کیا۔ پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ [3] ابن کثیر۔

Marfat.com

بعد فیصلہ ٹھہرا کہ امین ہرثمہ کے پاس پناہ لے۔ ہرثمہ کو پیغام بھیجا گیا تو اس نے بخوشی منظور کیا اور قول دیا کہ فلاں رات امین کو خود لینے آؤں گا۔ امین نے مقررہ وقت پر خلافت کا لباس زیب تن کیا بچوں کو بلا کر سینے لگایا اور آنسو پونچھتا ہوا محل سے نکلا۔ ہرثمہ پیشوائی کو موجود تھا۔ اس نے اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لیا۔

طاہر کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ امین میری فوج کے علاقہ میں ہے اور میرے محاصرہ سے عاجز آکر امان کا طالب ہوا ہے۔ اب اگر وہ ہرثمہ کی پناہ اختیار کرے تو فتح ہرثمہ کے حصّہ میں آئے گی۔ طاہر چند آدمی لے کر موقع پر پہنچا اور کشتی پر پتھر برسا کر اسے غرقاب کر دیا۔ امین بڑی مشکل سے تیرتا ہوا کنارے لگا۔ چند سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے ایک مکان میں بند کر دیا وہ نیم عریاں حالت میں تھا۔ خوف اور دہشت سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ آدھی رات کے بعد طاہر کے بھیجے ہوئے آدمی اسے قتل کرنے آئے۔ امین اٹھا اور کہنے لگا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کیا میرا کوئی فریاد رس نہیں؟ اس نے سرہانہ اٹھا کر اپنی ڈھال بنایا اور قاتلوں کو روکنا چاہا۔ انھوں نے اسے زخمی کر کے گرایا اور سر کاٹ کر الگ کر دیا۔[1] امین کے قتل کے بعد شہر میں امن ہو گیا۔ لوگوں نے مامون کی بیعت کر لی۔[2]

امین کا سر طاہر کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے نیزہ پر گاڑ کر ایک دروازے کے پاس نصب کیا۔ اس کے بعد اسے مامون کے پاس روانہ کیا۔ مامون دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لایا لیکن اس کے

---

[1] ابن کثیر، ابن اثیر۔ [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

دل میں طاہر کے خلاف گرہ پڑ گئی کیونکہ مامون نے امین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔[1]

فضل بن ربیع امین کو موت کے حوالے کرکے روپوش ہوگیا۔ مامون نے اسے امان نامہ لکھ بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس حاضر ہوا تو معاف کردیا لیکن فضل کے بگڑے دن سنور نہ سکے۔ وہ ۲۰۸ ہجری میں گمنامی کی موت مر گیا۔[2]

مامون اور امین کی خانہ جنگی کے نتائج

مامون اور امین کی خانہ جنگی کے

مندرجۂ ذیل نتائج تھے۔

۱۔ بغداد کے شہر کو بے اندازہ نقصان پہنچا۔ کتنے ہی گھر خاک سیاہ ہوئے اور گھرانے بربادی کی آغوش میں چلے گئے۔

۲۔ خلیفہ کو گرفتار کرکے نہایت بے دردی سے ذبح کیا گیا۔ اس سے خلافت کی بہت بے رعبی ہوئی۔

۳۔ فضل بن سہل خلیفہ پر حاوی ہوگیا۔ اسے بہت مدت تک کاروبار حکومت سے جدا رکھا۔ جگہ جگہ بغاوتیں رونما ہوتے گئیں۔

۴۔ فضل بن سہل عجمی تھا۔ اس کے دم سے عجمیت کا فروغ شروع ہوا اور عربوں کی قومیت اور تہذیب کا وقار گھٹنے لگا۔

۵۔ علویہ کی قدر افزائی ہوئی۔ عجم کے لوگ اہل بیت کے بہت معتقد تھے۔ ان کی برتری کے ساتھ اہل بیت کی قدرومنزلت

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر سنہ ۲۰۸۔

Marfat.com

بھی بڑھی۔ مامون نے حضرت علی الرضا کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

Muhammad
RAFIQUE Engrs
B A Student

Marfat.com

عبداللہ المامون

۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ

۸۱۳ء تا ۸۳۳ء

ابتدائی حالات امین کے قتل کے بعد مامون حکومت پر قابض ہوا۔ مامون ۱۷۰ ہجری میں ایک ونڈی مراجل نام کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس رات وہ عالم وجود میں آیا اس رات ہادی نے وفات پائی اور مامون کے باپ ہارون کو خلافت کا مژدہ ملا۔

مامون نے متعدد علوم میں دستگاہ پیدا کی تھی۔ قرآن حکیم کا حافظ تھا۔ حدیث اور فقہ کے علاوہ نحو، عربیت، علم الکلام اور علم نجوم میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس کو خوش قسمتی سے جعفر برمکی ایسا اتالیق میسر ہوا جس نے اس کی قدرتی استعداد کو قابلیت

Marfat.com

اور اہلبیت کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔

مامونی حکومت کا پہلا دَور

مامون کے عہدِ حکومت کو ہم دو حصّوں میں تقسیم کریں گے۔ پہلا دَور ۱۹۸ تا ۲۰۲ ہجری تک ہے۔ ان دنوں مامون خود خراسان کے مرکز مرو میں مقیم رہا اور سلطنت میں ہر طرف فتنوں کے جھکڑ چلتے رہے۔ دوسرا دور قیام بغداد کا ہے۔ یہ امن اور تعمیر کا دَور ہے۔

مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کی مدد سے حکومت حاصل کی تھی اس لئے اس کا بہت مرہون احسان تھا۔ اسے ذوالریاستین کا لقب دیا اور بعض بڑے بڑے صوبے اس کے تصرف میں دے دیئے[1] ذوالریاستین کے معنی ہیں دو ریاستوں والا۔ یعنی ریاستِ حرب (امارتِ فوج) اور ریاستِ تدبیر (وزارت) دونوں کا مالک[2]

فضل بن سہل سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کی کوشش رہی کہ مامون مرو ہی میں بیٹھا رہے اور اسے امورِ حکومت کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ مامون نے تقریباً چار برس یہیں اقامت رکھی۔ فضل اس اثناء میں من مانی کارروائیاں کرتا رہا۔ فضل کی خودسری کی وجہ سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ عوام میں مشہور ہو گیا کہ اس نے مامون کو مغلوب کر کے ایک قلعہ میں بند کر رکھا ہے[3] بنو ہاشم اور دیگر عمائد قوم یہ سن کر ناراض ہوئے۔ عوام میں بھی

---

[1] ابن کثیر۔

[2] جہشیاری صہ ۳۰۵۔

[3] ابن اثیر۔

Marfat.com

شبہات پھیلے۔ قسمت آزماؤں کو موقع ملا اور ہر طرف فتنوں اور شورشوں کا دَور دَورہ ہو گیا۔

نصر بن سیار بن شبث کی بغاوت

مامون کی خلافت کے پہلے ہی برس شام کے علاقہ میں ایک شخص نصر نام نے جو امین کا حامی تھا بغاوت کر دی۔ وہ تقریباً گیارہ برس حکومت کو چیلنج کرتا رہا۔ مامون کی چھوٹی موٹی مہیں ناکام رہیں۔ آخر عبداللہ بن طاہر بن حسین نے پانچ برس کی جنگ کے بعد اسے محصور کیا۔ نصر نے تنگ آکر امان طلب کی۔ عبداللہ نے مامون کو اطلاع دی۔ اس نے اجازت دے دی اور نصر امان حاصل کر کے ۲۱۰ ہجری میں بغداد میں مامون کے پاس حاضر ہوا[1]

حسن بن الہرش کی بغاوت

۱۹۸ ہجری میں ایک شخص حسن بن الہرش نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ لوٹ مار کی اور فساد پھیلایا۔ مامون کے لشکر نے ۱۹۹ ہجری میں اس کا خاتمہ کیا[2]

ابن طباطبا

۱۹۹ ہجری میں محمد بن ابراہیم نے جو ابن طباطبا کہلاتے تھے کوفہ میں خروج کیا۔ آپ حضرتِ حسن مثنیٰ کی اولاد سے تھے۔ رضا من آلِ محمد اور کتاب و سنت کی دعوت دیتے تھے۔ کوفہ اور اس کے نواح کے علاوہ بعض دُور افتادہ علاقوں کے بادیہ نشین بھی ان کی فوج میں شامل

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔
[2] ابن کثیر

Marfat.com

ہو گئے[1]

ابن طباطبا کا دستِ راست ایک شخص ابوالسرایا سری بن منصور شیبانی نام تھا[2] ابو سرایا پہلے گدھے کرایہ پر چلاتا تھا پھر لوٹ کھسوٹ اور قزاقی کا پیشہ اختیار کیا۔ بعد میں مختلف امرائے فوج کے تحت وقتاً فوقتاً کام کرتا رہا۔ امین کے محاصرہ کے دوران ہرثمہ کے لشکر میں تھا۔ پھر اس سے ناراض ہو کر چلا گیا اور اِدھر اُدھر چھاپے مارتا رہا۔ محمد بن ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ان کی بیعت کر لی۔ کوفہ کے قبضہ میں اس کی مدد شامل تھی[3]

حسن بن سہل نے بغداد سے دس ہزار فوج کوفہ کی بازیافت کے لئے بھیجی۔ مقابلہ ہوا تو ابن طباطبا نے فتح پائی لیکن دوسرے روز اچانک رحلت کر گئے۔ آپ کی وفات کے بارے میں خیال ہے کہ ابوالسرایا نے آپ کو زہر دے دی تھی۔ آپ کی زندگی میں ابوالسرایا کا چراغ جلنا مشکل تھا۔ وہ اقتدار کا بھوکا تھا اس لئے آپ کو رستہ سے ہٹا دیا[4]

ابوالسرایا نے ایک کم عمر سید زادے محمد بن محمد کو ابن طباطبا کا جانشین کیا۔ محمد بن محمد حضرت حسینؓ کی اولاد سے تھے۔ ابوالسرایا نے آپ کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر اختیارات کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھی۔ بغداد سے چار ہزار کا ایک اور لشکر آیا۔ ان میں سے کوئی واپس نہ جا سکا، یا مارا گیا یا گرفتار ہوا[5] اس کے

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن اثیر [4] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔
[5] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

بعد ابو السرایا کی طاقت اچانک بڑھ گئی۔ حجاز، یمن، فارس وغیرہ پر اس کے عمّال قابض ہو گئے۔ کوفہ میں ابو السرایا نے اپنے سکے ڈھالے[1]

حالات دگرگوں ہو گئے تو حسن بن سہل نے ہرثمہ کو مدد کے لئے لکھا۔ ہرثمہ نے ابو السرایا کے لشکروں کو تابڑ توڑ شکستیں دیں اور انھیں کوفہ تک محدود کر دیا۔ پھر کوفہ کو گھیر لیا۔ کوفیوں نے تنگ آکر ابو السرایا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ کوفہ سے نکل گیا اور ہرثمہ نے قبضہ کر لیا۔ ابو السرایا پہلے قادسیہ گیا۔ وہاں سے نکلا تو ایک مامونی حاکم نے رستہ میں روکا۔ ابو السرایا گھائل ہو کر جزیرہ میں اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ اس کے سب ساتھی چھٹ گئے۔ رستہ میں شاہی فوج نے ایک دستہ نے اسے گرفتار کر لیا اور حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا۔ اس نے گردن مروا دی۔ سر مامون کے پاس بھیجا۔ جسم کے دو ٹکڑے کروائے اور بغداد میں دجلہ کے دونوں پلوں پر ایک ایک حصہ آویزاں کیا۔[2]

ابو السرایا نے تقریباً دس ماہ کوفہ اور اس کے گردو نواح میں حکومت کی۔ اس نے بنو عباس کے حامیوں پر بڑے بڑے مظالم کیے اور کوفہ میں ان کے گھروں کو جلا دیا۔ اس اثناء میں اس نے ایک سپہ سالار حسینُ الافطس بن حسن کو مکہ پر قبضہ کے لئے بھیجا۔ عباسی حاکم اس کی آمد کی خبر سن کر فرار ہو گیا۔ حسینُ الافطس نے کعبہ سے عباسیوں کے پہنائے ہوئے غلاف اتروائے اور ابو السرایا کا بھیجا ہوا غلاف پہنایا۔ اس پر ابو السرایا

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

کا نام تھا۔ جن جن لوگوں کے پاس بنو عباس کی امانتیں تھیں چھین لیں۔ بعض لوگ غلط فہمی میں اپنے اموال سے بھی محروم کر دیئے گیے اس کے ساتھیوں نے مزید ظلم یہ کیا کہ کعبہ اور مسجدِ حرام میں جو قیمتی چیز نظر آئی اس پر قبضہ کر لیا۔ حد یہ کہ مسجدِ حرام کی جالیاں اکھڑوا کر ادنیٰ داموں بیچ دیں۔ اہل مکہ پر ناگفتہ بہ مظالم ہوئے۔ کئی لوگ بھاگ کر پہاڑیوں میں جا چھپے[1] جب افطس کو ابوالسرایا کی موت کی خبر ملی تو گھبرایا۔ اس نے ایک عابد، دین دار اور ہردلعزیز شخص محمد بن جعفر صادق سے درخواست کی کہ آپ اپنی خلافت کا اعلان کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ انھوں نے انکار کیا لیکن افطس کے اصرار پر مان گیے حسن الافطس نے محمد بن جعفر صادق کی بیعت کر لی۔ وہ بہت بوڑھے تھے۔ سب اختیارات افطس نے ہاتھ میں رکھے۔ عباسی لشکر آیا تو افطس ایک مقابلہ کے بعد بھاگ نکلا[2] ابوالسرایا کے حامی اس کی وفات کے بعد بھی کچھ دن شورش کرتے رہے[3]

ابراہیم جزّار ابراہیم بن موسیٰ علوی نے ابوالسرایا کے قتل کے بعد مکہ سے نکل کر یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ۲۰۰ ہجری میں ایک عقیلی کو حج کے لئے روانہ کیا۔ اس نے حاجیوں کو لوٹ لیا۔ شاہی دستہ نے انھیں شکست دے کر مال واپس لیا۔ ابراہیم نے یمن میں اس قدر خوں ریزی کی کہ لوگ اسے جزّار (قصاب) کہنے لگے[4]

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن کثیر
[4] ابن اثیر ص ۱۲ و ۲۸۔

Marfat.com

زیدُ النّار ۲۰۰ ہجری میں زید بن موسیٰ علوی نے بصرہ پر قبضہ کیا۔ بنو عباس اور ان کے حامیوں کے گھر جلا دئے جو سیاہ لباس والا آدمی ملتا اسے جلا دیتا۔ اس بے باک آتش زنی کی وجہ سے لوگ اسے زیدُ النّار (آگ والا زید) کہتے تھے۔ مامون کا لشکر آیا تو زید نے بغیر مقابلہ کئے امان طلب کر لی جو مل گئی[1]

بغداد میں بد نظمی مامون حکومت کی باگ ڈور فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل کے حوالے کرکے مرو میں بے فکری کے دن گزار رہا تھا۔ فضل نے اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ خلافت کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ عراق اور بغداد میں آئے دن جو ہنگامے اُٹھ رہے تھے مامون کو ان کی خبر نہ تھی۔ ہرثمہ نے ابو السرایا کو شکست دینے کے بعد فیصلہ کیا کہ مامون کو سب حالات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ وہ مرو کی طرف روانہ ہوا۔ فضل کو ہرثمہ کی نیّت سے آگاہی ہوئی تو مامون کے کان بھرے کہ ہرثمہ کی ابو السرایا سے ساز باز تھی۔ اس نے ابو السرایا کو مقابلہ پر اکسایا تھا۔ مامون پر ان دنوں فضل کا جادو سوار تھا۔ وہ مان گیا۔ ہرثمہ مامون کے پاس حاضر ہوا تو اس نے زدوکوب کے بعد قید میں ڈال دیا۔ چند دن بعد قتل کروا دیا[2]

بغداد میں ہرثمہ کے مآل کی خبر پہنچی تو رنج والم کی لہر دوڑ گئی ہرثمہ ایک محبوب جرنیل تھا۔ وہ عرب تھا اور سہل کے بیٹے عجمی تھے۔ عرب آبادی کو ہرثمہ کی موت کا بہت صدمہ ہوا وہ جان گیے کہ یہ فضل اور حسن کی سازش کا نتیجہ ہے۔ حسن کا سلوک بغدادی فوج سے

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر

Marfat.com

اچھا نہیں تھا۔ ان کی تنخواہیں بھی کئی ماہ سے واجب الادا تھیں۔ فوج کے ایک حصہ نے بغاوت کر دی۔ بغداد میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حسن کے حامیوں کا اور ایک مخالفین کا تھا۔ تین روز کی جنگ کے بعد اس شرط پر عارضی صلح ہوئی کہ وہ انھیں تنخواہ کا کچھ حصہ رمضان کے اخراجات کے لئے دے گا۔ اس نے اس عہد کا ایفاء نہ کیا۔ اور بدستور ٹالتا رہا۔[1]

حسن بن سہل بغداد کا نظام بحال رکھنے میں ناکام رہا۔ یہ نہایت بے تدبیر اور متعصب شخص تھا۔ اس کو بغداد اور اہل بغداد سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس لئے نظم و نسق بد سے بدتر ہوتا گیا۔

۲۰۱ ہجری تک بغداد کی بدنظمی انتہاء کو پہنچ گئی۔ بغداد اور اس کے نواح میں عیاروں، شاطروں اور فاسقوں کی بہتات ہو گئی۔ غنڈے راہ چلتوں کو روکتے اور ان کے مال و آبرو پر حملہ کرتے تھے۔ لوگوں کے دروازوں پر پہنچ کر زبردستی قرض یا عطیہ طلب کرتے۔ اگر صاحبِ خانہ انکار کرتا تو اندر گھس کر سارا گھر لوٹ لیتے تھے۔ شہر والوں نے منصور بن مہدی کو مجبور کیا کہ خلافت ہاتھ میں لے لیں۔ انھوں نے پہلے نہ مانا لیکن پھر لوگوں کے اصرار پر مامون کے نائب کی حیثیت میں انتظام سنبھال لیا۔ حسن بن سہل کے نائب کو نکال دیا گیا۔ منصور بن مہدی بھی امن بحال نہ کر سکا۔ آخر دو شخصوں خالد الدریوش اور سہل بن سلامہ نے جمعیت بنا کر اوباشوں کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد حسن نے آ کر فوج سے مصالحت کر لی اور منصور بن مہدی ایک طرف ہو گئے۔[2]

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

بابک خُرّمی

۲۰۱ ہجری میں بابک خُرّمی نے ایک نئے مذہب کی بنا رکھی۔ بعض نادان اور جاہل لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ بابک کا دعویٰ تھا کہ جاویدان ایک لا فنا ہستی تھی۔ اس کی روح اب میرے بدن میں مکین ہے۔ بابک نے اپنے مریدوں کو جنسی آزادی دے دی۔ اس لئے اس کا قبیلہ خرم (خوش باش) کہلایا۔ بابک کی جماعت بہت بڑھی۔ اس کا مرکز کوہستان میں تھا۔ شاہی فوج اس کی سرکوبی سے عاجز تھی۔ خرمی تقریباً بیس برس بعد معتصم کے عہد میں گرفتار ہوا[۱] بعض مورخین کا خیال ہے کہ بابک خرامی ابو مسلم خراسانی کی اولاد سے تھا۔[۲]

حضرتِ علی الرِضا کی ولی عہدی

مامون اہل بیت کا بہت معتقد تھا۔ آٹھویں امام حضرت علی الرضا ان دنوں زندہ تھے۔ آپ نہایت پاک باز اور قابل ہستی تھے۔ مامون ان کی خوبیوں کا بہت معترف تھا اور دین و عمل میں ان سے بہتر کسی کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے امام علی رضا کے حق میں دست بردار ہونے کا ارادہ کیا۔ امام نے نہ مانا تو انھیں اپنے بعد ولی عہد نامزد کر دیا۔ ۲۰۱ ہجری میں ان کے لئے بیعت لے لی اور فرمان جاری کیا کہ حکومت کا شعار اب بجائے سیاہ کے سبز لباس ہو گا۔[۳] اس نے امام علی سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح کر دیا اور ان کے بیٹے محمد سے اپنی دوسری بیٹی ام فضل کا۔[۴]

---

[۱] ابن کثیر۔ ابن اثیر [۲] عبید اللہ لمہدی از حسن ابراہیم صد ۲۳ [۳] ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۴۷ و ۲۵۰ [۴] ابن کثیر سنہ ۲۰۲ھ

Marfat.com

ابراہیم بن المہدی کی بغاوت

مامون نے جناب علی الرضا کو ولی عہد مقرر کیا تو عباسیوں نے مقابلہ کی ٹھان لی۔ مہدی کے دو بیٹوں ابراہیم اور منصور نے ان کی قیادت سنبھالی۔ ۲۰۲ ہجری کے پہلے دن ابراہیم بن مہدی کی المبارک کے نام سے بغداد میں بیعت ہو گئی[1] عوام کی اکثریت نے دل و جان سے ابراہیم کا ساتھ دیا کیونکہ ان کے خیال میں مامون ایک بے بس حکمران تھا اور اصل حکومت فضل بن سہل کے ہاتھ میں تھی۔ فضل اہل بیت کا بہت ارادت مند اور ہواخواہ تھا۔ لوگوں نے سوچا کہ اسی نے امام علی کو ولی عہد نامزد کیا ہے[2]

ابراہیم نے کوفہ اور ارض سواد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پاس خزانہ کی کمی تھی اس لئے فوجوں کو تنخواہیں نہ دے سکا۔ سپاہ نے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مچا دی۔ ادھر بغداد کی آبادی بھی دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک گروہ نے مامون کی حمایت کی اور ابراہیم سے برسر جنگ رہا[3]

مامون کی بغداد کو روانگی (۲۰۲ ہجری)

مامون کی حکومت کے پرزے ہو رہے تھے اور اسے خبر نہ تھی۔ بغداد پر ابراہیم کا قبضہ تھا۔ عراق و عرب کے دیگر علاقوں میں طوائف الملوکی کا سا نقشہ تھا۔ لیکن مامون اپنی آنکھوں پر فضل بن سہل کی پٹی باندھے مرو میں راحت کے مزے لے رہا تھا۔

فضل کا اس قدر دبدبہ تھا کہ کسی امیر کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن کثیر

Marfat.com

مامون کو بگڑے ہوئے حالات سے آگاہ کرے۔ آخر حضرتِ علی الرضا نے مامون کی آنکھوں سے پردہ ہٹایا اور صاف صاف بتا دیا کہ عراق شورشوں اور فتنوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، بنو عباس نے مشہور کر رکھا ہے کہ مامون سحر زدہ اور زندان نشین ہے، بنو عباس میری بیعت کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ مامون نے امراء و اقرباء سے امام رضا کی اطلاعات کی تصدیق چاہی تو انھوں نے فضل بن سہل کے جوشِ انتقام سے بچنے کے لئے پہلے اس سے امان حاصل کی اور پھر امام رضا کی تصدیق کی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ہرثمہ اور طاہر تمھارے خیرخواہ تھے۔ تم نے فضل کے بہکاوے میں آکر ہرثمہ کو ہلاک کر دیا اور طاہر بن حسین کو رقہ بھیج دیا جہاں وہ بے کار پڑا ہے اور تمھاری کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ مملکت کا طول و عرض شر و فساد سے معمور ہو چکا ہے۔ مامون نے یہ سن کر بغداد جانے کا فیصلہ کیا[1] فضل بن سہل کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو جن امراء نے مامون کے سامنے حالات کھولے تھے انھیں مارا پیٹا اور ڈاڑھیاں نچوادیں[2] حالانکہ انھیں مامون کی طرف سے امان حاصل تھی۔ مامون نے در گزر کیا اور فضل کو ہمراہ لے کر بغداد کی طرف کوچ کیا۔

سرخس کے مقام پر پہنچے تو چار غلاموں نے فضل بن سہل کو حمام میں مار دیا اور فرار ہو گئے[3] مامون نے ان کی گرفتاری پر دس ہزار دینار کے انعام کا اعلان کیا۔ وہ پکڑے گئے۔ مامون کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے پوچھا، تم نے فضل کو کیوں ہلاک کیا تھا؟ وہ بولے، تم نے ہمیں اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون نے

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر

Marfat.com

ان کی گردنیں کٹوا دیں اور سر حسن بن سہل کے پاس بھیجے[1] حسن کو تعزیت کا خط لکھا اور فضل کی جگہ وزیر بنایا۔ حسن کی مزید دل جوئی کے لئے اسی سال اس کی بیٹی بوران سے نکاح کیا[2]

مامون کا گزر رستہ میں طوس پر ہوا جہاں اس کے باپ ہارون کا مزار تھا۔ یہاں چند روز قیام کیا۔ ان ایام میں امام رضا نے انگور کھائے اور ان سے بیمار پڑ کر وفات پائی۔ مامون نے بہت رنج و تاسف کا اظہار کیا اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا۔ حسن بن سہل کو امام رضا سے بہت محبت تھی۔ اسے تعزیت کا خط لکھا[3] کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضا کو زہر دی تھی لیکن یہ محض افسانہ ہے۔

مامون نے بنو عباس کے عمائد کو خط لکھا کہ جس ہستی کے سبب تم مجھ سے بگڑے تھے وہ وفات پا گئی۔ اس لئے اب اطاعت کرو۔ بنو عباس نے سخت جواب دیا۔ حسن بن سہل کو پا بہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ مامون کو یہ خبر ملی تو رفتار تیز تر کر دی[4] بغداد کا ایک حصہ مامون کا طرف دار تھا۔ وہ بدستور ابراہیم سے معرکہ آرا رہا۔ شہر کی حالت بد امنی کے سبب نازک تھی۔ مامونیوں کا پلہ بھاری ہونے لگا اور شہر میں مامون کا خطبہ جاری ہو گیا۔ اس کے فرستادہ لشکر نے شہر کو گھیر لیا۔ ابراہیم کی فوج نے روپیہ کے لالچ میں اس کے لشکر سے ساز باز کر لی۔ ابراہیم کا سالار عیسیٰ بن محمد سمجھوتہ سے مامونی لشکر کے سالار حُمید کے پاس گرفتار ہو گیا۔ ابراہیم نے یہ حالات دیکھے تو روپوش ہو گیا۔ یہ ۲۰۳ ہجری کا واقعہ ہے ابراہیم تقریباً چھ برس روپوش رہا۔ اس کے بعد مامون نے معاف کر دیا۔

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن کثیر۔

Marfat.com

مامون ہر منزل پر ایک دو دن قیام کرتا نہروان پہنچا۔ یہاں اس کے خاندان کے ارکان اور افسرانِ فوج نے اپنے عساکر سمیت استقبال کیا۔ یہیں طاہر بن حسین بھی رقہ سے آکر حاضر ہوا۔ مامون نہروان میں آٹھ روز مقیم رہا اور پھر نہایت شان و شوکت سے بغداد میں داخل ہوا[1]۔

مامون بغداد میں بدستور سبز لباس پہنتا رہا۔ اہل بغداد نے بھی یہی رنگ اختیار کیا۔ بنو عباس اور قائدین نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ طاہر بن حسین منصور کے پاس حاضر ہو کر اس سے سیاہ پوشاک اختیار کرنے کی درخواست کرے۔ آٹھویں روز طاہر جب مامون کے پاس حاضر ہوا تو مامون نے کہا اپنی حاجتیں طلب کرو۔ طاہر بولا، میری پہلی حاجت یہ ہے کہ آپ سیاہ لباس پہنیں کیونکہ یہ آپ کے آباء کا لباس ہے۔ مامون نے دربار لگایا۔ سیاہ پوشاک زیب تن کی اور امراء کو سیاہ خلعتیں دیں۔ شہر میں بھی سیاہ لباس رائج ہو گیا[2]۔

دوسرا دور

۲۰۴ ہجری میں مامون بغداد میں داخل ہوا اور زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہاں سے اس کی خلافت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اب سب امور مامون کی نگاہ میں تھے اور وہ اپنی صواب دید سے ہر معاملہ میں آزادانہ قدم اٹھاتا تھا۔

مامون کے بغداد آنے کے بعد شورشیں برائے نام رہ گئیں۔ بابک خرمی اور نصر بن شبث بدستور باغی تھے لیکن ان کی جولان گاہیں

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

سرحدوں پر تھیں۔ وہ اندرونی امن و امان میں دخل انداز نہ تھے۔ قم، یمن اور کرمان کے علاقوں میں بغاوت ہوئی لیکن برائے نام تھی۔ البتہ مصر کی شورشیں قابل ذکر ہیں۔ یہاں ۲۱۰ ہجری کے بعد بغاوت کے شعلے وقتاً فوقتاً بھڑکتے اور بجھتے رہے۔ تاہم تشویش یا گھبراہٹ کی بات نہ تھی۔

اندرونی پریشانیوں سے خلاصی پانے کے بعد مامون اس قابل ہوگیا کہ بیرونی مہمات کی طرف قدم بڑھا سکے۔ اس کے عہد میں کابل کا بادشاہ اسلام لایا۔ ماوراء النہر کا بھی ایک بادشاہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوا۔ صقلیہ پر کامیاب حملے ہوئے اور کریٹ فتح ہوا۔

روم کا شہنشاہ اسلامی سلطنت سے طاقت آزمانے کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتا تھا۔ ہارون نے رومیوں کی خوب گوشمالی کی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ نچلے نہ بیٹھ سکے۔ مامون نے اپنے اولوالعزم باپ کی طرح اس جہاد میں حصہ لیا۔ ۲۱۵ ہجری میں رومی علاقوں میں بڑھا۔ ایشیائے کوچک کے کچھ رقبے تسخیر کرکے واپس پھرا۔ ۲۱۶ ہجری میں رومی شہنشاہ نے طرسوس میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد قتل کر ڈالی اور مامون کو ایک سخت خط لکھا۔ مامون نے یہ خط پڑھا تو اسی وقت اٹھا اور اس کی خبر لینے چل دیا۔ اس نے کئی شہر زیر نگین کیے۔ قیصر کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور مامون لوٹ آیا۔ اگلے برس پھر گیا۔ قیصر فرار ہوگیا اور امان کا طالب ہوا۔ مامون نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ ۲۱۸ ہجری میں مامون نے اپنے بیٹے عباس کو رومی سرحد پر بھیجا اور حکم دیا کہ طوانہ کا شہر آباد کرو۔ مامون نے جابجا سے مزدور اور کاریگر روانہ کئے اور یہ حفاظتی شہر ایک مضبوط فصیل کے ساتھ تیار ہوا[1]

---

[1] ابن کثیر

Marfat.com

بوران کی عروسی

مامون نے ۲۰۲ ہجری میں حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے نکاح کیا تھا۔ ۲۱۰ ہجری میں عروسی کی رسم ادا ہوئی۔ مامون اپنے امراء اور خدم و حشم کے ساتھ حسن کا مہمان ہوا اور سترہ دن مقیم رہا۔ حسن بن سہل نے ضیافت پر پانچ کروڑ درہم خرچ کیے۔ عروسی کی شب مامون کو زرتار قالین پر بٹھایا گیا۔ بوران کی دادی ام فضل نے ایک ہزار نفیس ترین موتی نچھاور کیے۔ حسن نے کاغذ کے پرزوں پر جاگیروں کے نام لکھ کر امراء پر بکھیرے۔ جس کے پاس کاغذ کا پرزہ آیا اس پر لکھی ہوئی جاگیر اس کے نام کر دی۔ اس رات چالیس من عنبر جلایا گیا[1]

فتنۂ خلق قرآن

مامون کو عقائد میں بہت جستجو رہتی تھی۔ حقیقتِ حال تک پہنچنے کے لئے علماء میں مناظرے کراتا تھا۔ شروع میں اہلُ السنت والجماعت سے تھا، پھر شیعیت کی طرف راغب ہوا۔ ۲۱۱ ہجری میں اس نے اعلان کر دیا کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کا قائل نہیں ہوگا میں اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیتا[2] کچھ عرصہ بعد وہ معتزلہ کے دام میں آگیا۔ معتزلہ کے عقائد اور تاریخ کا مفصل ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ یہ گروہ اموی دور میں پیدا ہوا لیکن عوام اور حکومت کی مخالفت کی وجہ سے محدود رہا۔ معتزلہ نے منجملہ دیگر

---

[1] ابن کثیر و ابن اثیر

[2] ابن اثیر۔ دول الاسلام۔

Marfat.com

انوکھے عقائد کے ایک عقیدہ یہ ایجاد کیا کہ قرآن مخلوق ہے اور جو آدمی اس کا اقرار نہیں کرتا وہ واجب القتل ہے۔ ہارون کے عہد تک ان پر کڑی پابندی رہی۔

معتزلہ کا سارا سرمایہ عقل پرستی اور علم الکلام ہی تھا اس لئے وہ بحث آرائی اور دلیل بازی میں بہت مشاق تھے۔ مامون کو علم الکلام اور مناظرات کی بہت لگن تھی اس لئے معتزلہ کے زیر اثر آگیا اور ان کے عقائد قبول کر لئے۔ وہ فقط اپنے عقائد تک محدود رہتا تو کوئی حرج نہ ہوتا لیکن بدقسمتی سے اس نے تمام امت سے خلق قرآن کا عقیدہ جبراً منوانے کا تہیہ کر لیا۔

اہل السنت والجماعت کے علماء ہر معاملہ میں عقل محض کی پیروی کے قائل نہیں۔ وہ اکثر مسائل میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ خلق قرآن کے معاملہ میں بھی انھوں نے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ قرآن للہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ مامون کو یہ گوارا نہ تھا۔ اس نے ۲۱۸ ہجری میں پنے عقیدہ کی شد و مد اور جور و جفا سے اشاعت شروع کی۔ جن علماء نے ہم نوائی نہ کی انھیں پابند سلاسل کیا اور بعضوں کے گلے کٹوا دئے۔

مامون نے بغداد کے قاضیوں اور محدثین کی طرف خصوصی دھیان دیا۔ ان دنوں وہ طرسوس میں تھا۔ اس نے بغداد کے حاکم اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ شہر کے قاضیوں اور علماء کو بلا کر ان سے خلق قرآن کا اقرار لو۔ جو تسلیم نہ کرے اسے میرے پاس بھیج دو شہر کے متعدد محدثین اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔ اسحاق نے انھیں زنجیروں میں جکڑ کر طرسوس روانہ کیا۔ انھیں میں امام احمد بن حنبل

Marfat.com

بھی تھے۔ ان حق کوشوں کا قافلہ ابھی راہ میں تھا کہ مامون کی موت کی خبر آئی[1]

مامون کو جس شخص نے ان مظالم پر اُکسایا وہ اس کا منظورِ نظر عالم احمد بن ابی دواد تھا۔ مامون نے مرنے سے پہلے اپنے جانشین معتصم کو وصیت کی کہ احمد کا خیال رکھنا۔

مامون کی وفات مامون نے ۲۱۸ ہجری میں ۴۸ برس کی عمر میں طرسوس کے مقام پر وفات پائی۔ مدتِ خلافت بیس برس ہے۔ وفات سے قبل اپنے بھائی معتصم کو جانشین کر گیا۔

اوصاف و اخلاق مامون عالم تھا اور علماء کا قدر دان۔ وہ سخاوت کی صفت سے بھی متصف تھا۔ آئے دن لوگوں کو گراں بہا عطیات سے نوازتا تھا۔ خلقِ قرآن کے معاملہ میں اس نے نہایت سنگدلی کا مظاہرہ کیا لیکن ویسے وہ بہت فراخ دل تھا۔ اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیتا تھا۔ فضل بن ربیع ایسا دشمن جب جان بخشوانے آیا تو اُسے معاف کر دیا۔

مامونی عہد پر تبصرہ

مامون کے عہدِ حکومت کے بارے میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ یہ دو حصوں میں تقسیم تھا۔ پہلا دَور وہ ہے جب وہ کارِ خلافت

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

سے بے خبر خراسان میں بیٹھا علمی بحثیں سن رہا تھا اور نظام کار روز بروز مختل ہوا جاتا تھا۔ ان دنوں مامون کو مسند شہی سے کوئی خاص شوق نہ تھا۔ پہلے اس نے خلافت امام رضا کو سونپنا چاہی اور پھر انھیں اپنا جانشین نامزد کرنے پر اکتفا کیا دوسرا دور وہ ہے جب وہ بغداد میں منتقل ہوا اور سیاہ و سفید اپنے ہاتھ میں لیا۔

مامون اپنے پیشرو عباسی خلفاء کی طرح جہاں داری کے جوہروں سے مالا مال تھا۔ اب اس نے ہر کام کو خود زیر نگاہ رکھا۔ وزراء و عمال سب کی نگرانی کرتا تھا۔ اس نے سب قلمرو کا دورہ کیا۔ وہ پہلا عباسی خلیفہ ہے جس نے مصر کا سفر کیا اور دیہات میں پھر کر حالات کا جائزہ لیا۔

عباسی عہد میں وزیر کا عہدہ کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ مامون کی رائے وزیر کے بارے میں یہ تھی کہ صاحب عفت اور شستہ آداب ہو۔ پختہ رائے رکھتا ہو۔ حفظِ راز کر سکے۔ علم اور علم سے بہرہ ور ہو، امیرانہ دبدبہ رکھتا ہو، علماء کی طرح بے غرور اور فقہاء کی طرح خرد مند ہو۔ مامون نے یہ اوصاف وزیر کے لئے لازم قرار دئے تھے لیکن اس کی سیرت و کردار کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان میں سے کوئی وصف نہ تھا جو خود مامون میں بھی بمرتبۂ کمال موجود نہ ہو۔ مامون کی ہمہ گیر اور بوقلموں شخصیت امراء و رعیت سب پر حاوی ہو گئی۔ وہ اپنے باپ ہارون الرشید کی طرح خوش ذوق، باحمیت اور حامیِ علم و دین تھا۔ اس لئے ہارون کے عہد نے جو زریں رنگ اختیار کیا تھا اس کی تابانی میں فرق نہ آنے دیا۔

Marfat.com

نظم و ضبط مامون کے نظم و انضباط میں مندرجہ ذیل عناصر نظر آتے ہیں:۔

۱۔ **نرمی و سخت گیری کا خوش گوار امتزاج:** مامون حکومت کے معاملہ میں سخت گیر اور بے لاگ تھا لیکن ذاتی معاملات میں انتہا کا متحمل اور نرم مزاج تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اگر لوگوں کو میرے حلم و عفو کا علم ہو تو میرا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہے۔ ملازم بعض دفعہ اکڑ جاتے اور وہ نظر انداز کر دیتا۔ ایک دن کشتی میں سوار تھا۔ ایک ملاح کو دوسرے شخص سے کہتے سنا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد مجھے کیوں کر اچھا لگ سکتا ہے۔ مامون اپنے حاشیہ نشینوں سے فقط اتنا کہہ کر چپ رہ گیا کہ کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے کہ میں اس جلیل القدر ہستی کی نگاہ میں کیسے عزت پاؤں[1]

۲۔ **خبر گیری:** مامون رعایا کے احوال سے باخبر رہنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ ہارون بھیس بدل کر خود گلیوں میں پھرتا تھا لیکن مامون نے جاسوسی نظام پر زور دیا۔ صرف بغداد کے شہر میں سترہ سو بڈھی عورتیں جاسوسی پر مامور تھیں۔ مرد جاسوسوں کا قیاس کرو۔ نتیجہ یہ کہ مامون لاتعداد افراد سے ذاتی طور پر مکمل آگاہی رکھتا تھا[2]

۳۔ **احتساب:** احتساب کا شعبہ حضرتِ عمر کے وقت سے قائم تھا۔ مامون کے عہد میں محتسب پیادوں کو لے کر گلی کوچوں

---

[1] ابن کثیر صہ ۲۷۷ و ۲۷۸ [2] مستطرف ۱۵ باب ۱۲۔ عصر المامون ڈاکٹر رفاعی۔ المامون شبلی۔

Marfat.com

میں پھرتا تھا۔" اس کو ان باتوں کی خبرگیری کرنی ہوتی تھی کہ بازاروں یا مجامع عام میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زائد بوجھ نہ لادا جائے۔ کشتی میں زیادہ آدمی سوار نہ ہونے پائیں۔ رستہ پر یا سڑک پہ جو مکانات گرنے کے قریب ہوں ان کو مالکوں سے کہہ کر گروا دے۔ جو معلمین لڑکوں پہ زیادہ سختی کرتے ہوں ان کو سزا دے۔ کوئی شخص ترازو یا پیمانہ وزن سے کم رکھنے نہ پائے" (المامون شبلی)

مامون نے پیمانوں میں یکسانی پیدا کی[1] تاکہ کمی بیشی نہ ہو سکے۔

۴۔ دیوان المظالم: جن قضیوں میں فقہی باریکیوں کا سوال نہیں اٹھتا تھا اور ظلم کی فوری تلافی ضروری ہوتی تھی وہ والی المظالم کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ وہ فوراً ان کا تصفیہ کرتا تھا۔

مامون کی فریادرس طبیعت فقط والی المظالم کی کارگزاری پہ کیسے مطمئن ہو سکتی تھی۔ پیر کے روز وہ خود مظالم کے دفعیہ کے لیئے اجلاس کرتا تھا[2]

۵۔ مُتَوَلِّی اللّیل: شہر کے شبانہ نظم و ضبط کے لئے مُتَوَلِّی اللّیل کا عہدہ تھا۔ وہ غنڈوں اور معاشرہ دشمن افراد کی خبر لیتا تھا۔

عدلیہ عدالتی انصاف مامونی عہد میں اسلامی روایات کے موافق بلند معیار پہ قائم رہا۔ قابل اور صاحبِ

---

[1] طیفور صہ ۲۲

[2] سیوطی۔ احکام السلطانیہ ماوردی۔

Marfat.com

کردار قاضی مامور تھے۔ ان کی بیش قرار تنخواہیں مقرر تھیں تاکہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ اگر ہارون کو قاضی ابو یوسف ایسی زندۂ جاوید ہستی میسر آئی تو مامون کو یحییٰ بن اکثم ایسے لازوال شہرت کے فقیہہ کی خدمات سے فائدہ پہنچا۔ یحییٰ نہایت قابل اور بے خوف قاضی تھے۔ مامون کو غلط اقدامات پر رُو در رُو ٹوکنا انہی کا کام تھا۔

قاضی یحییٰ کی بے خوفی اور مامون کی انصاف دوستی کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نے مامون پر تیس ہزار کا دعویٰ کیا۔ دونوں قاضی یحییٰ کے سامنے پیش ہوئے۔ مدعی نے مامون کے بیٹھنے کے لیئے چٹائی بچھائی۔ قاضی نے مدعی سے کہا کہ اپنے حریف کو عدالت میں شرفِ مجلس نہ دو۔ مدعی کے پاس چونکہ ثبوت نہ تھا اس لیئے قاضی نے مامون کو قسم دلانا چاہی۔ مامون نے مدعی کو مطلوبہ رقم دے دی اور کہا یہ رقم اس لیئے دیتا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے زبردستی تمھارا مال مار لیا[1]۔

فیصلوں کا ریکارڈ رکھنے کا اہتمام حضرت معاویہؓ کے عہد سے تھا۔ بعد میں وقتاً فوقتاً اس ضمن میں مزید اہتمامات ہوتے رہے۔ مامون کے عہد تک عدالتی ریکارڈ بہت منضبط صورت اختیار کر گیا۔

مالیات مامون کے عہد تک محاصل میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ اس نے مالیہ کی شرح گھٹا دی۔

---

[1] مستطرف باب اول صہ ۱۳۸۔

Marfat.com

فوج مامون کے ایام میں جس قدر مستقل فوج تھی اس سے قبل کسی خلیفہ کے عہد میں نہ تھی[1] اس کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی۔ سواری اور ہتھیار سرکار کی طرف سے ملتے تھے۔

بحریہ اموی عہد میں تیونس میں جہاز سازی کا جو کارخانہ قائم ہوا تھا مامون نے اسے اور پھیلایا۔ بحری بیڑہ بہت وسیع ہوا۔ آتش بار جہاز بھی بنائے گئے جنہیں حراقہ کہتے تھے[2]۔

علم و حکمت علم و حکمت کی تحریک جسے منصور نے اٹھایا اور ہارون نے آگے بڑھایا مامون کے عہد میں انتہائی منزلوں تک پہنچ گئی۔ مامون حافظ قرآن تھا۔ فقہ و حدیث اور ادب و شعر میں بہت دستگاہ رکھتا تھا۔ اس نے منقولات سے بھی زیادہ دلچسپی معقولات میں لی۔ اور آخر اس نتیجہ تک پہنچا کہ اشاعتِ دین کا صرف یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اسے عقل کی بارگاہ میں صحیح اور درست ثابت کیا جائے۔ اس نے ایک مجلسِ مناظرہ قائم کی جس میں سب ادیان پر تقاریر اور مباحثے ہوتے تھے۔ مامون کی یہ دھن بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ وہ مسلمانوں کے عقلیت پرست گروہ معتزلہ کا شکار ہو گیا اور ان کے کہنے میں آ کر خلق قرآن کا فتنہ اٹھایا اور علمائے حق کو دکھ دئے تاہم عقلی علوم منافع سے خالی نہ تھے۔ ان سے ملک کی معیشت و معاشرت کو بہت فائدے پہنچے۔

---

[1] طیفور ۶-۲۲ [2] المامون شبلی
[3] المامون شبلی۔

Marfat.com

مامون نے اربابِ علم و فن کو اپنے گرد اکٹھا کیا اور ان سے متفرق علوم میں کتابیں تصنیف کرائیں۔ اس نے خود بھی تین کتابیں لکھیں۔ ایک تو تبلیغی خط تھا جو شاہِ برغز کو تحریر کیا تھا۔ ایک کتاب علاماتِ نبوّت میں تھی اور ایک خلفائے راشدین کے مناقب میں۔ فراء نحوی اس سے وابستہ تھا اور اس کے بیٹوں کا اتالیق تھا۔ اس سے نحو اور معانی میں ایک کتاب لکھوائی جس کی املاء کثیر التعداد لوگوں نے کی جن میں اسّی قاضی تھے[1]

بیت الحکمت:

مامون کے عہد میں دار الحکمت کی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں یوحنّا بن ماسویہ اب بھی اس کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ بڑے بڑے ماہرینِ فن اس کے معاون تھے۔ مامون نے کتب خانہ میں قدیم کتابیں، دستاویزیں اور دیگر علمی یادگاریں ڈھونڈ کر مہیا کیں۔

یونانی کتب کا ایک ذخیرہ ہارون الرشید ایشیائے کوچک سے لایا تھا۔ مامون نے ان پر یوں اضافہ کیا کہ شاہِ روم کے پاس حکماء کا ایک وفد بھیجا۔ اس نے اپنے ہاں کا ایک قدیم اور سربستہ کتب خانہ ان کے آگے کھول دیا۔ یہ حکماء کام کا سرمایہ چھانٹ کر ساتھ لائے اور دار الحکمت میں ان کے ترجمہ کا آغاز ہوا[2] ان میں اکثر فلسفہ کی کتابیں تھیں۔ ان کے ترجموں کی عام اشاعت ہوئی۔

بیت الحکمت کی ممتاز ترین ہستیوں میں حُنین بن اسحاق، محمد

---

[1] شذرات الذہب [2] الفہرست۔

Marfat.com

بن موسیٰ خوارزمی اور یعقوب کندی تھے۔ حُنین بن اسحاق فلسفہ کا ماہر تھا۔ اس نے کتابوں کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھانی۔ اور پھر انھیں عربی کے خوب صورت قالب میں ڈھالا۔ اس نے ایک سو سے زائد کتابوں کو ترجمہ کا لباس پہنایا۔ خوارزمی وہ ہستی ہے جس نے جبرو مقابلہ (الجبرا) پر دنیا کی پہلی کتاب لکھی۔ یہ مامون کی فرمائش کا نتیجہ تھی۔ یعقوب کندی فلاسفۂ عالم میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

علم نجوم و ہیئت: علم نجوم کے سلسلہ میں کئی تحقیقات ہوئیں اور ایک نئی زیج وجود میں آئی جس کو زیجُ المامونی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کی زیجوں سے بازی لے گئی۔ اجرامِ فلکی کے مطالعہ کے لئے ایک عظیم الشان رسد گاہ قائم ہوئی جس میں مایۂ ناز علماء کام کرتے تھے۔

ہیئت کے ماہرین میں خوارزمی کا نام سرِفہرست تھا۔ مامون کے حکم سے زمین کی گولائی کا اندازہ کیا گیا جو ۲۴ ہزار میل نکلا۔

تابناک دور مامون کا عہد ہر لحاظ سے بنو عباس کا تابناک ترین عہد تھا۔ منصور، مہدی اور ہارون کی ان تھک مساعی کا مشترکہ ورثہ مامون کے حصّہ میں آیا۔ اس نے خداداد قابلیت اور شبانہ روز محنت سے اسے چار چاند لگا دئے۔ نظم وضبط اور انصرامِ حکومت کا یہ عالم کہ کوئی جُرم پوشیدہ نہ رہ سکتا اور نہ مجرم سزا سے بچ سکتا تھا۔ امن شکنی کا حوصلہ کرنا آسان نہ تھا۔ شہر آباد اور راستے پُرامن تھے۔ ملک میں غلّہ کی بہتات تھی اور آمدن کثیر تھی۔ احتیاج کے پھندے

Marfat.com

ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے۔ مامون نے ملک کے ہر حصّے میں معذور، اپاہج، بیوہ، یتیم سب کے روزینے جاری کر دیئے۔ جو آدمی کام سے نہیں لگا ہوتا تھا اس کے لئے کام مہیا کیا جاتا تھا یا اسے وظیفہ ملتا تھا۔[1] مامون نے جب اپنے وزیر حسن بن سہل کی بیٹی پوران سے شادی کی تو ۱۹ دن تک جب کہ برات وزیر کے ہاں مہمان تھی چکا چوند کا عالم تھا۔ تقریباً ۵ کروڑ درہم خرچ ہوئے جن سے بغداد کے امراء و غرباء سب نے برابر حظ اٹھایا۔

حکومت کے میلان سے رعیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ مامون اور امراء و حکماء کی مساعی سے بغداد کی سرزمین سے علم و حکمت کے وہ بھرپور سوتے جوش زن ہو کر رواں ہوئے جنھوں نے صدیوں نہ صرف عالم اسلام بلکہ یورپ کے ذوق علم کو بھی سیراب رکھا۔ صنعت و حرفت نے خوب آسائشیں اور آرائشیں بہم پہنچائیں اور زندگی فرحت و مسرت کی گود میں کھیلنے لگی۔

عہد مامونی کی نعمتیں صرف اہل اسلام کے لئے نہ تھیں بلکہ اہل ذمہ کے لئے بھی وقف تھیں۔ بغداد میں عیسائیوں کی کثیر تعداد آباد تھی۔ یہ لوگ چین سے اپنے نو تعمیر گرجوں میں عبادت کرتے تھے۔ طب اور فلسفہ کی اقلیم پر بالعموم عیسائیوں ہی کا قبضہ تھا۔ عیسائی علماء قابل رشک مشاہرے اور صلے وصول کرتے تھے اور شاہانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔

مامون کا بیرونی دنیا پر بھی بہت رعب و داب تھا۔ اس کی بری اور بحری فوج نے بڑے بڑے ملکوں کو ہلا دیا تھا۔ اس کو

---

[1] المامون شبلی۔

Marfat.com

اسلامی عظمت کا بہت خیال رہتا تھا۔ ایک دفعہ شاہ روم نے اسے قیمتی تحفے بھیجے۔ مامون نے کہا کہ اس کے عوض دو گنا تحائف بھیجو تاکہ اسے اسلامی غلبہ کا احساس ہو۔[1]

مامونی جلال ہمیں ولیدی عظمت کی یاد دلاتا ہے۔ ان دونوں فرماں رواؤں میں بہت حد تک مماثلت نظر آتی ہے۔ ولید اوّل کی سطوت بھی نہ صرف مملکت کے اندر بلکہ باہر بھی مسلم تھی۔ اس کا عہد بھی فراغت اور امن وامان کا عہد تھا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے روزینے مقرر تھے۔ علم کی خوب گرم بازاری تھی۔

---

[1] فوات الوفیات۔

Marfat.com

مُعتَصِم باللہ!

۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

۸۳۳ء تا ۸۴۱ء

معتصم مامون کا بھائی تھا۔ اگرچہ معتصم علمی قابلیت نہ رکھتا تھا لیکن مامون نے اسے اپنی اولاد پر ترجیح دی اور اپنا جانشین نامزد کیا۔ مامون کی طرح معتصم بھی کنیز زادہ تھا۔ اس کی ماں کا نام ماردہ تھا۔ ۱۸۰ ہجری میں پیدا ہوا۔

بابک خُرّمی بابک نے مامون کے عہد میں ظہور کیا تھا وہ اسے زیر کرنے میں ناکام رہا۔ اس کا مذہب نہایت تیزی سے پھیلنے لگا۔ خلق کثیر اس کی پیرو ہو گئی معتصم نے اس کے خلاف بہت بڑے بڑے لشکر بھیجے۔ خرّمیہ ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے تاہم ان کا زور و شور بڑھتا

Marfat.com

گیا۔ ۲۲۰ ہجری میں معتصم نے حیدر بن کیکاؤس کو جو افشین کہلاتا تھا بابک پر فوج کشی کے لئے بھیجا۔ بابک پر پیچ اور دشوار گزار پہاڑیوں میں رہتا تھا۔ افشین نے بہت ہوشیاری سے جنگ کا نقشہ بنایا اور قلعوں اور کمین گاہوں سے خوب کام لیا۔ بابک اور افشین کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ بابک کے ایک لاکھ سے زائد مرید ڈھیر ہوئے اور وہ برے حالوں اپنے شہر البذ میں جاکر قلعہ گیر ہو گیا۔ افشین کو اس مہم پر دو برس گزر گئے۔ معتصم نے ۲۲۲ ہجری میں اس کی مدد پر ایک لاؤ لشکر بھیجا۔ افشین نے البذ فتح کرکے خوب تاراج کیا۔ بابک اپنے اہل و عیال کے ساتھ رومی سلطنت میں پناہ لینے کی نیت سے بھاگا۔ رستہ میں معتصم کا ایک حاکم خیر خواہی کا اظہار کرکے اسے اپنے قلعہ میں لے آیا اور افشین کو اطلاع کر دی اس کے امیروں نے آکر اسے گرفتار کیا اور افشین کے پاس لائے۔ افشین اسے ساتھ لے کر خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ معتصم کو یہ خبر سن کر اس قدر خوشی ہوئی کہ افشین کے استقبال کے لئے اپنے بیٹے واثق کو بھیجا۔ خود پوشیدہ طور سے گیا اور ایک دو دن پہلے بابک کو رستہ میں دیکھ آیا۔ معتصم نے بابک کو ہاتھی پر بٹھا کر شہر میں پھرایا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔ سر قلم کروایا اور بطن چاک کرنے کا حکم دیا۔ اس کا سر خراسان میں بھجوایا اور جثہ اپنے پایۂ تخت سامرا میں آویزاں کرا دیا۔ بابک نے بیس برس کی مدت میں تقریباً ۲½ لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا تھا اور بے شمار لوگوں کو قید و بند میں ڈالا تھا۔ تقریباً ۸ ہزار آدمی افشین نے اس کی غلامی سے نکالے۔ معتصم نے افشین کے سر پہ تاج رکھا اور

Marfat.com

جواہر کی مالا پہنائی۔ اسے سندھ کی ولایت عطا کی اور شاعروں کو حکم دیا کہ اس کی مدح کریں[1] بابک کے مرنے کے بعد بھی اس کا فرقہ ایک طویل مدت تک قائم رہا[2]

محمد بن قاسم علوی

۲۱۹ ہجری میں محمد بن قاسم علوی نے خراسان میں عباسی حکومت کے خلاف تحریک اٹھائی اور ایک بڑی جماعت پیدا کر لی۔ حکومت نے متعدد معرکوں کے بعد آپ کو گرفتار کرکے مقید کر دیا۔ آپ کسی طرح فرار ہو گئے۔ بعد میں آپ پر کیا گزری آج تک معلوم نہیں ہو سکا[3]

مازیار بن قارن کی بغاوت ۲۲۴ھ

طبرستان میں ایک شخص مازیار نام نے بغاوت کا عَلَم بلند کیا۔ اس کی بابک سے بھی ساز باز تھی۔ طبرستان عبداللہ بن طاہر کا علاقہ تھا۔ افشین عبداللہ کا زور توڑنے اور اس کی ولایت حاصل کرنے کے لئے مازیار کا دل بڑھاتا تھا۔ عبداللہ نے مازیار کے خلاف ایک لشکر بھیجا۔ طویل جھڑپوں کے بعد مازیار گرفتار ہوا۔ اس نے اعتراف کیا کہ افشین کی میرے ساتھ خط و کتابت ہے۔ عبداللہ نے اسے معتصم کے پاس بھیجا۔ اس نے مروا کر اس کی لاش کو بابک کے برابر لٹکوا دیا[4]

افشین کا قتل ۲۲۵

معتصم کے دل میں قوی شبہ تھا کہ افشین کی مازیار سے گٹھ جوڑ تھی۔ اس کے بعد خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ افشین بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

---

[1] ابن کثیر [2] مسعودی ۳: ۳۰۵ [3] ابن کثیر [4] ابن کثیر

Marfat.com

معتصم نے اسے فوراً گرفتار کرکے ایک نہایت تنگ کمرہ میں بند کرا دیا۔ معتصم نے اکابر سلطنت کی ایک مجلس منعقد کی اور افشین کو سامنے لاکر الزام لگایا کہ تم دکھاوے کے مسلمان ہو۔ باطناً ابھی تک بُت پرست ہو۔ تم نے ایک امام اور ایک مؤذن کو محض اس لئے ہزار ہزار کوڑوں کی سزا دی ہے کہ انھوں نے بُت کدے میں مسجد بنالی تھی۔ تمھارے پاس کلیلہ و دمنہ کی سونے اور جواہر سے آراستہ مصوّر کتاب ہے۔ عجم کے لوگ تمھیں خط لکھتے ہیں تو بندۂ معبود سے خطاب کرتے ہیں۔ تم جھٹکے کو ذبیحہ پر ترجیح دیتے ہو۔ افشین ان اعتراضات کا خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔ معتصم نے اسے قید میں لوٹا دیا۔ افشین نے ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔ خلیفہ نے اس کا جثہ جلوایا اور خاکستر دجلہ میں بہا دی۔ افشین کے بعد اس کے گھر سے سونے اور جواہر سے لدے ہوئے بت اور مجوسیت کے حق میں کتابیں نکلیں[1]۔

مُبرقعُ ۲۲۷ ہجری میں ابُوحرب اَلمُبرقعُ الیمانی نے شام میں خروج کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوحرب کی غیر حاضری میں ایک لشکری نے اس کے گھر میں قیام کرنا چاہا۔ اس کی بیوی نے روکا تو لشکری نے اسے پیٹا جس کا نشان اس کی کلائی پر پڑ گیا ابُوحرب گھر آیا۔ اسے یہ واقعہ معلوم ہوا تو لشکری کو قتل کیا اور پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ حکومت کی نگاہوں سے بچنے کی خاطر نقاب اوڑھے رکھتا تھا اس لئے اسے اَلمبَرقع کہتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دیتا تھا اور خلیفہ کی مذمت کرتا تھا۔ دیہات

---

[1] ابن کثیر۔

Marfat.com

والوں کو اس سے بڑی عقیدت ہوئی۔ کہنے لگے یہ وہی سفیانی ہے جس کے بارہ میں سنتے ہیں کہ شام پر حکومت کرے گا۔ معتصم نے رضا بن ایوب کو مبرقع کے خلاف روانہ کیا۔ اس نے دیکھا کہ مبرقع بیمار ہے لیکن اس کے پیروؤں میں تقریباً ایک لاکھ تلوار زن ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سب کاشتکار ہیں جب کھیتی کے دن آئیں گے تو سب چل دیں گے، اس لیئے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ رضا کا اندازہ ٹھیک نکلا۔ جب مبرقع کے پاس ایک قلیل تعداد رہ گئی تو وہ اسے گرفتار کرکے معتصم کے پاس لے گیا[1]

زط کی بغاوت

زط نے بصرہ کے نواح میں مامون کے عہد سے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا۔ معتصم کے عہد میں ان کے ۱۷ ہزار آدمی قید ہوئے۔ انھیں خارج البلد کر دیا[2]

عباس بن مامون

مامون کے بیٹے عباس نے بعض فوجی افسروں کی ترغیب میں آکر معتصم کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ راز فاش ہوگیا۔ خلیفہ نے عباس کو قید کر دیا۔ کئی روز اسے بھوکا رکھا۔ پھر بہت سا کھانا اس کے آگے رکھوا دیا اس نے پیٹ بھر کر کھایا اور پانی مانگا۔ کسی نے ایک قطرہ تک نہ دیا۔ عباس پیاسا تڑپ کر مرگیا۔ معتصم نے مامون کی اولاد سے اور بھی کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتارا[3]

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر
[3] ابن کثیر۔

Marfat.com

رومی محاذ بابک جب اپنے شہر میں محصور ہوا تو شاہِ روم کو لکھا کہ اسلامی افواج میرے ساتھ الجھی ہوئی ہیں۔ اطرافِ ملک غیر محفوظ ہیں۔ تمھارے لئے موقع ہے۔ ملحقہ اسلامی علاقوں پر دھاوا کردو۔ ۲۲۳ھ میں رومی شہنشاہ توفیل بن میخائل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ نکلا۔ یہاں کے زندیقوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ملطیہ اور اس کے مضافات کے مسلمانوں پر غارت کی۔ لاتعداد مسلمانوں کو قتل و قید کیا۔ ایک ہزار عورتیں اسیر ہوئیں جو مسلمان ہاتھ آئے ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں[1]

معتصم کو ان حالات کی اطلاع ملی اور یہ بھی بتایا گیا کہ جب ایک ہاشمی عورت کو رومیوں نے گرفتار کیا تو اس نے چلا کر کہا، اے معتصم تیری دہائی ہے۔ معتصم نے یہ الفاظ سُنے تو اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہی جواب دیا۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ (میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں) فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تیاری کا حکم دیا[2] قاضی اور گواہوں کو بلا کر وصیت کی کہ میری جاگیر کا ایک تہائی حصہ صدقہ ہے۔ ایک تہائی اولاد کے لئے اور ایک تہائی آزاد کردہ غلاموں کے لئے ہے[3]

معتصم نے چند سرداروں کو ہراول کے طور سے نہایت تیز رفتاری سے بڑھنے کا حکم دیا۔ شاہِ روم کو دُور ہی سے خبر ملی تو اپنے علاقہ میں گھس گیا ان سرداروں نے واپس آکر خلیفہ کو اطلاع کردی۔ بابک سے فارغ ہونے کے بعد معتصم خود قیصر کی گوشمالی کو روانہ ہوا۔ معتصم کی فوج گراں، سازو سامان اور

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر، ابن کثیر۔

Marfat.com

آلات حرب سے لدے ہوئے جانوروں نے حرکت کی تو یوں معلوم ہوا کہ پہاڑ جنبش میں آگئے ہیں۔ اس سے قبل کسی خلیفہ نے اتنے بھاری لشکر کے ساتھ کوچ نہیں کیا تھا۔ شاہِ روم خود سامنا کرنے کو آیا۔ طرسوس کے قریب فریقین چار فرسخ کے فاصلہ سے خیمہ زن ہوئے۔ افشین جو دوسری طرف سے آیا تھا رومی فوج کے عقب پر جانکلا۔ شاہِ روم نے لشکر کا ایک حصہ معتصم کے مقابلہ پر چھوڑا اور افشین سے لڑنے لگا۔ وہاں سے منہ کی کھا کر لوٹا تو دیکھا کہ باقی لشکر پہلے ہی منتشر ہو چکا ہے۔ اسے بھی عافیت کی راہ تلاش کرنی پڑی۔ اسلامی عساکر یہاں سے چلے اور انقرہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ معتصم نے کل فوج کو تین حصوں میں بانٹا قلب میں خود رہا اور دائیں بائیں دو دو فرسخ کے فاصلہ سے افشین اور اشناس کو کمان سونپ کر عدو کی سرزمین کو پامال کرتا اور ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ دیتا بے روک بڑھتا گیا۔ انقرہ سے سات منزل کا سفر کر کے عموریہ پہنچا[1]

عموریہ کا شہر رومی حکومت کا دل تھا۔ قسطنطنیہ سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتا تھا۔ آج تک مسلمان فاتحین کے قدم یہاں تک نہیں آئے تھے۔

اسلامی عساکر نے عموریہ کو گھیر لیا۔ شہر کی فصیل نہایت سنگین تھی۔ اس پر بلند اور عظیم برج تھے۔ معتصم نے ایک ایک برج کے سامنے ایک ایک امیر مقرر کیا[2] شہر والے فصیل کی طرف سے مطمئن تھے۔ شہنشاہ کی مدد کا انتظار کرنے لگے لیکن

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

اس نے ان کے لئے تقدیر کی مدد کافی سمجھی۔

پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ فصیل پر سنگ باری ہوتی رہی لیکن ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ عموریہ میں ایک مسلمان عیسائیت لاکر اور وہیں شادی کرکے مقیم تھا۔ اسلامی فوج آئی تو وہ اسلام لے آیا اور ایک قابلِ شکست جگہ کا سراغ دیا۔ مجاہدین نے اس جگہ شگاف ڈال دیا۔ لیکن محصورین نے بڑی بڑی لکڑیوں سے اسے پُر کر دیا۔ انھوں نے شہنشاہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ کمک بھیجنے سے معذور تھا۔ فصیل کے گرد خندق تھی۔ اسلامی سپاہ نے اسے بھر دیا اور فصیل شکن آلات لگا کر شگافتہ جگہ کو اور چوڑا کر دیا۔ اس مقام کے رومی سالار نے دیگر سالاروں سے مدد طلب کی لیکن انھوں نے صاف جواب دیا کہ ہم اپنے ٹھکانوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ امیر معتصم کے پاس چلا آیا۔ اسلامی لشکر تکبیر کے نعرے مارتا شگاف میں سے اندر داخل ہو گیا۔ شہر کے حاکم نے کچھ دیر مقابلہ کیا۔ لیکن آخر گلے میں تلوار لٹکائے عاجزانہ انداز سے خلیفہ کے سامنے پیش ہوا[1]

ترکوں کی آمد

معتصم کے پاس تقریباً بیس ہزار ترکی غلام تھے۔ یہ ماوراء النہر سے منگوائے گئے تھے[2]

ترک غلاموں کی اس قدر عظیم درآمد سے معتصم کا مدعا غالباً یہ تھا کہ عربوں اور خراسانیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی حفاظت کے لئے ایک الگ جتھہ بنائے۔ عراق کے لوگ اعتماد کے قابل نہ تھے اس لئے بنو امیہ نے اپنا مرکزِ حکومت شام میں رکھا تھا۔ بنو عباس عراق

۱؎ ابن کثیر ۲؎ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

میں مقیم ہوئے لیکن مقامی آبادی کے ہاتھوں ہمیشہ پریشان رہے۔ ابو العباس نے کوفہ کو ترک کیا۔ منصور نے بغداد کا الگ شہر بسایا لیکن بغداد کی آبادی کوفہ سے بھی بڑھ کر امن کی دشمن نکلی۔ یہاں عربوں کے علاوہ عجمی بھی آباد ہوئے اور مستقل گروہ بندی ہو گئی۔ ہارون نے ایک طویل مدت تک اپنا قیام رَقّہ میں رکھا۔ مامون نے بھی اوّل اوّل بغداد سے دور رہنا پسند کیا لیکن مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ان حالات کے پیش نظر معتصم نے ترکوں کا سہارا لیا۔ ترکوں کی طرف اس کے رجحان کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ماردا ترکوں کے قبیلہ سُغد سے تھی۔

سامرّا کی آبادی

معتصم ایک تو ویسے بھی بغداد والوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور دوسرے اس کے بیس ہزار ترکی غلاموں کو اہل بغداد کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا ناممکن تھا۔ ترک جاہل اور کرخت تھے۔ گلیوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ بارہا بچے اور عورتیں جھپٹ میں آجاتیں۔ آئے دن کوئی نہ کوئی غلام مارا جاتا تھا۔ وہ بھی گاہے گاہے مقامی آبادی پر ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ نماز عید کے موقع پر ایک بڑھے شخص نے کھڑے ہو کر معتصم پر سخت لہجہ میں ترکوں کے خلاف اعتراض کئے کہ تم انھیں کیوں لائے ہو۔ معتصم عید کی نماز پڑھنے کے بعد بغداد واپس نہ آیا اور ایک نئے شہر کی آبادی شروع کر دی[1]۔ یہ نہایت خوشنما شہر تھا۔ اس نے اس کا نام سُرَّ مَنْ رَاٰی (جس نے دیکھا مسرور ہوا) رکھا جو مخفف ہو کر سامرّا کہلانے لگا۔

---

[1] ابن اثیر۔

Marfat.com

فتنۂ خلق قرآن خلق قرآن کے جس فتنہ کو مامون نے اٹھایا تھا معتصم نے اسے بیدار رکھا۔ اس نے امام احمد بن حنبلؒ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔

وفات معتصم نے آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن کی حکومت کے بعد ۲۲۷ ہجری میں ۴۸ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

یہ آٹھواں خلیفہ تھا اور حضرت عباس کی آٹھویں پشت سے تھا۔ آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں چھوڑ مرا۔ اس کو خلیفۂ المثمن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی میں ۸ کے ہندسہ کو بہت دخل ہے[1]

---

[1] ابن کثیر

Marfat.com

واثق باللہ

۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ

۸۴۱ء تا ۸۴۶ء

واثق باللہ معتصم کا لڑکا تھا۔ اس کا عہد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ ترکوں کے قدم مزید پختہ ہوئے اور حکومت میں ان کا دخل بڑھنے لگا[1]

واثق خلق قرآن کے مسئلہ میں بہت شدید تھا۔ رات دن اس کی تبلیغ کرتا تھا۔ مخالفین کو کڑی سزائیں دیں[2]

واثق کو استسقاء[3] کا مرض ہو گیا۔ تنور پر بیٹھا کرتا تھا کہ

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر۔

[3] یعنی پیٹ میں پانی بھر جانا۔

Marfat.com

درد کم ہو۔ ایک دن تنور ضرورت سے زیادہ گرم کرایا۔ جب اسے اٹھایا گیا تو تھوڑی دیر بعد مرگیا۔[1]

---

[1] ابن کثیر۔

Marfat.com

متوکل علی اللہ

۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ

۸۴۶ء تا ۸۶۱ء

جعفر بن معتصم اپنے بھائی واثق کی وفات کے بعد متوکل علی اللہ کے لقب کے ساتھ مسندِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کا دور پُرسکون رہا۔ ترکوں کا عروج پہلے کی نسبت بڑھ گیا۔ ایک خزری غلام ایتاخ جسے معتصم نے ۱۹۹ ہجری میں خریدا تھا واثق کے عہد میں کئی علاقوں کی ولایت پر مامور ہوا۔ متوکل نے بھی اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک رات شراب کے نشہ میں اس نے متوکل کو قتل کرانا چاہا۔ دوسرے روز معافی مانگ لی۔ متوکل نے اسے گرفتار کرکے پیاسا مار دیا۔[1]

---

[1] ابن کثیر

Marfat.com

متوکل بہت ظالم تھا۔ طرح طرح کی ایذائیں ایجاد کرتا تھا۔ واثق کے وزیر ابن زیات کو اس جرم میں کہ وہ واثق کے بیٹے محمد کو خلافت دلوانا چاہتا تھا ایک لکڑی کے تنور میں کھڑا کیا جس کے نیچے میخیں نصب تھیں۔ نیشاپور کے ایک شخص محمود نام نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ متوکل کے پاس لایا گیا۔ اس نے کوڑے برسوائے تو تائب ہوگیا۔ اس کے ۲۹ پیرو تھے۔ متوکل نے حکم دیا کہ ہر پیرو محمود کو دس تھپڑ لگائے[1]

متوکل کو اہل بیت سے بہت عداوت تھی۔ ۲۳۶ ہجری میں حضرت حسینؓ کا مزار اور آس پاس کے مکانات مسمار کرا کے ہل چلوا دیئے اور حکم دیا کہ کوئی شخص ادھر زیارت کو نہ آئے[2]

متوکل کے عہد میں معمولی بغاوتیں ہوئیں جنھیں اس نے آسانی سے دبا دیا۔ سوڈان کے بت پرست قبیلہ بجہ کے لوگ مصر پر دھاوے کیا کرتے تھے۔ متوکل نے ایک فوج بھیجی جس نے بجہ کو ہت شکن شکست دی اور اس کے بادشاہ علی بابا کو گرفتار کیا[3]

متوکل نے بجائے سامرا کے دمشق کو دارالخلافہ بنانا چاہا لیکن یہاں کی آب و ہوا خوش نہ آئی تو سامرا لوٹ آیا[4]

متوکل نے ماحوزہ کا شہر آباد کیا۔ اس کا نام متوکلیہ رکھا[5]

متوکل نے ایک نیک کام یہ کیا کہ خلق قرآن کے بارہ میں مناظرت منع کروا دیئے۔ احمد بن ابی دواد کو جو معتزلہ کا سرغنہ تھا سرکاری ملازمت سے معزول کیا۔ اس پر تاوان لگا کر کنگال کر دیا اور سامرا سے ذلیل کر کے بغداد بھجوایا۔ احمد بن ابی دواد پر فالج گرا

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن کثیر [5] ابن کثیر

Marfat.com

اور وہ چار برس بیمار رہ کر مر گیا۔[1]

متوکل کا قتل

متوکل اپنے بڑے لڑکے منتصر کے خلاف ہو گیا۔ ایک دفعہ سر دربار اسے تھپڑ لگائے اور اس کی ولی عہدی منسوخ کر دی۔ منتصر نے چند ترک افسروں سے سازش کی۔ انھوں نے دوسری رات متوکل کو قتل کر دیا۔[2]

متوکل کے قتل کے نتائج

منتصر نے طیش میں آکر اپنے باپ کا قصہ تو تمام کرا دیا لیکن اس کے نتائج نہ صرف اس کے لئے بلکہ تمام مملکت کے لئے نہایت ضرر رساں نکلے۔ ترک خلیفہ پر چھا گئے۔ سب امور خود سنبھال لئے۔ خلیفہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا۔ خلفاء نے ترکوں کی طاقت اتنی بڑھا دی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے منہ آئے۔ خلیفہ کے کمزور پڑنے سے وسیع مملکت کا نظام مختل ہو گیا اور مرکزیت ختم ہو گئی۔ امراء حصے بخرے کرنے لگے۔ اگرچہ عباسی خلافت کا نام مزید چار صدی تک چلتا رہا لیکن اس سے حقیقی روح ایسی نکلی کہ لوٹ کر نہ آسکی۔

متوکل کے ساتھ بنو عباس کی تاریخ کا زرّین دور ختم ہوتا ہے۔

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر۔ دول الاسلام

Marfat.com

A Text Book for BA Students

Muhammad [illegible]

one chapter is studied on 22 Dec. starting for other from the same date.

— [illegible]

Marfat.com

بنو عبّاس

دوسرا دور

۲۴۸ تا ۶۵۵ ہجری

Marfat.com

Marfat.com

بنو عباس کے دوسرے دور میں خلفاء بہت کمزور پڑ گئے اور خود مختار خاندانوں نے تسلط قائم کر لیا۔ اس لئے الگ الگ خلیفہ کی ترتیب سے تاریخ لکھنے کے بجائے یہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے کہ اس دور کا ایک عام جائزہ لے کر حکمران خاندانوں اور علمی اور سیاسی تحریکوں کی الگ الگ داستان لکھی جائے۔

اس دور میں مندرجۂ ذیل خلفاء ہوئے :۔

منتصر باللہ	۲۴۷ تا ۲۴۸	ہجری
مستعین باللہ	۲۴۸ " ۲۵۱	"
معتز باللہ	۲۵۱ " ۲۵۵	"
مہتدی باللہ	۲۵۵ " ۲۵۶	"
معتمد علی اللہ	۲۵۶ " ۲۷۹	"
معتضد باللہ	۲۷۹ " ۲۸۹	"
مکتفی باللہ	۲۸۹ " ۲۹۵	"
مقتدر باللہ	۲۹۵ " ۳۲۰	"
قاہر باللہ	۳۲۱ " ۳۲۲	"
راضی باللہ	۳۲۲ " ۳۲۹	"
متقی باللہ	۳۲۹ " ۳۳۳	"
مستکفی باللہ	۳۳۳ " ۳۳۴	"

Marfat.com

مطیع للہ	۳۳۴	تا	۳۶۳	ہجری
طائع للہ	۳۶۳	〃	۳۸۱	〃
قادر باللہ	۳۸۱	〃	۴۲۲	〃
قائم بامراللہ	۴۲۲	〃	۴۶۷	〃
مقتدی بامراللہ	۴۶۷	〃	۴۸۶	〃
مُستظہر باللہ	۴۸۶	〃	۵۱۲	〃
مُسترشِد باللہ	۵۱۲	〃	۵۲۹	〃
راشد باللہ	۵۲۹	〃	۵۳۰	〃
مقتفی لامراللہ	۵۳۰	〃	۵۵۵	〃
مُستنجد باللہ	۵۵۵	〃	۵۶۶	〃
مُستضِئ بامراللہ	۵۶۶	〃	۵۷۵	〃
ناصرلدین اللہ	۵۷۵	〃	۶۲۲	〃
ظاہر بامراللہ	۶۲۲	〃	۶۲۳	〃
مُستنصِر باللہ	۶۲۳	〃	۶۴۰	〃
مُستعصِم باللہ	۶۴۰	〃	۶۵۶	〃

Marfat.com

طائرانہ نگاہ

ہم سابقہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کہ بنو عباس کے دورِ اوّل میں عجمی عناصر عربی اثرات پر غالب آ گئے اور فکر و نظر کی آزادگی اسلامی تعلیمات کی سادگی کو چیلنج کرنے اٹھی۔ تفرقہ بازی اور فساد انگیزی کے بوٹے لہلہانے اور برگ و بار لانے لگے۔ ہارون اور مامون کے دور میں کچھ بے احتیاطی اور بے اعتدالی ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ تعمیر کی تیز رفتار ہوا اپنے ساتھ تخریب کے بیج بھی اڑا لائی۔ یہ دونوں فرماں روا کوہ وقار شخصیتوں کے مالک تھے۔ انھوں نے حالات کو سنبھالے رکھا لیکن ان کے بعد عباسی عظمت کے پائے لڑکھڑا گئے۔

Marfat.com

ترک گردی

ترکوں نے بساطِ سیاست پر قدم رکھا تو علاقائی اور قبیلوی عصبیتوں میں ایک اور معتد بہ اضافہ ہوا۔ خود ترکوں کے اندر بھی گروہ بندی تھی۔ یہ لوگ تمدّن کی دنیا میں نئے نئے آئے تھے۔ ان سے سیاسی خدمت کی توقع عبث تھی۔ نظم و نسق پر حاوی ہوتے ہی اسے تباہ کر ڈالا ان میں نہ کوئی ابو مسلم خراسانی تھا اور نہ عبداللہ بن طاہر۔ ان کے سالار افشین اور اشناس نرے بے شعور تھے۔ معتصم نے ترکی غلاموں کو دیباج کے لباس اور طلائی پیٹیاں تو پہنا دیں لیکن حکومت کے آداب نہ سکھا سکا، انھوں نے جب سامرّا پر تسلّط حاصل کیا اور دنیا کی نعمتیں دیکھیں تو ان کی دل فریبیوں سے مسحور اور حرص سے مغلوب ہوکر رہ گیے۔

بنو عباس کا عہدِ زوال متوکل کے بیٹے اور جانشین کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس نے ترکوں کی مدد سے باپ کو قتل کیا تھا ترک پہلے روز سے اس پر چھا گیے اور اسے بے دست و پا کر دیا وہ اس بے بسی پر راضی نہ تھا۔ اس نے ترکوں کا زور توڑنا چاہا انھیں معلوم ہوا تو اسے رستہ سے ہٹا دیا اور یوں کہ خلافت کے چھ ماہ بعد منتصر بیمار پڑا۔ ترکوں نے طبیب کو اشارہ کیا کہ اس کا کام تمام کردو۔ اس نے زہر آلود نشتر سے ان کی خواہش پوری کردی۔ ترکوں نے اب اپنی مرضی کا خلیفہ بنایا۔ اس کا لقب مستعین باللہ تھا۔ ترکوں نے اسے اپنا دست نگر بنا لیا۔ ان کے سردار عیش و عشرت میں بسر کرتے تھے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے تھے۔ خلیفہ مستعین اور اس کے اقرباء تنگی میں بسر کرتے تھے۔ مستعین کا کچھ بس نہیں چلتا تھا عاجز

Marfat.com

آکر سامرا سے بھاگا لیکن ترکوں کی کمند سے گردن نکالنا مشکل تھا انھوں نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ امن کی فضا بگڑ گئی۔ بدنظمی روز بروز بڑھنے لگی اور خزانہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔

خلیفہ معتز (۲۵۱ - ۲۵۵) نے ترکوں کا غلبہ مٹانے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ مغاربہ اور فراغنہ وغیرہ کے قبائل سے سپاہی بھرتی کیے لیکن اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ترکوں نے تنخواہ مانگی۔ خزانہ خالی تھا۔ انھوں نے معتز کو برسر عام چلچلاتی دھوپ میں تپتی زمین پر ننگے پاؤں کھڑا کیا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارے اور سنگدلانہ عذاب دے دے کر ہلاک کر دیا۔ معتز کی ماں نے جو اصل کی لونڈی تھی بے اندازہ دولت جمع کر کے چھپا رکھی تھی۔ بیٹے کو آنکھوں کے سامنے عذاب میں مرتے دیکھا لیکن پونجی نہ نکالی۔ ترکوں نے پھر اس کی بھی خبر لی اور شہر بدر کر دیا۔

خلفاء ترکوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے برابر سر ٹپکتے اور جان لڑاتے رہے مہتدی (۲۵۵ — ۲۵۶) ایک دین دار اور عوام پرست خلیفہ تھا۔ وہ بھی ترکوں کو زیر کرنے کی کوشش میں بے دردی سے ہلاک ہوا۔ اس کے قتل کی صحیح کیفیت معلوم نہیں لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا گلہ خنجر سے زخمی کیا گیا۔ ایک ترک امیر نے اپنے چچیرے بھائی کے قتل کے انتقام میں زخم پر منہ رکھ کر خون پیا[۱]۔

سامرا ترکوں کا گڑھ تھا۔ ان سے آزاد ہونے کی ایک سبیل یہ تھی کہ اس کو دارالخلافہ نہ رہنے دیا جائے۔ خلیفہ معتمد

---

[۱] مسعودی۔

Marfat.com

(۲۵۶ـ ۲۷۹) سامرا کو خیر باد کہنے میں کامیاب ہوا اور بغداد میں مقیم ہو گیا۔ اس کے بعد بغداد ہی دارالخلافہ رہا۔ ترک اب یہاں پہنچے لیکن وہ پہلا سا زور و شور نہ تھا۔

معتضد باللہ (۲۷۹-۲۸۹) بنو عباس کے بہترین خلفاء میں سے تھا۔ اس نے ترکوں کی گرفت توڑ دی۔ فتنہ و فساد مٹا دیا۔ عدل و انصاف بحال کیا اور خزانہ معمور کر دیا۔ الغرض بنو عباس کی عظمتِ رفتہ کی تصویر دکھا دی۔ اس کے جانشین مکتفی باللہ (۲۸۹-۲۹۵) کا عہد نسبتہً پُر امن تھا اور حکومت خاصی مضبوط تھی ناصر الدولہ ہمدانی نے خلیفہ سے سرکشی کرنی چاہی لیکن ناکام رہا۔ تاہم یہ کایا پلٹ عارضی تھی۔ ۲۹۶ ہجری میں جب کہ مقتدر باللہ (۲۹۶-۳۲۵) خلیفہ تھا بنو فاطمہ نے مصر میں خلافت قائم کر لی جو بعد میں آہستہ آہستہ حجاز پر بھی چھا گئی۔ ان کے مقابلہ کی خاطر خلیفۂ بغداد امراء کی مدد کا محتاج ہو گیا اور ترکوں کی نئے سرے سے بن آئی۔

اس اثناء میں صاحبُ الزنج اور قرامطہ کے خوفناک فتنے اٹھے جن کے سبب سے مرکزِ خلافت پھر نیم جان ہو گیا۔

صاحبُ الزّنج | قبیلہ عبدالقیس میں ایک شعبدہ باز شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم تھا۔ وہ ابتداءً خدمت پیشہ تھا۔ اس نے الہام اور نصرت خداوندی کا دعویٰ کیا اس کی شعبدہ بازیوں کو دیکھ کر ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ عراق میں حبشی غلاموں کی بہت کثرت تھی۔ انھوں نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اس کا ساتھ دیا۔ ان حبشیوں (زنج) کی وجہ سے علی بن محمد صاحبُ الزنج کہلایا اس کے پیروؤں کی تعداد گو بہت زیادہ

Marfat.com

نہ تھی لیکن مار دھاڑ میں اسے بہت کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ صاحب الزنج نے ۲۲۵ سے ۲۷۰ ہجری تک تقریباً ۱۴½ برس عرب اور عراق میں آگ اور خون کا کھیل رچائے رکھا۔ ۲۵۷ ہجری میں وہ بصرہ میں داخل ہوا۔ گورنر بھاگ نکلا۔ زنگیوں نے متعدد گھر راکھ کر دئیے۔ جامع بصرہ میں بھی آگ لگائی۔ کئی روز اہل اسلام کا خون بہتا رہا۔ انسانوں، حیوانوں اور فصلوں کو بے دریغ جلایا۔ دور دور تک کھیتوں میں راکھ اڑتی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بڑے بڑے علماء اور محدثین شہادت کا جام پی گئے۔

صاحبُ الزنج کے ایک پہاڑی شہر کا نام مکہ تھا۔ ۲۶۶ ہجری میں اس کے پیرو کعبہ کا غلاف اتار کر لے گئے۔ ۲۷۰ ہجری میں متعدد خونریز جنگوں کے بعد صاحبُ الزنج ایک معرکہ میں قتل ہوا اور ۲۷۲ ہجری تک اس کی جماعت کا صفایا ہوا۔

قرامطہ

انہی ایام میں قرامطہ نے سر نکالا۔ یہ لوگ ۲۷۸ ہجری میں منظرِ عام پر آئے۔ انھوں نے صاحب الزنج کی طرح ایک نئے مذہب کی طرح ڈالی۔ انھوں نے امن و امان کو جس طرح غارت کیا اس کی داستان بہت دردناک ہے۔

قرامطہ کا بانی ایک شخص حمدان قرمط تھا۔ یہ کوفہ کے علاقہ میں نہرین کے موضع میں رہتا تھا۔ بہت زاہد اور عبادت گزار تھا۔ محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتا تھا۔ لوگوں کو امام مہدی کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اس کے عقائد بہت عجیب تھے جن میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں۔[1]

---

[1] ابن کثیر۔

Marfat.com

عراق کے محنت کش اور غربت زدہ کاشتکاروں کو جب حمدان بن اشعث نے یہ مژدہ سنایا کہ امام مہدی ظہور کر کے دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور تمھارے مصائب مٹ جائیں گے تو وہ جوق در جوق اس کے پیرو ہو گیے۔

لوگ پچاس نمازوں میں مشغول ہوئے تو کام کاج سے رہ گیے۔ اس علاقہ میں ایک رئیس ہیصم نام تھا۔ اس نے دیکھا کہ زمینوں کی آمدن گھٹ گئی ہے اور اس کا سبب حمدان قرمط ہے تو اسے پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ ہیصم کی لونڈی کو ترس آیا اور اس نے حمدان کو رہا کر دیا۔ حمدان نے اپنی رہائی کو کرامت کے طور سے پیش کیا اور یہ خیال پھیلایا کہ کوئی شخص مجھے گزند نہیں پہنچا سکتا۔ کچھ مدت بعد اسے پھر اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ بھاگ کر شام کے نواح میں پہنچا۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ملی[1]۔ حمدان نے بعد میں عبید اللہ المہدی سے سرکشی اختیار کر لی تھی۔ غالباً اسی کی پاداش میں مارا گیا۔ اس کے بعد اس کا بہنوئی عبدان جانشین ہوا۔ اسے بھی عبید اللہ المہدی نے مروا دیا۔ عبدان کے عہد تک کوفہ کی قریبی وادیوں میں یہ تحریک پھیل گئی۔

حمدان کو قرمط کیوں کہتے تھے؟ اس کے کئی اسباب بتلائے جاتے ہیں۔ مثلاً:-

۱- حمدان اصلاً اہواز کا باشندہ تھا۔ وہاں سے سفر کر کے کوفہ کے نواح میں آباد ہوا۔ ایک دفعہ حمدان بیمار پڑا۔ پردیس میں کوئی تیمار دار نہ تھا۔ رستہ میں پڑ گیا۔ ایک شخص اٹھا کر

---

[1] ابن اثیر۔

Marfat.com

گھر لے گیا اور دیکھ بھال کی۔ یہ شخص کرمیتہ (سُرخ آنکھوں والا) کہلاتا تھا۔ بعد میں جب حمدان روپوش ہوا اور اس کی کوئی خبر نہ لگی تو لوگ اسے بھی کرمیتہ کے نام سے یاد کرنے لگے[1] کرمیتہ کا لفظ معرّب اور مخفف ہو کر قرمط ہوا[2]

یہ نظریہ درست نظر نہیں آتا۔

۲۔ قرمط کے عربی میں معنی ہیں تنگ لکھنا یا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تیز چلنا[3] حمدان غالباً ان میں سے کوئی وصف رکھتا تھا اس لیئے قرمط کہلایا۔

۳۔ حمدان دراصل کوفہ ہی کا باشندہ تھا۔ حسین اہوازی کی تحریک سے اسماعیلی دعوت قبول کی۔ حمدان کے پاس بیل تھے جن پر غلہ ڈھوتا تھا، اس لئے کرمیتہ یا قرمیطہ (بیل پر سوار ہونے والا) کہلایا[4]

۴۔ قَرمِطُونا کے معنی ہیں: مکّار، فریب کار۔ یہ نام مخالفین نے دیا[5]

۵۔ کرمیتہ یا کرموطہ جنوبی عراق میں دیہاتی یا کاشتکار کو کہتے تھے[6]

قرامطہ اکثر کاشت کار تھے اس لیئے یہ نام ملا۔

قرامطہ سے قرمطی بطور واحد کے آتا ہے۔

قرامطہ کے عقائد ایک نہج پر نہ رہے۔ شیعہ کے مختلف غالی فرقوں کے علاوہ خوارج، بابکیہ، ستارہ پرستوں وغیرہ سب

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر [3] المنجد [4] ابن اثیر۔ ابن خلدون الفاظ مقریزی [5] مقریزی ص ۳۰ طبع مصر ۱۹۴۸
[6] رائز آف فاطمڈ آئی ونو

Marfat.com

سے انھوں نے نظریات اکٹھے کئے لہذا ان کے کئی نام پڑ گئے[1] ان کے عقائد میں سرعت سے تبدیلی آئی۔ مثلاً یہ کہ کل چار رکعت نماز فرض ہے، دو رکعت طلوعِ آفتاب سے قبل اور دو مغرب کے بعد۔ احمد بن محمد بن حنفیہ اللہ کے رسول ہیں۔ قبلہ بیت المقدس ہے۔ سال میں صرف دو روزے فرض ہیں۔ شراب حلال ہے[2] مزدک کو بھی پیغمبر مانتے تھے[3]

حمدان نے نہایت قبیح قسم کی اشتراکیت کا اصول وضع کیا جس کا نام اُلفت رکھا۔ ہر آبادی کا مال ایک مختار کے پاس جمع ہوتا تھا جس سے سب قرامطہ کی مدد کی جاتی تھی۔ اسلحہ کے سوا ذاتی ملکیت کی اجازت نہ تھی۔ اس اشتراکیت میں کچھ حیا سوز باتیں بھی تھیں[4]

یہ تحریک بظاہر محمد بن اسماعیل کے نام سے اُٹھی۔ لیکن اسماعیلیت کی سنجیدہ تحریک سے اس تخریب پسند گروہ کو جوڑنا درست نظر نہیں آتا۔ زبان سے مہدی کا نام لیتے تھے لیکن یہ ان کا فریب تھا[5] مہدی جب سلمیہ کے شہر سے نکلے تو قرامطہ نے ۲۹۱ ہجری میں ان بنو ہاشم کو جو سلمیہ میں مقیم تھے تہ تیغ کر دیا[6]

---

[1] ابن کثیر ۱۱-۶۲ ابن خلدون

[2] ابن اثیر۔ اتعاظ مقریزی

[3] ابن کثیر [4] مقریزی

[5] دیکھو ابن کثیر سنہ ۲۸۶

[6] رائز آف فاطمینز

Marfat.com

قرامطہ کی دو اہم شاخیں تھیں :

۱۔ قرامطۂ شمال یعنی عراق و شام کے قرامطہ :
زکرویہ بن مہرویہ اور اس کے بیٹے ان کے سربراہ رہے ۔ زکرویہ، عبدان کا مبلغ تھا ۔

۲۔ جنابیہ :
یہ بحرین، احساء اور ہجر میں تھے ۔ ان کی سیادت ابو سعید جنابی اور اس کی اولاد کے پاس رہی ۔

قرامطۂ شمال

ان کے پیشوا زکرویہ بن مہرویہ نے عبدان کے بعد زمام اختیار سنبھالی ۔ اس کے چار بیٹے تھے :۔ یحییٰ، محمد، احمد اور حسین ۔ زکرویہ خود بارہ برس روپوش رہا پہلے اس کا بیٹا یحییٰ قائد ہوا ۔ یہ صاحب الناقہ (اونٹنی والا) کہلاتا تھا ۔ اس کا دعوےٰ تھا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور اور منصور ہے ۔ اسے الشیخ بھی کہتے تھے ۔ یہ ۲۹۰ ہجری میں مارا گیا ۔ احمد اور محمد بھی کام آ چکے تھے ۔ اب ان کا سب سے چھوٹا بھائی حسین سرگروہ ہوا ۔ اس کے چہرے پر ایک خال (تِل) تھا جسے یہ نشانِ خداوندی بتاتا تھا ۔ لوگ اسے صاحبُ الخال یا صاحبُ الشامہ (داغ والا) کہتے تھے ۔ صاحبُ الشامہ کو شاہی افواج نے ۲۹۱ ہجری میں گرفتار کیا اور اس کا صفایا کر دیا ۔ ۲۹۳ ہجری میں زکرویہ خود ظاہر ہوا اور اگلے برس مارا گیا [1]

---

[1] ابن اثیر ۔ ابن کثیر ۔ ذہبی ۔

Marfat.com

زکرویہ اور اس کی اولاد نے عراق و شام میں ہزاروں کا خون بہایا۔ بنو ہاشم سے بھی دریغ نہیں کیا۔ زکرویہ نے ۲۹۴ ہجری میں حاجی قافلوں کی راہ روکی۔ راہ میں پانی کے جس قدر چشمے تھے برباد کر دیئے اور حجاج کو بے دردی سے تہ تیغ کیا۔ زکرویہ کے مرنے کے بعد قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن راکھ کے نیچے دبی ہوئی چنگاریاں مدت تک جاگتی رہیں[1]

جنّابیہ

قطیف، ہجر اور بحرین کے علاقے میں قرامطہ کی تعداد بہت بڑھی۔ ۲۸۱ ہجری میں ایک شخص یحیٰی بن مہدی نے اعلان کیا کہ مہدیِ موعود ظہور کرنے والے ہیں۔ انھوں نے مجھے داعی بنا کر بھیجا ہے۔ یحیٰی کو ایک بہت کام کا پیرو ملا یہ ابو سعید حسن بن بہرام تھا جو خلیج فارس کے ایک ساحلی گاؤں جنّابہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے جنّابی کہلاتا تھا۔ پہلے صاحب الزنج کا پیرو تھا[2]۔ یحیٰی کو بحرین سے بھاگنا پڑا تو قیادت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس کی طاقت اتنی بڑھی کہ ۲۸۷ ہجری میں زیرین عراق تک چھا گیا اور شاہی فوج کو شکست دی۔ ابو سعید ۳۰۱ ہجری میں اپنے ایک خادم کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا سعید جانشین ہوا لیکن اس کے بھائی ابو طاہر سلیمان نے غلبہ حاصل کر لیا۔ اس نے تحریک میں نیا جوش پیدا کیا اور دار الہجرت بنایا۔ اس نے

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی

[2] اتعاظ مقریزی حاشیہ ص ۲۱۴

Marfat.com

کئی بار حاجیوں کی راہ روکی۔ ۳۱۱ ہجری میں اچانک بصرہ میں داخل ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور جامع مسجد کو آگ لگا دی۔ کوفہ پر بھی کئی دن قبضہ رکھا[1]

ابو طاہر نے ۳۱۷ ہجری میں صرف نو سو آدمیوں کے ساتھ حج کے دنوں مکہ پر حملہ کیا۔ بے شمار حاجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ شہر کو لوٹا۔ کعبہ کا دروازہ اکھاڑا۔ حجر اسود کو دیوار سے نکال لیا۔ غلاف کعبہ اتارا، اسے چاک چاک کیا اور فوج پر بانٹ دیا۔ اس کے بعد کئی سال تک حج نہ ہو سکا۔ مصر کے فاطمی خلیفہ کو علم ہوا تو اس نے ابو طاہر کو ناراضی کا خط لکھا اور حکم دیا کہ حجر اسود کو اپنے ٹھکانے سے جا کر نصب کرو۔ ابو طاہر کی وفات کے تقریباً چھ برس بعد ۳۳۹ ہجری میں بائیس برس کعبہ سے دور رہنے کے بعد حجر اسود واپس ہوا[2]

حسن بن احمد جنابی نے جو ۳۸۹ ہجری میں قرامطہ کا سردار ہوا بنوعباس کی تحریک پر بنو فاطمہ سے حکومت چھیننے کے لئے مصر پر ناکام حملہ کیا۔ وہ انھیں بنو فاطمی نہیں تسلیم کرتا تھا[3]۔ ابو طاہر کے بعد قرامطہ کا زور گھٹ گیا۔ بحرین وغیرہ کے علاقوں میں ۴۷۵ ہجری تک ان کا خاتمہ ہو گیا[4]

قرامطہ کی تحریک ایک طویل عرصہ تک باقی رہی۔

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی ۳۱۶ھ۔ ابن خلدون

[2] ذہبی۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر [3] عبید اللہ المہدی صـ۸۹ حاشیہ

[4] ابن خلدون۔

Marfat.com

۴۵۵ ہجری میں ان کا یمن پر قبضہ ہوا۔ وہاں انھوں نے تقریباً ۸۱ برس حکومت کی[1] دیگر علاقوں میں بھی یہ لوگ وقتاً فوقتاً سر اٹھاتے رہے۔

قرامطہ کی تحریک کو ہم غور سے دیکھتے ہیں تو اس میں خیر کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس تحریک نے حکومت کے استحکام کو شدید نقصان پہنچایا۔ یورپ کے بعض مؤرخ قرامطہ کو آفرین کہتے ہیں اور انھیں ترقی پسند گروہ شمار کرتے ہیں لیکن یہ بات ہمارے سمجھنے کی ہے کہ قرامطہ ایسے گروہوں کی نقاب کشائی کر کے ہم ان کی صحیح تصویر پیش نہ کریں تو اس سے اسلامی نظریات مجروح ہوں گے۔ کاروانِ تمدن کے ان مشعل برداروں کی ترقی پسندی کا کچھ ذکر سطورِ بالا میں آچکا ہے۔ اس مختصر کتاب کے صفحات مزید تفصیل کے حامل نہیں ہو سکتے۔

افتراق کی مزید لہریں

صاحبُ الزنج اور قرامطہ ہی پر بس نہ تھا۔ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والے اور بھی کئی گروہ تھے۔ خوارج کو بھی جب موقع ملتا شورش اٹھانے سے نہیں چوکتے تھے۔ عجم کے علاقہ میں نو بہ نو مذہب نمودار ہوئے۔ کوئی عیار نبوت کا دعویٰ لے کر اور کوئی خدائی کا مدعی بن کر اٹھتا تھا اور ملک کی سالمیت پر چرکے لگاتا تھا۔

شاہراہوں پر قزاق منڈلاتے رہتے تھے اور حجاج کے قافلوں سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

---

[1] ابن کثیر ۲، ۴۷ھ

عرب والے یکسو تھے۔ اُٹھتے تھے تو آپس ہی میں لڑ بیٹھتے تھے۔ انھیں اہل ایران نے حکومت سے بے دخل کیا تھا۔ ایرانیوں کا جب تک زور رہا خلافت کی شان قائم تھی لیکن اب ترکوں نے میدانِ عمل ان سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

مرکزیت کی روح بیمار پڑ گئی اور طوائف الملوکی کا دَور دورہ ہوا۔ جس امیر کا جہاں بس چلتا تلوار سنبھال کر قابض ہو بیٹھتا۔ اس کی حکومت جم چلتی تو خلیفہ کی طرف سے فرمانِ حکومت صادر ہو جاتا۔ خلیفہ معتمز نے کرمان کا پروانۂ حکومت بیک وقت یعقوب لیث اور علی بن حسین کو دیا۔ انھوں نے لڑ کر فیصلہ کیا۔ ان دنوں ملک کے حصوں بخروں کا یہ حال تھا کہ ۲۷۰ ہجری میں طبرستان اور افریقیہ میں علویوں کی دو خود مختار حکومتیں تھیں۔ مملکت میں ان کے علاوہ پانچ نیم مختار سلطنتیں تھیں جو خلیفہ کی سربراہی کو صرف رسماً تسلیم کرتی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

بنو سامان (فرغانہ میں)
طاہریہ (خراسان میں)
صفاریہ (سجستان، کرمان اور فارس میں)
بنو طولون (مصر و شام میں)
بنو اغلب (افریقیہ میں)

اگرچہ ان سلطنتوں کے اندرونی انتظامات پختہ اور عمدہ تھے لیکن ان کے باہمی روابط کی تاریخ از بس افسوس ناک ہے۔ سلاطین ایک دوسرے کو ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ قومی مصلحت ذاتی اغراض پر بار ہا قربان ہو جاتی تھی۔

رہے ترک تو ان کے سامنے ملی بہبود ایک طرف فرقہ دارانہ

Marfat.com

نقطۂ نظر سے بھی کوئی بلند نصب العین نہ تھا۔ ان کی کارگزاریاں محض زر اندوزی اور لشکر گردی تک محدود تھیں۔ کسی نہ کسی فریق سے ورنہ آپس ہی میں لڑتے جھگڑتے اور خون ریزی کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ کی جان پر بنی رہتی تھی۔ ترک بچے کتنے ہی خلفاء کی زندگیوں سے کھیل گیے۔ یہ خونی ڈرامہ منتصر کے عہد سے شروع ہوکر مدت تک وقتاً فوقتاً پیش ہوتا رہا۔ مقتدر باللہ (۲۹۵ تا ۳۲۰) کے ایک غلام مونس نامی نے اتنی طاقت پکڑی کہ خلیفہ پر حکم چلانے لگا۔ ایک بار ناراض ہوکر اسے اہل و عیال سمیت گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد صلح ہوگئی لیکن پھر کشیدگی پیدا ہوئی اور جنگ کی نوبت پہنچی۔ خلیفہ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ مونس نے اس کی نعش سے کپڑے اتروا لئے اور اسے برہنہ اور بے گور و کفن رہنے دیا۔ ایک راہ گیر نے گھاس سے ڈھانپ کر دفن کیا۔ مقتدر بے شک عیاش تھا لیکن اس سلوک کا مستحق نہ تھا۔ اس اندوہناک واقعہ نے خلافت کے شیشہ حرمت کو پاش پاش کردیا۔ اندلس کے اُموی حکمران اس سے قبل فقط امیر کہلانے پر قانع تھے۔ اب انھوں نے امیرالمومنین اور خلیفہ کے لقب اختیار کیے۔

ترکوں نے قاہر باللہ (۳۲۱، ۳۲۲) اور متقی (۳۲۹، ۳۳۳) کو معزول کرکے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیریں۔ بنو بویہ نے خلیفہ مستکفی کو سبکدوش کرکے اندھا کردیا۔ فلک کی آنکھ نے ان تینوں معزول اور نابینا خلفاء کو بیک وقت بغداد کے شہر میں دیکھا بلکہ یہ عبرت خیز نظارہ بھی کیا کہ قاہر باللہ جامع بغداد میں لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔

خلیفہ کا اقتدار صرف بغداد اور اس کے نواح تک رہ گیا تھا۔

Marfat.com

اس کا اہم ترین عہدہ دار وزیر تھا۔ مالیات اور میزانیہ کا توازن اسی کے ذمے ہوتا تھا۔ وزیر کے پاس چونکہ فوجی اختیار نہ تھا، اس لئے خلیفہ اس کے خلاف آسانی سے تادیبی کارروائی کرسکتا تھا۔ آئے دن وزارت بدلتی تھی۔ وزیر معزول ہوتے تو بارہا ان پر تاوان لگتے اور خلیفہ ان کا گھر بار لٹوا دیتا تھا۔ امیرالامُراء کا منصب قائم ہونے پر خلیفہ کے وزیر کا عہدہ محض رسمارہ گیا۔

امیرُالامَراء صوبائی یک جہتی اور نظم ونسق کی بحالی کے لئے ایک نہایت خوش نما تجویز سامنے آئی یہ امیرالامراء (سالارِ اعلیٰ) کے عہدہ کا قیام تھا۔ خلیفہ راضی باللہ (۳۲۲، ۳۲۹) نے ۳۲۴ ہجری میں امراء و سلاطین کو زیرِ تصرف لانے اور ان سے براہ راست جنگ آزمائی سے بچنے کے لئے یہ عہدہ قائم کیا۔ سب سے پہلے واسط کا والی ابنِ رائق اس عہدہ پر مامور ہوا۔

امیرالامراء کے پاس ایک مضبوط فوج ہوتی تھی۔ اخراجات چلانے کے لئے اسے وسیع علاقے دے جاتے تھے۔ امیرالامراء بغداد میں مقیم رہتا تھا اور اس کا خطبہ ملک بھر میں پڑھا جاتا تھا۔

اگرچہ نظری لحاظ سے یہ نہایت عمدہ تجویز تھی لیکن عملاً اس عہدہ کی وجہ سے مقصود حاصل نہ ہو سکا۔ صوبوں کے والی اور خود سر ہوگیے۔ انتشار اور بد حالی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس عہدہ کے قیام کے دس برس میں کئی امیرالامراء بدل گیے۔ اس کے بعد بَنُو بُوَیہ نے یہ عہدہ سنبھالا۔ وہ بھی اس کے فرائض بجا لانے میں ناکام رہے۔ اُلٹا خلیفہ پر مسلط ہوکر اسے کٹھ پتلی بنا ڈالا۔

بنو بویہ عجمی تھے۔ انھوں نے ترکوں کا زور ختم کرنے کی کوشش کی لیکن آخرکار خود ان کے زیر اثر آگیے۔ اب نیم مختار سلاطین کو

Marfat.com

سرنگوں کرنا آسان نہ تھا۔

آلِ بُویَہ شیعہ تھے اس لیے ان کے دل میں بنو عباس کا احترام نہیں تھا۔ انھوں نے پہلے خلافت اہلِ بیت میں منتقل کرنا چاہی لیکن ذاتی مصالح کی خاطر بنو عباس کو بحال رہنے دیا۔ خلیفہ کے سب اختیارات سلب کر لیئے اور اس کی تنخواہ مقرر کی۔ امیرالامراء خلیفہ کے برابر بیٹھتا تھا۔ خلیفہ کا دائرہ حکومت صرف بغداد اور اس کے مضافات تک رہ گیا۔ اس کے وزیر کی حیثیت محض ایک سیکرٹری کی تھی جو خلیفہ کی جاگیروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

بنو بویہ کے عہد میں بے شک خلافت کا وقار بحال نہ ہوا لیکن اتنا ضرور تھا کہ ترک جس آزادی سے خلفاء کی عزت سے کھیلتے تھے وہ ختم ہو گئی۔

۳۶۳ ہجری میں مکہ میں فاطمی خطبہ رائج ہو گیا۔ یہاں سلاجقہ کے آنے کے بعد ۴۶۲ ہجری میں عباسی حکومت بحال ہوئی۔ ۴۷۰ ہجری میں یمن کے اکثر حصوں میں بھی فاطمیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

امیرالامراء کا عہدہ موروثی ہو گیا۔ دعویداروں میں جھگڑے اٹھنے لگے اور بنو بویہ خانہ جنگی میں پھنس گیے۔ ان کا اقتدار گھٹتے گھٹتے بغداد اور اپنے مختص صوبوں تک رہ گیا۔

بھاری القاب والے اور سونے کے کڑے اور طوق پہننے والے بویہی امیرالامراء کے اخراجات کا شمار ہی نہ تھا۔ ملکی مالیات پر یہ ایک بے کار بوجھ تھا۔

مذہبی معاملہ میں بنو بویہ خاصے فراغ دل تھے تاہم ان کے دور میں شیعہ سنی اختلاف کی آگ خوب بھڑکی۔ اہل دیلم شیعیت کے علم بردار تھے اور ترک سنیت کے۔ ان کے درمیان آئے دن

Marfat.com

خون ریزی ہوتی تھی۔

دیالمہ (بنو بویہ) کے آخری ایام میں ایک ترک سردار بساسیری[1] نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ عباسی خلافت ایک سال اور چند ماہ تک معطل رہی۔ اس دوران (۴۵۰ – ۴۵۱) فاطمی خلیفہ مستنصر کا خطبہ پڑھا گیا۔ بساسیری پر نہ خلیفہ کا بس چلتا تھا اور نہ آلِ بویہ کا۔ ناچار خلیفہ قائم بامر اللہ نے ۴۴۷ ہجری میں سلاجقہ کے سردار طغرل کو دعوت دی اور اس نے آکر امیر الامراء کا عہدہ سنبھالا۔ طغرل نے بساسیری کا صفایا کیا۔ سلاجقہ نے چندے تو نظام حکومت کو سنبھالا دیا لیکن پھر وہ بھی بتدریج بنو بویہ کی ڈگر پر چل دیئے۔ ان کے ایام تسلط میں صلیبی جنگیں چھڑیں تو انھوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ ۵۹۰ ہجری میں سلاجقہ کے آخری سلطان طغرل کے ساتھ امیر الامراء کے عہدہ کا خاتمہ ہوگیا۔

بنو عباس کے زیر نظر دور میں ۲۷ خلفاء ہوئے۔ اگرچہ ترک، بنو بُوَیہ اور سلاجقہ ان پر غالب رہے لیکن خلفاء بھی تو آخر عرب تھے اور بنو عباس۔ شاید ہی کوئی خلیفہ تھا جس نے وقارِ حکومت کی بحالی اور نظم و نسق کی اصلاح کی کوشش نہیں کی۔ ان کی اکثریت نے اسی جد و جہد میں جان دی۔ ان میں سوائے دو چار خلفاء کے سب نیک طبع، پارسا اور ملت کے بہی خواہ تھے۔ خلیفہ مقتدر (۴۶۷ – ۴۸۷) نے بغداد سے ناچنے گانے والی اور بد قماش عورتوں کو نکلوا دیا۔ بالخصوص آخری خلفاء عوام میں بہت محبوب تھے قائم بامر اللہ (۴۲۲ – ۴۶۷) نے وفات پائی تو عوام نے کپڑے چاک کر دیئے اور اس خلیفہ کا مزار مرجع خلائق بن گیا

---

[1] ایران کے شہر بسا کا باشندہ تھا۔ اس کا نام ابو الحارث ارسلان تھا۔

Marfat.com

مسترشد (۵۱۲ - ۵۲۹) نہایت جواں مرد تھا - تلوار لے کر جنگ میں حصّہ لیتا تھا - اس کو سلطان مسعود سلجوقی نے گرفتار کیا تو بغداد کے مردوں ، عورتوں نے کہرام بپا کیا اور ملک بھر میں اضطراب پھیل گیا۔ مسعود ناچار اسے گھوڑے پہ سوار کر کے دارالخلافہ لایا ـــ خود لگام تھامے ننگے پاؤں ساتھ ساتھ پیدل چلا۔ یہ خلیفہ حکومت کی عظمت بحال کر دیتا لیکن باطنیہ کے ہاتھوں نہایت بے رحمی سے مارا گیا۔ اس کے سب جانشین اسی شان کے تھے۔

عباسی خلفاء کی اولوالعزمی ، دینداری اور ملت پرستی کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ حکومت کا نقشہ کیوں کر بگڑتا گیا اور تاتار کا عَلَم بغداد پہ کیسے لہرایا۔ اس الزام کا بیشتر بوجھ ان امراء کے حصّہ میں آتا ہے جنھوں نے مرکز سے تعاون نہیں کیا اور ملک کو حصّوں بخروں میں بانٹ لیا۔ کوئی حکومت مضبوط مرکز کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

بغداد میں بے شک بدنظمی کے دَور آتے رہے لیکن بعض ایّام انتہائی امن کے بھی تھے۔ ایک وزیر حسن بن جعفر نے جس کا عہد وزارت ۲۹۴ سے ۳۰۱ ہجری تک ہے ایک دفعہ اپنے خادم کو حکم دیا کہ کھلے دینار لے کر بغداد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکل جاؤ کوئی چھینا چاہے تو اس کے حوالے کر دو اور آکر اس کے مکان کا پتہ دو۔ سارے رستہ میں اسے کسی نے نہ پوچھا۔ شراب کی ہمیشہ بندش رہی۔ بار بار نغمہ و رنگ پہ بھی پابندی لگ جاتی تھی۔ علم اور اصحاب علم کی قدر و منزلت تھی لہٰذا علمی لحاظ سے رُخ بدستور ترقی کی طرف تھا۔ نیم مختار سلاطین کے درباروں سے بالعموم علماء و فضلاء وابستہ رہتے تھے۔

Marfat.com

اس دور کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ اغیار کو ہمیشہ نیچا دکھایا گیا۔ رومی محاذ پر اہلِ اسلام نے شاندار فتوحات حاصل کیں اور حریفوں کی گردنیں ختم کر دیں۔ صلیبی جنگوں میں تمام یورپ یک جان ہو کر عالمِ اسلام کے خلاف امنڈ آیا۔ ان کا مقابلہ تنہا شام کے صوبہ نے کیا لیکن مردانگی اور بلند اخلاق کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ پرستارانِ صلیب جس قدر دھوم سے آئے تھے اس سے بڑھ کر شکستہ دل واپس گئے۔ یوں معلوم ہوا کہ مسلمان دنیا میں قیامت تک سرفراز رہیں گے اور بدخواہوں کی گردنیں ہمیشہ خم رہیں گی۔ مسلمان دفاع کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ انھیں گمان تک نہ تھا کہ کوئی فوجی طاقت ان کے سامنے اُٹھ سکے گی۔ یورپ تھک کر بیٹھ گیا تھا۔ ہندوستان ہار مان چکا تھا۔ چین کو خاطر ہی میں کون لاتا تھا لیکن تاتار نے یہ سب اندازے غلط ثابت کر دیے۔

صلیبی معرکے اور غارتِ تاتار، اسلامی تاریخ کے دو سبق آموز باب ہیں اور کچھ تفصیلی تذکرہ کے مستحق۔

صلیبی جنگیں[1]

گیارہویں صدی عیسوی کے اختتام کے قریب یورپ کی سفید فام اقوام نے ایکا ایکی تہیہ کیا کہ اکٹھے ہو کر ملتِ اسلامیہ کا زور کچل ڈالیں۔ اس کے متعدد محرکات

---

[1] اس عنوان کے لئے عربی کی متداول کتب کے علاوہ انگریزی کی ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

CRUSADES by COULTON, CRUSADERS IN THE EAST by STEVENSON, OUTLINES OF MEDIEVAL HISTORY by ORTON.

Marfat.com

تھے مثلاً:

۱۔ محمد بن قاسم کی ابتدائی ملک گیری کے بعد سلطان محمود غزنوی کی عقابی پرواز ہندوستان کی فضاؤں کو سراسیمہ کر چکی تھی۔ چین کے بادشاہ نے سر نیاز جھکا دیا تھا۔ سپین کا تقریباً سارا ملک اور بحیرۂ روم کے جزیرے قبضۂ توحید میں آچکے تھے۔ لیکن اسے امرائے اسلام کی بے توجہی کہیئے یا اہل یورپ کی حمیت کوشی کہ یورپ کی سرزمین کی طرف اسلامی فتوحات کی رفتار بہت سست پڑ چکی تھی۔ تاہم یورپ کے باشندے اپنے ان قوی بازو پڑوسیوں کی طرف سے غافل نہیں رہ سکتے تھے۔ سلاجقۂ روم کی تلوار نے ایشیائے کوچک کو سر کر لیا تھا اور وہ باسفورس کے کنارے کھڑے ہو کر قسطنطنیہ پر نظریں گاڑے ہوئے تھے۔ یہ شہر عیسائیت کا دل تھا اور اموی عہد سے وقتاً فوقتاً اسلامی حملوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ۴۹ ہجری سے اس کی فصیل کے سایہ میں ابد کی نیند سو رہے تھے۔ ان حالات میں اہلِ یورپ نے فیصلہ کیا کہ متحد ہو کر اہلِ اسلام کا رُخ یورپ سے پھیر دیا جائے۔

۲۔ آثار پرستی ان دنوں عیسائیت کا جزو تھی۔ نصارٰی ان مذہبی مقامات اور آثار کو جو اہلِ اسلام کے پاس تھے واپس لینا چاہتے تھے۔ ان کے سامنے سب سے بڑا مقصد بیت المقدس کا حصول تھا۔ یہ شہر حضرتِ عمر فاروقؓ کے وقت سے اسلامی قبضہ میں تھا۔ عیسائی زائرین یہاں اکثر آتے جاتے تھے۔ ان کو گلہ تھا کہ ہمارے ساتھ اچھا

Marfat.com

سلوک نہیں ہوتا۔

۳۔ اس وقت پوپ اربن نامی تھا۔ شاہان یورپ کی نگاہ میں پوپ کا رتبہ کم ہو گیا تھا۔ اربن نے اپنا وقار بڑھانے کے لئے اہل اسلام کے خلاف مذہبی جہاد کا اعلان ضروری سمجھا کیونکہ اس طرح وہ سب یورپ کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔[1]

۴۔ یورپ کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مذہبی نظام بد تر تھا۔ پوپ نے خیال کیا کہ عوام اور کلیسا کے بے نظم و بے ربط عناصر کو مذہبی جنگوں میں مصروف کر دیا گیا تو وہ مشکلات میں پڑ کر دین کی قدر سیکھیں گے۔[2]

۵۔ پوپ نے اعلان کیا کہ اس جنگ میں حصہ لینے والوں کے گناہ دھل جائیں گے۔ مجرموں کے لئے نادر موقع تھا۔ گناہ دھونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔[3]

۶۔ یورپ میں ان دنوں سخت گیرانہ نوابی نظام تھا۔ عوام زندگی سے تنگ تھے۔ مذہبی جہاد کے بہانے وطن سے نکلنے کے لئے تیار ہو گئے کہ چند روز آزادی کی فضا میسر آئے گی۔[4]

۷۔ یورپ کے تجارت پیشہ گروہوں کو نئی منڈیوں کی تلاش تھی۔[5]

۸۔ عیسائیت پر دس صدیاں گزر چکی تھیں۔ یورپ میں عام پیش گوئی تھی کہ ایک ہزار سال کے بعد کامرانی اور شادمانی

---

[1] کولٹن [2] کولٹن [3] آرکرٹن

[4] کولٹن ۔ ہٹی

[5] کولٹن صـ ۱۷ و ۱۸

Marfat.com

کا ایک طلسماتی دور آئے گا۔ عوام کے سامنے جب اسلامی دنیا پر تسلط حاصل کرنے کا خیالی نقشہ پیش کیا گیا تو وہ سمجھے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو چلی ہے۔ لالچ میں آگئے۔

واقعات :- ۱۰۹۵ عیسوی میں فرانس کے شہر کلرمانٹ CLERMONT میں ایک ملک گیر کانفرنس ہوئی۔ پوپ اربن دوم نے ایک آتش بار تقریر کی اور فیصلہ ہوا کہ کل یورپ کو متحد ہو کر اسلامی علاقہ پر بڑھنا چاہیے۔ واعظ اور مبلغ سارے یورپ میں پھیل گئے اور لوگوں کو ملک و مذہب کی غیرت دلا کر اس مہم پر ابھارنے لگے۔ ان میں پیٹر راہب خصوصی شہرت رکھتا ہے۔ اس نے جگہ جگہ آگ پھیلا دی۔ یورپ کے عوام دیوانہ وار اٹھے۔ زادِ راہ بہم پہنچانے کے لئے انھوں نے گھر تک بیچ ڈالے۔ اشیاء مٹی کے بھاؤ بکنے لگیں۔ لوگ سینوں پر صلیبیں لٹکائے گھروں سے نکل آئے۔ اندلس، افریقیہ، مصر اور شام ہر طرف ان کے لاتعداد گروہ پھیل گئے لیکن اصل زور بیت المقدس کی طرف تھا۔ انھوں نے اہل اسلام کے ساتھ جس قدر جنگیں کیں وہ صلیبی جنگیں کہلاتی ہیں۔

صلیبی جنگیں ایک طویل عرصہ تک رہیں۔ وقتاً فوقتاً متعدد معرکے ہوئے، جنھیں تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا دور :

۱۰۵۶ عیسوی میں مسیحی فدائیوں کا ایک لاکھ کا ہراول گروہ اپنے گناہوں کو مسلمانوں کے خون سے دھونے کے لئے گھروں سے چلا۔ رستہ میں جس قدر یہود ملے انھیں بے دردی سے

Marfat.com

قتل کیا۔ پھر عیسائی آبادی کی شامت آئی۔ ہنگری کے علاقہ میں آتش زنی، اغوا اور عصمت دری کا وہ طوفان مچایا کہ الاماں۔ گرجوں سے سیسہ اتار کر بیچ ڈالا۔ پیٹر کے وعظ صدا بصحرا نکلے۔

یہ فوج ایشائے کوچک میں آئی تو قونیہ کے سلجوقی والی قلیج ارسلان کی تیغ آبدار نے استقبال کیا۔ شاید ہی کوئی زندہ بچا۔

اگلے برس (۱۰۹۷ء میں) مشرقی یورپ کے بادشاہوں نے ایک مشترکہ فوج تیار کی۔ اس کا شمار تقریباً دس لاکھ تھا اسے پرنسز کروسیڈ PRINCES CRHSADE یعنی شاہزادوں کی مہم کہتے ہیں۔ فرانس کا ایک نواب **گاڈفرے** (گندفری) ان کا سپہ سالار اعلیٰ تھا۔ یہ ہجوم بھی سابقہ فوج کی طرح اپنی ہی آبادیوں میں خون خواری و آتش زنی کرتا اور آپس میں لڑتا جھگڑتا ہوا بڑھا۔ قلیج ارسلان ان کے مقابلہ سے عاجز تھا۔ یہ لوگ ایشیائے کوچک سے گزر کر شام پہنچے۔ شام کے مسلمان باشندے جہاں جہاں بستے ہیں آئے انھیں تلوار اور آگ کی نذر کر دیا۔

۴۹۱ ہجری میں اس فوج نے انطاکیہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شہر اس وقت شمالی شام کا قلب تھا۔ موصل کا امیر کربوقا چند دیگر امراء کی معیت میں مقابلہ پر آیا۔ مسلمان امراء میں ناچاقی پیدا ہو گئی۔ لشکر صف آرا ہوئے تو اسلامی لشکر بغیر مقابلہ کے بھاگ گیا۔ صرف چند افراد نے ثواب کی خاطر جم کر مقابلہ کیا۔ مسیحی دیوانوں نے معرۃ النعمان کے شہر میں اسلام کے ایک لاکھ نام لیواؤں کو حوالۂ شمشیر کیا۔ کچھ شہر والوں نے ازخود ہتھیار ڈال دیئے۔ سلجوقی سلطان برکیارق نے مقابلہ کا قصد کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ

Marfat.com

صلیبی دس لاکھ ہیں تو باز آیا[1]

۴۹۲ھ (۱۰۹۹) میں عیسائیوں نے بیت المقدس کو محاصرہ میں لے لیا۔ یہ شہر اس وقت فاطمی خلفاء کے زیر نگیں تھا[2] کل ایک ہزار فوج اس کے دفاع پر مامور تھی۔ انھیں چالیس ہزار فرنگیوں نے محصور کیا[3] تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد افرنگ شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے نہایت بے دردی سے اہلِ شہر کا صفایا کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ تک مسیحی تلواریں موحدین کا خون پیتی رہیں۔ لوگوں نے مسجدِ اقصیٰ میں پناہ لی۔ وہاں ستر ہزار سے زائد مسلمان مارے گئے۔ بچوں اور عورتوں کو اسیر کر لیا گیا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ عیسائیوں نے بیت المقدس، انطاکیہ رُہا اور طرابلس کی چار الگ الگ ولایات قائم کرلیں[4]

دُوسرا دَور

ایسے میں جب کہ تمام یورپ اسلام کے خلاف یک جان و یک دل تھا اسلامی مملکت کا کیا رنگ تھا؟ یہ مملکت حصّوں بخروں میں منقسم تھی۔ سپین میں الگ حکومت تھی۔ مصر کے فاطمی خلفاء رسمی فرماں روا تھے۔ اصل اقتدار امراء کے ہاتھ میں تھا جو دست و گریباں ہو رہے تھے۔ خلافت بغداد کے بھی یہی شب و روز تھے۔ عباسی خلفاء پر سلاجقہ کا قبضہ تھا۔ سلاجقہ خود اس حالت کو پہنچے ہوئے تھے کہ خود غرضی کے سوا ان کا اور کوئی نصب العین نہ تھا۔ نیم مختار سلاطین کی بہتات تھی۔ یہ ایک دوسرے

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی [2] ذہبی [3] ہٹی [4] آرڈن۔

Marfat.com

کی گھات میں رہتے تھے۔ بعض امراء مسیحی حکومتوں سے بھی قسمت وابستہ کرنے کو آمادہ تھے۔ یورپ والوں نے یقین کر لیا کہ کم از کم عیسائیت کے ہاتھ سے نکلے ہوئے قطعات مسلمانوں سے چھینے جا سکتے ہیں۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد ان کے قدم بڑھتے گیے۔

مصر کے وزیر مختار بدر جمالی نے بیت المقدس کی بازیافت کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ اس نے شکست کھائی اور جنگل میں پسپا ہوا۔ عیسائیوں نے درختوں کو آگ لگا دی۔ کئی مسلمان جل گیے۔ جنھوں نے بھاگنا چاہا مارے گیے۔ بدر جمالی نے ایک اور فوج بھیجی۔ وہ بھی ہار گئی۔ اس نے اب تیسری مہم بھیجی۔ اس نے شکست کا داغ تو نہ اٹھایا لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہی[1]۔

بغداد میں شامی مسلمانوں کی مظلومیت کی خبریں پہنچیں تو ایک کہرام مچ گیا۔ عوام حکومت کی غفلت دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ جامع السلطان کا منبر توڑ دیا اور جمعہ کی نماز ادا نہ ہو سکی۔ سلطان محمد نے ایک لشکر تیار کرکے بھیجا لیکن امراء آپس میں جھگڑ کر لوٹ آئے۔ اگلے برس ۵۰۷ ہجری میں شام کے امراء نے اتحاد کرکے ایک اور کوشش کی۔ بحیرہ طبریہ کے قریب یروشلم کے بادشاہ کو شکست دی لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کے روح و رواں امیر مودود بن زنگی صاحب موصل کو ایک باطنی نے مار ڈالا اور پیش قدمی رک گئی[2]۔

---

[1] ابن اثیر۔ ابن خلدون [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ ذہبی۔

Marfat.com

ایک طرف فرنگ کے اتحاد اور جذبہ و جوش کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی سلاطین و امراء کی ناچاقی اور غفلت پر نظر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے مٹنے میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی لیکن اللہ تعالےٰ کو اپنے دین کی حفاظت منظور تھی اس نے عماد الدین زنگی، نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی سے اسلام کی پاسبانی کا کام لیا۔ انھوں نے صلیبیوں کی کمر توڑ دی۔ اور انھیں پسپا کرکے دم لیا۔

سیلِ فرنگ کی راہ میں پہلا بند باندھنے والا مردِ غیور عماد الدین زنگی تھا۔ شام کا ملک کئی ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس لئے انھیں یکجا کرنے کی کوشش کی۔ دمشق کے فرماں روا نے اس کے خلاف فرنگ کی مدد مانگی لیکن ناکام رہا۔ عماد الدین نے عیسائیوں پر پے درپے چوٹیں لگائیں۔ انھوں نے قیصر روم سے فریاد کی۔ قیصر لاؤ لشکر لے آیا۔ عماد الدین نے ایسی چال چلی کہ شام کی نوخیز عیسائی حکومتوں اور قیصر کے درمیان بدگمانی پیدا ہوگئی اور وہ جنگ کیے بغیر پلٹ گیا[1] عماد الدین نے عیسائیوں سے کئی شہر واپس لئے جن میں رُہا کا اہم شہر بھی تھا۔ یہ شہر ۵۳۹ ہجری (۱۱۴۴ء) میں فتح کیا۔ فوج نے عیسائی آبادی پر سختی کی لیکن عماد الدین نے عفوِ عام کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ اسیروں کو رہا کردو اور غنیمت کا مال لوٹا دو۔ مفتوحین کو سب چیزیں واپس ملیں۔ شاید ہی کوئی چیز گم ہوئی[2]

عماد الدین نے ۵۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ صلیبیوں کی

---

[1] ذہبی۔ ابن اثیر [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

نگہبانی کا فریضہ اب اس کے بیٹے نورالدین زنگی نے سنبھالا۔ وہ ۲۸ برس ان کے ارمانوں کا خون کرتا رہا۔ بتدریج ان کے ہاتھوں سے علاقے چھیننے شروع کیے۔ ۵۴۲ ہجری میں المان کا بادشاہ انبوہِ کثیر لے کر آیا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ نورالدین اور اس کا بھائی سیف الدین دمشق کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔ افرنگ نے نورالدین کا نام سنا تو جی چھوڑ کر چل دئے۔ نورالدین کے صلیبیوں سے کئی معرکے ہوئے۔ ۵۴۴ ہجری میں انطاکیہ کا بادشاہ مارا گیا۔ ۵۵۹ھ میں حارم کی مشہور جنگ ہوئی جس میں انطاکیہ اور طرابلس کے بادشاہ اور کئی سربرآوردہ امراء گرفتار ہوئے[1]۔

نورالدین شام میں اہلِ صلیب کا قلع قمع کرنے میں مصروف تھا کہ مصر کے ایک بد اندیش امیر شاور کی وجہ سے انھوں نے مصر میں دخل پا لیا۔ نورالدین کے امیر اسدالدین شیرکوہ نے شاور کا کام تمام کیا اور خود خلیفۂ مصر کا مختار کل ہو گیا۔ شیرکوہ کی وفات کے بعد یہ منصب ان کے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو ملا۔ مصر پر اتابکی خاندان کے تسلط پر صلیبیوں کے قدم اکھڑ گیے اور ان کی طرف سے بازگشت کی سب کوششیں ناکام ہوئیں۔

نورالدین نے ۵۶۹ ہجری میں وفات پائی۔ یہ سن کر فرنگ نے شام میں پیش قدمی شروع کر دی[2]۔ زنگی خاندان میں تقسیم ملک پر جھگڑے کھڑے ہو گیے۔ صلاح الدین ایوبی نے دیکھا کہ یہ نااتفاقی اہلِ صلیب کے لئے بہت سود مند ہو گی تو اس

---

[1] ذہبی۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر [2] ذہبی۔

Marfat.com

نے زنگی امراء کو آہستہ آہستہ ختم کرکے جزیرہ، شام، حجاز اور مصر کو ایک رشتہ میں پرو دیا۔ اب ان چاروں صوبوں کی قوت یکجا ہو کر عیسائیوں کو پچھاڑ سکتی تھی۔ صلاح الدین نے ۵۷۵ ہجری میں صلیبیوں کے کئی تاجدار اور سالار گرفتار کیے۔ تاہم انھیں اب اتنی جسارت ہو گئی تھی کہ ۵۷۷ ہجری میں مدینہ کو سر کرنے کے لئے ان کے بری اور بحری عساکر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق کے ایوبی نائب نے انھیں رستہ ہی میں روک لیا۔ فرنگی مدت تک ضد کرکے پڑے رہے حاکم دمشق فرخ شاہ نے آخر انھیں دندان شکن ہار دی۔ کئی عیسائی اسیر ہوئے اور باقی تتر بتر ہو کر بھاگ گیے[1] اہل یورپ کے ساتھ ایوبی کے جو معرکے ہوئے ان میں جنگِ حطین بہت اہم ہے۔ یہ جنگ ۵۸۳ ہجری (۱۱۸۷ء) میں لڑی گئی حطین ایک بستی کا نام ہے جو اسی نام کے ایک پہاڑ کے دامن میں تھی۔ سلطان نے دشمن کے لشکر پر مٹی کا تیل ڈلوایا۔ زمین پر آگ بھڑک اٹھی۔ ۳۰ ہزار دشمن مارے گیے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ طرابلس کا بادشاہ معرکہ کے آغاز ہی میں بھاگ گیا تھا۔ باقی جتنے بادشاہ تھے سب گرفتار ہوئے ان میں ارناط RENAULD بھی تھا جس نے بحری بیڑہ تیار کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا عزم کیا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر قلم کیا۔ اس عہد شکن بادشاہ نے صلح کرکے ایک اسلامی کارواں پر حملہ کیا تھا جس میں سلطان کی

---

[1] ابن اثیر ۵۷۷ھ ذہبی ۵۷۷ھ

Marfat.com

ہمشیرہ بھی تھی۔ جنگ حطین میں نصاریٰ سے صلیبِ اعظم چھین لی گئی۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر مصلوب ہوئے تھے۔ یہ سونے اور جواہر سے لپی ہوئی تھی[1]

اس کے بعد ایوبی نے عکّا، منصوریہ، قیساریہ، بیروت اور عسقلان وغیرہ کے شہر فتح کیے۔ عیسائیوں کے ہوش اڑ گیے[2]

بیت المقدس کی فتح

۵۸۳ ہجری میں صلاح الدین نے بیتُ المقدّس کا محاصرہ کیا۔ طویل مدت گزر گئی۔ فصیل میں شگاف پڑ گیا تو اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ ایوبی نہ مانا۔ محصورین نے کہا کہ اگر ہمیں امن نہ دو گے تو ہم اپنے بال بچوں کو ہلاک کریں گے، اموال کو مٹا دیں گے۔ مسجد اقصیٰ کو برباد کریں گے اور تمہارے جو پانچ ہزار قیدی ہمارے پاس ہیں ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ ایوبی نے صلح تسلیم کر لی[3] سلطان ۲۷ رجب ۵۸۳ ہجری کو شہر میں داخل ہوا۔ علماء کا قول ہے کہ یہی تاریخ معراج کی بھی ہے[4] ایوبی نے مسجد اقصیٰ سے صلیبیں، راہب اور خنزیر باہر نکالے[5] تصاویر مٹائیں[6] منبر بچھایا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ صخرہ سے بھی صلیب ہٹائی اور اسے پانی سے دھلوایا[7] اس نے بیت المقدس میں کئی مدرسے بنوائے[8]

---

[1] ابن کثیر۔ ذہبی۔ کوٹن [2] ذہبی [3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔
[4] ابن کثیر [5] ابن کثیر [6] ذہبی۔ ابن کثیر
[7] ابن اثیر۔

یروشلم کے بعد ایوبی نے اور بھی کئی شہر سر کیے۔ بیت المقدس کی خبر یورپ پہنچی تو پوپ نے پھر دعوت عام دی۔[1] راہب، علماء اور دیگر عیسائی سیاہ لباس پہن کر یورپ میں پھیل گئے۔ انھوں نے ایک تصویر بنائی جس میں یہ دکھایا کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰؑ کو پیٹ رہے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بدن سے خون بہ رہا ہے۔ مرد تو مرد عورتیں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ۵۸۵ ہجری میں یورپ والوں نے عکا کا محاصرہ کر لیا اور ان کو امدادیں آتی رہیں۔ ۵۸۶ھ (۱۱۸۹ء) میں المان کا بادشاہ جم غفیر لے کر روانہ ہوا۔ اس فوج کا ایک حصہ رستہ میں بھوک، سردی اور سفر کی زحمت سے مرگیا یا ترکمانوں نے جھپٹے مار کر ہلاک کیا۔ بادشاہ دریا میں غرق ہوا۔ کافی سپاہ ٹوٹ گئی۔ جو باقی رہی اس کا یہ حال تھا کہ گویا مردے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ آگے چلے تو مسلمانوں نے کئی گرفتار کر لیے۔ طرابلس پہنچے تو وبا نے پکڑ لیا۔ صرف ایک ہزار بچے۔ وہاں سے پھر بحری رستے سے لوٹے، کشتیاں ڈوب گئیں اور ایک بھی باقی نہ رہا۔ اگلے برس ۵۸۷ ہجری میں فرانس کا بادشاہ فلپ اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ لشکر لے کر آئے۔ یہ بھی عکا کی حملہ آور فوج کے ساتھ مل گئے۔ ایوبی عکا والوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا لیکن یورپی افواج حائل تھیں۔ ایوبی کے ان سے کئی معرکے ہوئے مگر محصورین تک مستقل رستہ پیدا نہ کر سکا۔ یورپی افواج کو ایک بڑی سہولت

---

[1] کولنٹ

Marfat.com

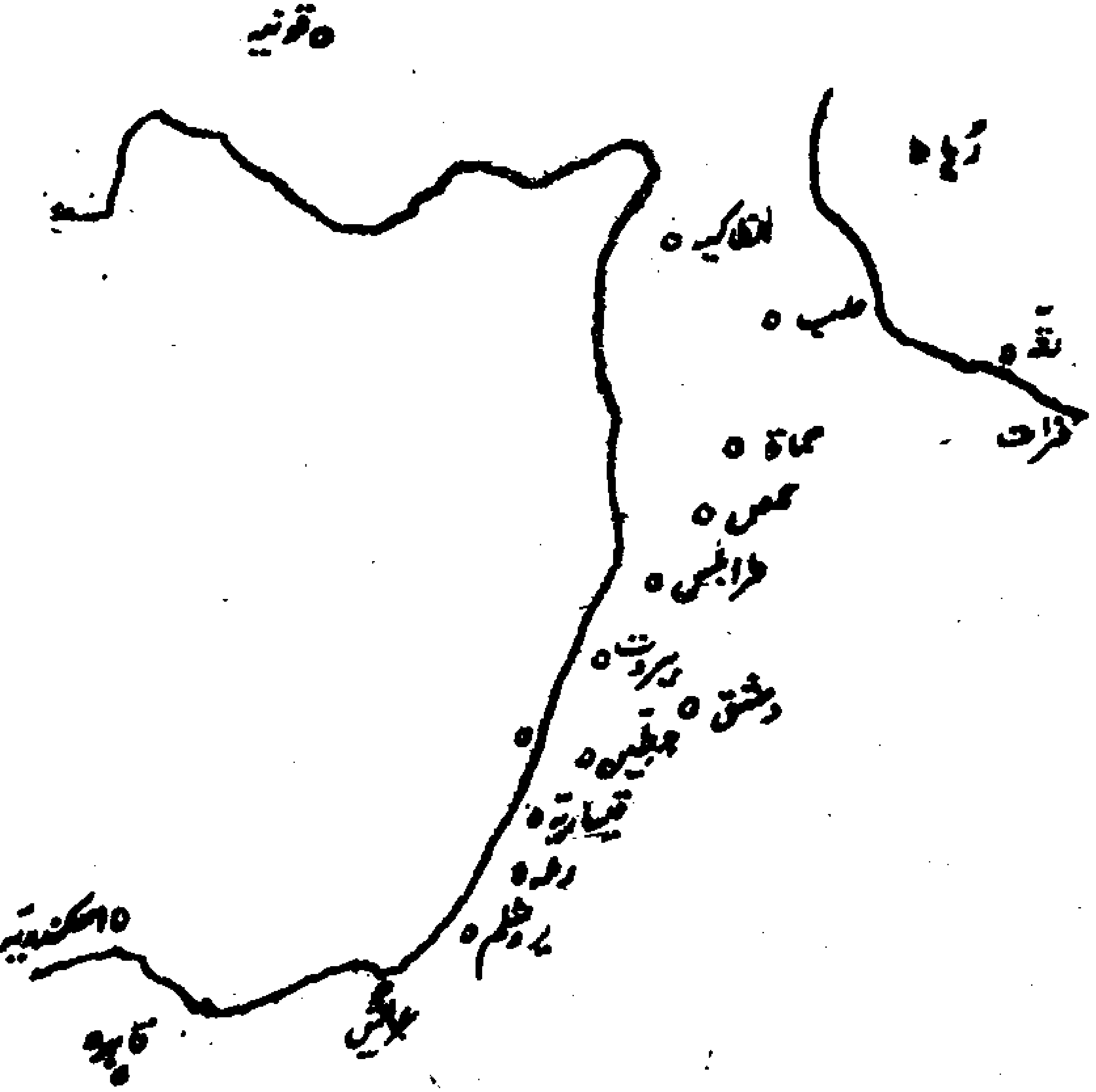

صلیبی جنگوں کے مواضع

Marfat.com

یہ تھی کہ سمندر کی سمت ان پر کھلی تھی۔ بحری رستہ سے انھیں کمک آ سکتی تھی۔ اس لئے وہ طویل مدت تک استقامت دکھا سکتے تھے۔ سلطان بیمار ہو کر واپس چلا آیا اور شہر ۲۳ ماہ کے محاصرہ کے بعد مفتوح ہو گیا۔ اس کے بعد بہت جنگیں ہوئیں اور خون ریزی جاری رہی۔ یورپ کی فوج جیسے گھر سے بچھڑے ایک مدت ہو گئی تھی دق ہو گئی۔ وہ بیت المقدس کی نیت سے آئے تھے لیکن وہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔ انگلستان کے بادشاہ نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور یہ شرط پیش کی کہ اس کی بہن سے سلطان کے فرزند الملک العادل کی شادی ہو۔ فرنگیوں کے مقبوضات رچرڈ کی بہن کو ملیں اور بیتُ المقدس ساحلی علاقوں سمیت عادل کی ملک ہوں۔ صلاح الدین مان گیا لیکن رچرڈ کی بہن کو پادریوں نے ایسی پٹی پڑھائی کہ اس نے انکار کر دیا۔ آخر ۵۸۸ ہجری (۱۱۹۲ء) میں تین برس کے لئے صلح طے ہوئی اور قرار پایا کہ ساحل کے جو علاقے فرنگیوں کے پاس ہیں انہی کے قبضہ میں رہیں اور دیگر علاقے (جن میں بیت المقدس بھی شامل تھا) مسلمانوں کے پاس ہوں عیسائیوں کو بیت المقدس کی زیارت کی عام اجازت ہو۔ طرفین کی افواج تھک چکی تھیں۔ اس تصفیہ پر فرحت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی[۱]۔

تیسرا دور۔ زوال بغداد کے بعد کا ہے۔

---

[۱] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ کولٹن۔

Marfat.com

صلاح الدین کی وفات کے بعد صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ایک سو برس تک اِکا دُکا معرکے ہوتے رہے تاآنکہ ۱۲۹۱ء میں نصاریٰ مکمل طور سے بے دخل ہوگئے۔[1]

نتائج: ہلال و صلیب کے خون بار معرکوں میں بظاہر یورپ والوں نے بے اندازہ نقصان اٹھایا۔ ان کی لاکھوں سپاہ سے زندہ بچنے والے دسویں حصّہ سے بھی کم تھے۔ انھوں نے جو مقبوضات حاصل کیے تھے آخر کار ان سے محروم ہونا پڑا لیکن ان کے سامنے مذہبی، علمی، تجارتی اور تمدنی لحاظ سے ایک جدید دَور کی راہ کھل گئی اور ظلمت کا عہد ختم ہوگیا۔ یورپ کے باشندے اس سے قبل اپنی سرحدوں میں مقید تھے۔ یورپ سے باہر جھانکنے کا انھیں موقع نہیں ملا تھا، اس لئے وہ رفتارِ زمانہ سے بے خبر تھے۔ یورپ والوں کو جنگلوں سے نکل کر مکانوں کی اقامت اختیار کیے ابھی تھوڑی مدّت گزری تھی۔ علم اور تہذیب سے بے گانہ تھے۔ ادھر فرزندانِ اسلام علوم و معارف اور شائستگی کی نو بہ نو روایات تعمیر کر رہے تھے۔ صلیبی جنگوں کے طویل و مدید عرصہ کے دوران اہلِ یورپ نے تہذیب و تمدّن کی دنیا کو قریب سے دیکھا۔ گویا ایک نئی دنیا تلاش کر لی۔ انھوں نے اس سے خوب استفادہ کیا پہلے ان کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ وہ نہلتے بھی شاذونادر تھے۔ لیکن اسلامی ممالک میں آئے اور یہاں حماموں کا رواج دیکھا تو یورپ میں بھی حمام نظر آنے لگے، آرٹ، ادب، فنِ جنگ

---

[1] کولٹن صـ ۱۷۵

Marfat.com

اور زندگی کے دیگر متنوع انداز اہلِ اسلام سے سیکھے۔ یہاں تک محاذِ جنگ پر آنے والے مردوں اور عورتوں نے لباس بھی شام والوں کا اختیار کر لیا۔

۲۔ یورپ اور اسلامی ممالک کے درمیان وسیع پیمانہ پر تجارت قائم ہوئی۔ اٹلی کے لوگ یورپ اور اسلامی دنیا کے درمیان واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے زیادہ تجارت انہی کے ہاتھ میں رہی اور اس ملک میں دولت بھرنے لگی۔ یورپ کی تاریخ میں پہلی بار بین الاقوامی تجارت کی بنا پڑی۔

۳۔ عیسائیت میں بیسیوں خرابیوں نے گھر کیا ہوا تھا لیکن کسی کو ان کا ہوش نہ تھا۔ حساس عیسائیوں نے جب اسلام کے روشن پہلے دیکھے تو انھیں بھی مذہبی اصلاحات کی سوجھی اور ان کے ہاں اس مقصد کے لئے تحریکیں رونما ہوئیں۔

۴۔ یورپ والوں نے پہلی دفعہ محسوس کیا کہ ان میں کس قدر تفرقہ اور پراگندگی ہے۔ انھوں نے اس کے سرچشمہ نوابیت FEUDALISM کو مٹانے کی ٹھان لی۔

۵۔ اہلِ اسلام کی حربی برتری مسلم ہوگئی اور یورپ کی طرف ان کے قدم آہستہ آہستہ پھر بڑھنے لگے۔ قسطنطنیہ کا شہر ۸۵۳ ہجری میں فتح ہوگیا اور ڈینوب کے صوبے بھی اسلام کے زیر اثر آگئے۔

تاتار تاتار (یا تتر) منگول کا ایک ہم نسب قبیلہ تھا جو وسط ایشیا کے شمال میں واقع صحرائے گوبی میں وحشیانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ یہ لوگ آفتاب پرست تھے ۵۹۹ ہجری میں تتار کی سرداری ایک سردار تموجن نام

Marfat.com

نے سنبھالی۔ یہ چنگیز خان کے لقب سے مشہور ہے۔ اس نے اپنی قوم کو صحرا کی تنہائی سے نکالا اور چین پر قابض ہوگیا چنگیز خاں کا علاقہ خوارزم شاہی سلطنت کا ہم سرحد تھا خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کے خلاف شاہ چین کی مدد کی تھی[1] تاہم چنگیز نے اس کے ساتھ تجارتی روابط رکھنا چاہے اور اس کے علاقے میں چند تاجر بھیجے۔ ان کے پاس بہت سامان تھا۔ علاء الدین محمد خوارزم شاہ کے حکم سے انھیں قتل کرکے ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔ چنگیز نے سفیر بھیجا کہ تم نے میرے آدمیوں کا خون کیا ہے۔ میں تم پر فوج کشی کروں گا۔ خوارزم شاہ نے سفیر کو قتل کر ڈالا اور تاتاری علاقے پر چڑھائی کر دی۔ ان دنوں چنگیز ایک مہم پر تھا۔ تاتار نے خوارزم شاہ سے جنگ کی۔ چار روز جنگ ہوتی رہی۔ بیس ہزار مسلمان اور کئی گنا زیادہ تتاری مارے گیے۔ اس کے بعد بغیر فتح و شکست کے فریقین الگ ہوگیے۔ ۶۱۶ ہجری میں چنگیز خان تاتاریوں کی ایک جرار سپاہ لے کر خوارزم شاہی علاقہ میں وارد ہوا۔ خوارزم شاہ نے جو پہلا معرکہ کیا تھا اس میں اگرچہ پلڑے برابر رہے تھے لیکن خوارزم شاہ بہت مرعوب ہوگیا تھا۔ چنگیز کے ذخار لشکر آئے تو اس کی ہمت ہی نہ ہوئی کہ سامنا کرے۔ چنگیز نہایت تیز رفتاری سے بڑھا اور ایک سال کے عرصہ میں عراق اور جزیرہ کی سرحد تک کے علاقے پامال کر ڈالے۔ جو شہر راہ میں آئے انھیں زیر و زبر کر ڈالا۔ انسانوں

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مقالہ چنگیز خاں۔

Marfat.com

کو بے دریغ کاٹا اور آبادیوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ بخارا اور سمرقند ایسے پُر رونق شہر خاک سیاہ ہو گیے۔ مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی اور عورتوں کی عفت برسرِ عام برباد ہوئی۔ علاؤ الدین شہر بشہر بھاگتا پھرا۔ اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے اور وہ ۶۱۷ ہجری میں بحیرۂ طبرستان کے کسی جزیرہ میں کس مپرسی کی موت مر گیا۔

علاؤ الدین کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین جانشین ہوا۔ اس نے غزنہ میں دو بار چنگیزی لشکر کو شکست دی اور چنگیز کو لکھا کہ خود مقابلہ پر آؤ۔ لیکن بد قسمتی سے اس کے ناعاقبت اندیش امراء میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک سالار اپنا تیس ہزار کا منتخب لشکر لے کر جُدا ہو گیا۔ چنگیز آیا تو جلال الدین نے ہندوستان کی جانب فرار کیا۔ چنگیز نے تعاقب کیا۔ سندھ کے کنارے جلال الدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ چنگیزی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن جلال الدین کو اس نقصان کا علم نہ تھا۔ فوجیں الگ ہوئیں تو وہ دریا پار کر کے ہندوستان میں داخل ہو گیا۔

تاتار اسلام کے دسیع و عریض علاقوں میں آگ اور خُون کا کھیل کھیل کر واپس چلے گیے۔ ان علاقوں میں کوئی امیر اس قابل نہ تھا کہ ان کے مقابلہ کو اُٹھے کیوں کہ خوارزم شاہیہ نے ان علاقوں کے سلاطین کا خاتمہ کر دیا تھا۔ خلیفہ نے تاتار کے مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن بنو ایوب خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کوئی مدد نہ دی۔ مسلمانوں نے جو علاقے سالہا سال میں فتح کیے تھے وہ ایک برس میں تاتار کے

Marfat.com

ہاتھوں ویران ہوگیے۔ ان پر کوئی نوحہ کرنے والا بھی نہ تھا۔

جلال الدین ہندوستان سے لوٹا تو تاتار کے تاراخت شدہ علاقوں کو سنبھالا۔ جلال الدین نہایت بد خلق تھا۔ اس نے نہ صرف پڑوسی حکمرانوں سے دشمنی مول لے لی بلکہ اپنے امراء سے بھی بگاڑ پیدا کر لیا یہاں تک کہ اس کا بھائی بھی جدا ہو گیا۔ ان دنوں تاتار کا سردار اقتائی قاآن تھا جو ۶۲۴ ہجری میں اپنے باپ چنگیز خاں کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا۔ تتار پر جلال الدین کا بہت دبدبہ تھا لیکن جب اسماعیلیہ نے ان کو جلال الدین کے حالات سے آگاہ کیا تو انھوں نے ایک بار پھر زور باندھا۔ جلال الدین کا ساتھ دینے کو کوئی مسلمان والی تیار نہ تھا۔ اس لئے بھاگ نکلا۔ پردیس میں سر ٹکراتا پھر رہا تھا کہ ۶۲۸ ہجری میں ایک کاشت کار نے مار ڈالا[1] تاتار قتل و غارت کرکے واپس چلے گیے۔ اس کے بعد وہ پھر بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ ۶۴۳ ہجری میں خلیفہ کی فوج نے انھیں زبردست شکست دی۔ لیکن ان کی مار دھاڑ جاری رہی۔

چنگیز کی وفات (۶۲۴ ہجری) کے بعد اس کا بیٹا تولی خان جانشین ہوا تھا اور اس کے بعد منگو خان بن تولی۔

۶۵۲ھ سے ہلاکو نے اپنے بھائی منگو کے حکم سے اسلامی علاقوں کو تاراج کرنا شروع کیا لیکن بغداد سے دور ہی رہا۔

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

۶۵۶ ہجری میں اس نے اسماعیلیہ سے الموت کا قلعہ چھین کر ان کے اس مرکز کو ختم کیا۔ اس کے بعد اپنے دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ بغداد پر حملہ آور ہوا۔

ہلاکو خان نے بغداد پر لشکر کشی کیوں کی؟ اس کے بارے میں کئی خیال ہیں مثلاً ایک یہ کہ آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے شیعی وزیر ابن علقمی کی اس کے ساتھ مراسلت تھی۔ اس نے ہلاکو کو دعوت دی تاکہ عباسی حکومت ختم ہو اور اس کی جگہ فاطمی حکومت قائم ہو جائے[1] دوسرا خیال یہ ہے کہ ہلاکو نے اپنی مہمات کے دوران خلیفہ سے مدد چاہی۔ خلیفہ مدد نہ دے سکا۔ ہلاکو اپنی مہم سے لوٹا تو خلیفہ کو عدم تعاون پر خط لکھا اور خوب ڈانٹا۔ خلیفہ نے راضی کرنے کے لئے تحفے بھیجے لیکن تحفے معمولی تھے اس لئے ہلاکو اور بگڑا اور بغداد پر چڑھ آیا[2]

ہلاکو کے حملہ کے فوری اسباب چاہے کچھ ہوں حقیقت یہ ہے کہ ہلاکو کا حملہ اٹل تھا۔ وہ اپنی فتوحات کا دائرہ پے بہ پے پھیلا رہا تھا۔ اس نے ہر حریف کو پامال کیا۔ آخر خلیفہ بغداد سے کیوں جھجکتا جب کہ اسے معلوم تھا کہ بغداد کی دفاعی پوزیشن بہت کمزور ہے، لشکر کل دس ہزار ہے اور امرائے سلطنت خود غرض ہیں۔ بغداد کی قوت مضمحل ہو چکی تھی اور قوم کی شامتِ اعمال کو کسی نہ کسی غارت گر کی صورت

---

[1] ابن کثیر

[2] ابن العبری۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

پکڑنا تھی۔

تاتار نے بغداد کو محاصرہ میں لے لیا۔ خلیفہ کا ایک امیر محاصرہ سے پہلے ہی اس کے ساتھ مل گیا اور اہلِ بغداد کو لکھا کہ امان طلب کر لو، مقابلہ بے سُود ہوگا۔ خلیفہ نے بھی دیکھا کہ سوائے امان مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں تو ایک وفد ہلاکو کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد خود حاضر ہوا۔ ہلاکو فرعونیت سے پیش آیا۔ خلیفہ واپس آیا اور بیش قیمت تحائف لے کر دوبارہ حاضری دی۔ ہلاکو نے اس کے صلہ میں اس کے قتل کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مشورہ اسے ابن علقمی اور اپنے وزیر نصیر الدین طوسی نے دیا تھا۔ ہلاکو کو خدشہ تھا کہ خلیفہ کا خون زمین پر گرا تو آفت آجائے گی۔ لہذا خلیفہ کو بوریوں میں لپیٹ کر ٹھوکروں سے شہید کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹا اور ایک روایت یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس کے ہمراہ اس کے دو بیٹے بھی شہید ہوئے۔ ایک کی عمر ۱۵ اور دوسرے کی ۱۲ برس تھی۔ ان سے چھوٹا بچہ اور خلیفہ کی تین بہنیں اسیر ہوئیں[1]

بغداد میں چالیس روز تک موت کا بازار گرم رہا۔ جو شخص تتار کے سامنے آیا وہ موت کے منہ میں پہنچا۔ قاتلوں نے مرد، عورت، بوڑھے، بچے کسی پر ترس نہیں کھایا۔ جن لوگوں کو مکانوں کی چھتوں پر ذبح کیا گیا ان کے خون سے پرنالے رواں ہوئے۔ مسجدیں ذبح خانے بن گئیں۔ بڑے بڑے علماء نے

---

[1] ابن کثیر۔

Marfat.com

شہادت پائی۔ بے شمار عورتیں باندیاں بنائی گئیں۔ صرف یہود و نصاریٰ کو زندہ چھوڑا یا ان کو جنھوں نے ابن علقمی کے گھر میں پناہ لی تھی۔ بعض تاجروں نے دولت دے کر امان خریدی[1]

صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کتنے ہزار آدمی لقمۂ اجل ہوئے۔ بغداد ایسا اُجاڑ ہوا گویا یہاں زندگی نے کبھی سانس ہی نہیں لیا تھا۔ راہوں میں لاشوں کے ڈھیر ٹیلوں کی صورت نظر آتے تھے۔ بارش ہوئی تو وبا پھوٹ نکلی جس سے شام تک کے علاقے متاثر ہوئے[2]

بغداد کا شاہی کتب خانہ دجلہ میں بہا دیا گیا[3]

ابن علقمی کے ساتھ بھی ظالمانہ سلوک ہوا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ گھر میں بیٹھ رہا۔ اس نے اسی سال رنج و ملال کے نشتروں سے وفات پائی[4]

مستعصم باللہ کی شہادت کے ساتھ بغداد میں عباسی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔

زوالِ بغداد کے اسباب

بنو عباس نے تقریباً پانچ سو برس راج کیا۔ دُنیا کی تاریخ میں اور کوئی مثال مشکل سے ملے گی کہ کسی خاندان نے اس قدر طویل و مدید حکمرانی کی ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عوام میں مرکزیت کا خیال عقیدہ کی طرح جما ہوا تھا۔

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر

[3] ابن کثیر۔

[4] ابن کثیر۔

Marfat.com

علمائے حق اس عقیدہ کے پاسبان تھے۔ انھوں نے فتنہ و فساد کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش کی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عباسی خلفاء بعض کمزوریوں کے باوصف حکومت کی اہلیت رکھتے تھے اور تیسری یہ کہ ہاشمی ہونے کے سبب سے عوام میں ان کی بہت وقعت تھی۔

عباسی حکومت کا مٹنا بہت مشکل تھا۔ تاتار کا حملہ نہ ہوتا تو ممکن ہے اس کو زندگی کی کئی صدیاں اور مل جاتیں۔ بہرحال اندر ہی اندر کچھ ایسے عوامل کام کرتے رہے جنھوں نے اُسے تاتار کے سامنے اُٹھنے کے قابل نہ چھوڑا۔ ان میں سے چند مندرجۂ ذیل ہیں:-

۱- **شخصی حکومت**: شخصی حکمرانوں اور خاندانی حکومتوں کے سلسلہ کا غیر مختتم رہنا ناممکن ہے بالخصوص جب کہ دینی لحاظ سے بھی اس طرز حکومت کو تائید حاصل نہ ہو۔ اگر عباسی خلفاء حکومت کو شوریٰ کا رنگ دیتے اور انھیں مخلص اور ذمّہ دار اصحابِ شوریٰ ملتے تو عین ممکن ہے کہ ان کی میعادِ حکومت دراز تر ہوتی۔

۲- **وسعتِ مملکت**: اسلامی سلطنت نہایت وسیع تھی۔ شخصی حکومتوں میں اس قدر پھیلی ہوئی عملداری کا سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا خلافت کا نظام روز بروز کمزور ہوتا گیا اور آخر کار ختم ہو کر رہ گیا۔

۳- **امراء کا اسلامی سادگی سے دستبردار ہونا**: مہدی کے عہد تک عباسی خلفاء نے بہت مدت تک اسلامی سادگی کا رنگ بحال رکھا لیکن بعد میں عجمی تکلفات اور تصنعات

Marfat.com

نے قبضہ جما لیا۔ ہارون الرشید نے مسرت طلبی کے جس دَور کا آغاز کیا اس کا انجام سوائے زوال کے اور کیا ہو سکتا تھا؟ ہارون کے پیار کی گود میں پلا ہوا امین اگر مسندِ خلافت پر متمکن رہتا تو تخریب کے سامان جلد تر ہو جاتے۔ لیکن خلافت کی خوش قسمتی سمجھئے کہ امین کی جگہ مامون نے لی اور تباہی کا رُخ کچھ مدت کے لیئے موڑ دیا۔ اکثر امراء اور ارکان سلطنت بعد میں بھی تعیش کے دل دادہ رہے اور ملت کی ترقی سے غافل ہو گیے۔

ارباب اختیار کے ہاں سیرت اور مردانگی کی پہلی سی قدر کم ہو گئی۔ ایک وقت وہ تھا کہ خلفائے اسلام فوجی طاقت اور ذاتی کردار کے بل پر اغیار کو مرعوب کرتے تھے اور پھر یہ نوبت آئی کہ ۳۰۵ ہجری میں رومی سفیر آیا تو اسے شہر و دربار کی زینت و آرائش سے مرعوب کرنے کی کوشش کی گئی۔

۴۔ فرقہ بازی: سیاسی، مذہبی اور فکری گروہ بندی نے اسلامی حکومت کو بہت ضعف پہنچایا۔ کئی حکومتیں محض مذہبی اختلاف کی بناء پر قائم ہوئیں۔ انھوں نے بنو عباس کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ الموت کے قلعہ میں تقریباً ڈیڑھ سو برس تک بنو عباس کے خلاف تبلیغ کا مرکز قائم رہا بنو عباس نے اس مرکز کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ یہاں سے بنو عباس پر نہایت کاری چوٹیں پڑتیں رہیں۔

فکری گروہ بندوں میں معتزلہ نے نادانستہ طور پر

Marfat.com

بہت نقصان پہنچایا اور اموی حکومت سے عوام کو برگشتہ کر دیا۔

عجم میں عربوں کے خلاف تعصب کی ایک لہر اموی دَور میں اٹھی جس نے عباسی عہد میں ایک تحریک کی صوُرت اختیار کر لی۔ اسے شعُوبیّہ کہتے ہیں۔ شعوبیّہ اہلِ عجم کی مدح خوانی اور عربوں کی تحقیر میں مصروف رہتے تھے۔ انھوں نے عربوں کے خلاف کتابیں لکھیں۔ اگرچہ سنجیدہ طبقہ اس تفرقہ کے خلاف تھا تاہم اس تحریک سے اسلامی اتحاد کو ضعف پہنچا۔

۵۔ ترک گروہی: خلیفہ معتصم ترکوں کو بساطِ سیاست پر ایک الگ جماعت کے طور سے لایا۔ انھیں عصبیّت کی تعلیم دی اور دولت و اقتدار کا چسکا لگایا۔ یہ نیم وحشی اور خود پرست لوگ ملی اتحاد کے دشمن ثابت ہوئے۔ انھوں نے خلیفہ کی آبرو کو خاک میں ملایا اور اسے عضوِ معطّل بنا کر رکھ دیا۔ اگر بنو بویہ اور سلاجقہ ان کے مقابلہ پر نہ آتے تو آلِ عباس بھی بنو فاطمہ کی طرح جلد ہی ایوانِ شہی سے خارج کر دئے جاتے۔

۶۔ عربوں کی یکسوئی: تاتار وحشت خیز صحراؤں سے آئے تھے اور متمدن دنیا سے دُور ہونے کی وجہ سے بہت جنگجو اور بے خوف تھے۔ عجم کے نشاط پرور علاقہ میں ان کے مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ ان کا جواب صرف عرب کے لوگ تھے لیکن وہ حکومت سے بے دخل ہو کر عرب کے ریگستانوں میں یکسوئی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان

Marfat.com

کے برابر نہ کسی قوم میں دینی حمیت تھی اور نہ ملی جوش لیکن بنو عباس نے انھیں عضوِ ناکارہ سمجھا اور کاٹ کر الگ کر دیا تھا۔ اگر بنو عباس ان کا سہارا لیتے تو تاتار کا منہ توڑ سکتے تھے۔

۷۔ **محل سرا کا بے جا دخل:** انتظامی خرابیوں کی ایک وجہ عورتوں اور محل سرا کے خدام کا بے جا دخل بھی تھا۔ مثلاً خلیفہ معتز کی ماں نے دولت کے انبار جمع کر کے چھپا دیئے۔ بیٹا خزانہ کی کمی کے باعث جان سے گیا اور ماں ٹس سے مس نہ ہوئی۔ مقتدر باللہ کی ماں کا بھی یہی حال تھا۔اس نے دولت اکٹھی کر کے قبرستان میں جمع کر لی۔ اس کی ایک لونڈی فاطمہ نے بھی خوب ہاتھ رنگے۔ یہ لونڈی قہرمانہ کہلاتی تھی۔ اس کی الگ عدالت لگتی تھی۔

۸۔ **نا اہل سیاستدان:** عباسی حکومت کو بے شمار ایسے سیاستدانوں اور کارفرماؤں سے واسطہ پڑا جو انتہاء کے نا اہل تھے اور جن کے ذہنوں سے قومی مرکزیت کا تخیل مفقود تھا۔ کئی خود مختار یا نیم مختار سلطنتیں وجود میں آئیں۔ ان کے ہاتھوں سیاسی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور بغداد کی مرکزیت برائے نام رہ گئی۔ انھوں نے ذاتی اور خاندانی مفاد کے لئے وسیع تر ملی مفاد کو سوائے استثنائی صورتوں کے ہمیشہ نظر انداز کیا۔ ایک نیم جان مرکز آخر کب تک باقی رہ سکتا تھا۔ مملکت کے مختلف حصوں میں یگانگت کا احساس ختم ہو گیا۔ تاتار نے حملہ کیا تو ایک

Marfat.com

جگہ بھی متحدہ مقابلہ نہ ہوا اور نہ کسی کو اس کا خیال آیا
سچ یہ ہے کہ زوال بغداد میں سب سے بڑا حصہ خود غرض
اور عاقبت ناشناس امراء و سلاطین کا تھا۔ تاتار کے گروہ
بغداد کی تباہی سے کئی برس قبل اسلامی مملکت کے طول
و عرض میں یکہ تازیاں کرتے رہے اور کوئی مردِ خدا نہ اٹھا
جو ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ کی تحریک کرتا
ہر ایک نے یہی کوشش کی کہ اپنی بلا دوسرے پر
ٹال دے۔

۹۔ مرکزی خزانہ کی قلت: عباسی عہد کے اخیر میں
خلیفہ کی حکومت صرف بغداد اور اس کے نواح تک
رہ گئی۔ محدود آمدن قصرِ خلافت کی ضرورتوں اور
امرائے دربار کے اخراجات کے لئے بھی کافی نہیں
ہو سکتی تھی، فوج اور دیگر عملہ کی تنخواہ کہاں
سے ملتی؟ نتیجہ یہ کہ فوج کی تعداد گھٹتے گھٹتے
کل دس ہزار رہ گئی۔ ہلاکو کی ۲ لاکھ کی سپاہ کے
سامنے اس کا ٹھہرنا محال تھا۔

۱۰۔ نازشِ کمال: قوموں کی زندگی میں وہ مرحلہ بہت
نازک ہوتا ہے جب وہ عُروج کی انتہاء تک پہنچ
جائیں اور انھیں دُور دُور تک کوئی حریف نظر نہ آئے۔
ایسے میں بہت خدشہ ہوتا ہے کہ کامرانیوں کے
سرور میں مزید جدّ و جہد اور تنازع للبقاء سے
غفلت ہو جائے۔ مسلمانوں نے کئی صدیاں عدو کے
کھٹکے اور رقیب کے خطرے کے بغیر جاہ و جلال

Marfat.com

کی منزلوں پر قبضہ جمائے رکھا۔ وہ مزید محنت کوشش کو چھوڑ کر غفلت کی نیند سو گیے۔ صلیبی جنگ آزماؤں کے ہاتھوں بھی نہ جاگے۔ تاتار آئے تو جاگنے کی مہلت نہ تھی ٭

Marfat.com

نیم مختار اور خود مختار فرماں روا

عباسی عہد میں اسلامی مملکت بہت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا ایک مرکز کے تحت رہنا آسان نہ تھا۔ بنو اُمیّہ نے اندلس میں الگ حکومت قائم کر لی اور بنو عباس کی دسترس سے ہمیشہ آزاد رہے۔ رہی عباسی قلمرو تو یہ کئی صوبوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ان صوبوں کے گورنر دوسرے دَور میں ہمیشہ نیم مختار رہے۔ بلکہ بعض صوبوں میں تو خود مختار سلطنتیں بھی قائم ہو گئیں۔

اگرچہ نیم مختار سلاطین بھی خلیفۂ وقت سے سند اور خلعت حاصل کرتے تھے اور حسبِ مرضی بغداد کے

Marfat.com

خزانہ میں روپیہ بھی بھیج دیتے تھے لیکن ان میں بہت کم فرماں روا ایسے تھے جن کے دل میں ملّی یگانگت کی تڑپ تھی۔ اگر قرآن و حدیث کی روح اور علمائے اُمّت کی سرگرمیاں مدد نہ کرتیں تو مرکزیت کبھی کی ختم ہوچکی ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے جبّار امراء بھی عبائے خلافت کو زیب تن کرنے کی نہیں سوچ سکتے تھے۔ عباسی خلفاء لاکھ کمزور سہی تاہم کئی صدی تک ملّی اتحاد کا نشان بن کر رہے۔ عوام میں دینی روح زندہ تھی اور یہ اسی کا کرشمہ تھا۔

خاندانی فرماں رواؤں کی مختصر داستان درج ذیل ہے۔

ادریسی حکومت (مغرب میں) ۱۷۲ تا ۳۰۹ھ

ہادی کے عہد میں جنگِ فخ (ف خ) کے بعد نفس زکیّہ کے بھائی ادریس بن عبداللہ بھاگ کر مغرب پہنچے۔ وہاں کے بربر نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ۱۷۲ ہجری میں ان کی بیعت ہوگئی۔ انھوں نے ۱۷۵ ہجری میں رحلت کی۔ ان کے فرزند ادریس اصغر نے حکومت کی حدود بہت پھیلا دیں۔ اس خاندان میں کئی حکمران ہوئے۔ آخری حکمران یحییٰ کی قوت و شوکت بہت بڑھی لیکن فاطمیہ کی نوخیز حکومت کے سامنے جم نہ سکے۔ آپ کو ۳۰۹ ہجری میں گرفتار کر لیا گیا اور ادریسی حکومت منقطع ہوگئی۔ ادارسہ کے ہاتھوں اسلام کی خوب تبلیغ ہوئی۔ ملک نے دنیوی پہلو سے بھی بہت ترقی کی۔ فاس جو پایۂ تخت تھا ایک خوبصورت شہر اور تجارتی مرکز بن گیا[1]

---

[1] ابن خلدون۔ دول الاسلام دحلان۔

Marfat.com

اغالبہ ۱۸۴ تا ۲۹۶ھ

اغالبہ عباسی حکومت کے زیرِ فرمان تھے لیکن مرکزِ خلافت سے دور ہونے کے سبب سے نیم مختارانہ مقام رکھتے تھے۔ اس خاندان کا بانی ابراہیم بن اغلب تھا جو ۱۸۴ ہجری میں افریقیہ کے ایک حصہ کا والی مقرر ہوا۔ اس کی اولاد میں دس حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے یہ عہدہ سنبھالا۔ آخری بادشاہ زیادۃ اللہ بہت نااہل تھا۔ عبید اللہ مہدی کے داعی ابو عبد اللہ شیعی نے اسے ۲۹۶ ہجری میں بھگا دیا۔ اغالبہ کا پایۂ تخت رقادہ تھا۔

اغالبہ کی بحری قوت بہت عظیم تھی۔

طاہریہ

سلطنتِ طاہریہ کا بانی طاہر بن حسین تھا۔ یہ ایک عرب جرنیل تھا جس نے مامون کی طرف سے اس کے بھائی امین پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کیا تھا۔ مامون کے عہد میں اس کا مرتبہ بہت بڑھا۔ اس کو ذوالیمینین کہتے تھے۔ اس کے ایک معنی ہیں سخی۔ دوسرا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ عراق و خراسان ایسی دو اہم ولایتوں کا والی تھا۔ ایک اور تعبیر یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک شخص کو دائیں ہاتھ سے مار کر دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ طاہر ایک جواں مرد، کار آگاہ اور دیندار شخص تھا۔ اس نے چونکہ مامون کے بھائی کو قتل کیا تھا اس لئے مامون کے دل میں کانٹا تھا۔ طاہر کو علم ہوا تو مامون سے دور ہو کر اپنی ولایت میں رہنے لگا۔ اس نے ۲۰۷ ہجری میں وفات پائی۔ ایک روایت ہے کہ اس میں باغیانہ رجحان پیدا ہوا تو مامون نے چپکے سے زہر دلوا دی۔ مامون نے اس کا منصب اس کے بیٹے عبد اللہ کو دیا۔ اس کو مصر کی حکومت

Marfat.com

بھی ملی۔ عبد اللہ نے ۲۳۰ ہجری میں رحلت کی[1]

عبد اللہ بن طاہر کے بعد اس کا بیٹا طاہر جانشین ہوا۔ ان دنوں طاہریہ مائل بہ تنزل تھے اور صفاریہ روبہ اقبال۔ ۲۵۹ ہجری میں یعقوب الیث نے محمد بن طاہر کو گرفتار کیا اور خراسان پر اس کی جگہ اپنا نائب مامور کیا۔ محمد بن طاہر کی مدتِ حکومت گیارہ برس رہی۔ اس کی گرفتاری کے ساتھ طاہریہ کی حکومت ختم ہوگئی[2]

عَلوی حکومت (طبرستان میں) ۲۵۰ تا ۳۱۶ھ

محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو خلیفہ نے طبرستان میں کچھ جاگیر عطا کی۔ اس نے اپنے بھائی سلیمان کو یہاں نائب بنایا اور ایک نصرانی سیکریٹری ساتھ کیا۔ انھوں نے رعایا پر سختی کی۔ علاقہ میں برہمی پھیل گئی۔ طبرستان سے ملحقہ علاقہ دیلم کے باشندوں نے طبرستان والوں کا ساتھ دیا۔ ایک سید زادے حسن بن زید سے قیادت کی درخواست کی۔ انھوں نے منظور کیا اور شاہی افواج کو پے در پے شکستیں دے کر ۲۵۰ ہجری میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس حکومت میں یہ فرماں روا ہوئے:۔

حسن بن زید (۲۵۰ – ۲۷۰ھ) محمد بن زید (۲۷۰ - ۲۸۷ھ) حسن الاطروش بن علی (۲۸۷ - ۳۰۵ھ) حسن بن قاسم (۳۰۵ تا ۳۱۶ھ)

حسن بن زید کو یعقوب بن لیث نے ۲۶۰ ہجری میں طبرستان

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر - ابن کثیر

Marfat.com

بھگا دیا تھا لیکن اگلے برس وہ واپس آ گیے۔ آپ غریب پرور
تن اور عالم و فاضل تھے۔ آپ کی وفات کے بعد محمد بن زید
نشین ہوئے۔ انھوں نے خراسان پر قبضہ کرنا چاہا لیکن
عیل سامانی سے شکست کھائی۔ جنگ میں کاری زخم اٹھائے
ان سے جاں بر نہ ہو سکے۔ ۲۸۷ ہجری میں اسماعیل سامانی
طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن علی جو اطروش کہلاتے تھے تیرہ
ں بلادِ دیلم میں اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ حضرت
ن العابدین کی اولاد سے تھے اور زیدی مذہب رکھتے تھے۔
یت خلیق اور زیرک تھے۔ آپ نے ۳۰۱ ہجری میں وفات پائی
سامانیوں کے ایک امیر اسفار نام نے آپ کے علاقہ پر
ضہ کر لیا۔ حسن بن قاسم نے جو داعی کہلاتے تھے اور اطروش
ے داماد تھے طبرستان کی بازیافت کے لئے کشمکش جاری رکھی
کے دیلمی افسروں نے دغا کی اور وہ کام آ گیے [1]

صفاریہ ۲۵۲ تا ۲۵۸ھ

یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عمرو سجستان کے صفار یعنی
ٹھیرے تھے۔ دونوں بھائی زاہد اور پرہیزگار دکھائی دیتے
تھے۔ ان دنوں سجستان میں ایک شخص صالح نے اپنے طور سے
ارج کو مٹانے کی مہم چلا رکھی تھی۔ یعقوب اس کی تحریک میں
مل ہو گیا۔ صالح کی وفات اور پھر اس کے جانشین درہم کی
فتاری کے بعد یعقوب اس تحریک کا سرغنہ ہو گیا۔ اس نے
رج کی خوب بیخ کنی کی۔ سجستان کے باشندے اس کے

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر اور ابن خلدون کے مختلف سنین سے ماخوذ ہے۔

Marfat.com

ارادت مند ہوگیے۔ یہاں طاہریہ کی حکومت تھی۔ یعقوب نے ۲۵۲ ہجری میں ان سے یہ علاقہ چھین لیا اور خلیفہ کو اطاعت کا عریضہ لکھا۔

یعقوب ایک قسمت آزما شخص تھا۔ اس کی خوش بختی سے طاہریہ کا ستارہ ماند پڑ چکا تھا۔ ۲۵۳ ہجری میں اس نے بنو طاہر سے خراسان کے دو اہم شہر ہرات اور بوشنج چھین لئے۔ اس کی شوکت اور بڑھی۔

خلیفہ معتز نے دیکھا کہ یعقوب والیِ سجستان اور علی بن الحسین والیِ فارس کے تیور ٹھیک نہیں تو ۲۵۵ ہجری میں دونوں کو بیک وقت کرمان کا پروانۂ نیابت دے کر بھڑا دیا۔ یعقوب نے علی کو شکست دے کر کرمان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فارس کی طرف قدم اٹھائے۔ علی کو ہزیمت دے کر پابند سلاسل کیا اور ساتھ لے گیا۔ فارس کے پایۂ تخت شیراز کو لوٹا لیکن وہاں حکومت قائم نہ کی۔ وہاں خلیفہ نے اپنا عامل بھیج دیا۔ یعقوب نے بعد میں یہاں بھی قابض ہونا چاہا لیکن خلیفہ نے سندھ وغیرہ کے علاقے دے کر ٹالا۔ یعقوب نے کابل کے غیر مسلم بادشاہ کو شکست دے کر اس کے بھی کچھ علاقے چھین لئے۔

یعقوب ایک سخت گیر اور بارعب امیر تھا۔ بست کے شہر سے کوچ کا اعلان کیا تو کچھ لشکریوں نے اس سے پہلے ہی چلنے کی تیاری کر لی۔ یعقوب طیش میں آیا اور روانگی ملتوی کردی۔ فوج ایک برس یہیں پڑی رہی اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ پے در پے فتوحات نے اس کا دماغ اور بڑھا دیا۔ ان دنوں خلیفہ معتمد پر اس کا بھائی موفق مسلط تھا

Marfat.com

اس نے عملاً خلیفہ کے سب اختیارات سلب کر رکھے تھے۔ نتیجہ یہ کہ خلافت کی ساکھ جاتی رہی اور یعقوب ایسے طامع امراء کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ بنو طاہر کی طاقت گر رہی تھی۔ یہ خاندان خلیفہ کا فرماں بردار تھا اس لئے وہ انھیں بحال رکھنا چاہتا تھا۔ یعقوب نے سب سے پہلے انہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ یعقوب نے محمد بن طاہر کو خاندان سمیت گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد یعقوب نے طبرستان پہ توجہ کی۔ اس نے حسن بن زید کو شکست دی لیکن چالیس روز کی بارش اور برف باری نے اس کی فوج کے ۴۰ ہزار سپاہیوں کو فنا کر دیا۔ یعقوب خراب و خستہ ہو کر پلٹا۔ یہ اس کی پہلی ناکامی تھی۔ اب یعقوب نے فارس کے علاقہ کی خاطر خلیفہ سے بگاڑ کر لیا۔ خلیفہ کے بھائی موفق نے صلح کرنی چاہی لیکن یعقوب نے کہا کہ جب تک خلیفہ کے دروازہ پر پہنچ نہ لوں کسی چیز پر راضی نہ ہوں گا۔ جنگ ہوئی۔ یعقوب زخم کھا کر بھاگا۔ اسی جنگ میں محمد بن طاہر کو رہائی نصیب ہوئی۔

یعقوب عزم و ہمت میں مثال نہیں رکھتا تھا۔ حسن بن زید علوی اس وصف کی بنا پر اسے سندان کہتے تھے۔ معتمد بھی جانتا تھا کہ اسے شکنجہ میں کسنا مشکل ہے اس لئے اسے شیشہ میں اتارنا چاہا۔ ۲۶۵ ہجری میں اسے فارس کی ولایت کا فرمان بھیجا۔ جس وقت خلیفہ کا قاصد پہنچا یعقوب بستر مرگ پہ تھا، یعقوب نے تلوار، خشکار کی روٹی اور پیاز دکھا کر کہا، خلیفہ سے کہنا کہ میں مریض ہوں۔ اگر مر گیا تو مجھے تم سے اور تمھیں مجھ سے راحت ملے گی۔ اگر جانبر ہوا تو ہمارے درمیان تلوار

Marfat.com

فیصلہ کرے گی۔ یا میں بدلہ اتاروں گا اور یا تم میرا دم توڑ کر مجھے دوبارہ اس روٹی اور پیاز کا کر دو گے۔ خلیفہ کا ایلچی واپس چلا آیا۔ بعد میں یعقوب نے اس دنیا سے رحلت کی۔

یعقوب کی جگہ اس کے بھائی عمرو نے لی۔ اس نے خلیفہ سے تعلقات درست کیے اور سندھ، خراسان، فارس اور سجستان ایسے بڑے بڑے صوبوں کی ولایت حاصل کی۔ بعد میں اس نے بھی خلیفہ سے عداوت باندھ لی۔ لیکن ایک ہی شکست کے بعد مطیع ہو گیا۔

عمرو بن لیث اپنے بھائی یعقوب کی طرح بہت حریص اور تفرقہ انگیز تھا۔ اس نے ایک خدمت کے صلہ میں خلیفہ معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت چاہی جو امیر اسماعیل سامانی کے پاس تھی۔ خلیفہ نے پروانہ لکھ دیا۔ اسماعیل نے صلح وصفائی کی کوشش کی لیکن عمرو نے تسلیم نہ کیا۔ ۲۸۷ھ میں ان کے درمیان جنگ ہوئی۔ عمرو کی فوج اس سے بہت تنگ تھی، اس لئے ساتھ چھوڑ دیا اور وہ شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ اسماعیل نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن ایک روایت بتاتی ہے کہ اسے خلیفہ کے پاس بھیجا۔ خلیفہ نے قید میں ڈال دیا یہیں کچھ مدت کے بعد قتل کر دیا گیا۔

اسماعیل نے عمرو کے پوتے طاہر بن محمد کو خلیفہ کے پاس سفارش کر کے بھیجا تھا۔ خلیفہ نے اسے سجستان اور فارس کی حکومت دی لیکن صفاریہ اب نکمے ہو چکے تھے۔ ۲۹۸ ہجری میں انھوں نے حکومت کھو دی۔[1]

---

[1] صفاریہ کے عنوان کے لئے ابن اثیر۔ ابن کثیر اور ذہبی کے متفرق سنین دیکھے جائیں

Marfat.com

صفاریہ کامیاب منتظم تھے۔ ان کے علاقے میں ظلم وستم اور بے انصافی کا نام و نشان تک نہ تھا[1] انھوں نے فارسی شعر و ادب کی بھی سرپرستی کی لیکن ان کی طائی نے قوم کی مرکزیت کو شدید نقصان پہنچایا۔

طولونیہ (مصر میں) ۲۵۴-۲۹۲ھ

اس خاندان میں چھ فرماں روا ہوئے

اس کا بانی احمد بن طولون تھا۔

طولون ایک ترکی غلام تھا جسے نوح بن اسد سامانی نے رشید یا ہارون کو ہدیہ کیا تھا۔ احمد اس کا بیٹا یا متبنیٰ تھا۔ احمد ایک بہادر اور ہونہار نوجوان تھا۔ نہایت متدین اور پرہیز گار تھا۔ ۲۵۴ ہجری میں مصر کے ایک حصہ کا عامل مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد کل مصر کا والی ہوا۔ اس نے اپنی ولایت میں خوب دھاک جمائی۔ لہٰذا اسے افریقیہ اور شام کی حکومت بھی مل گئی۔

ابن طولون کے روابط خلیفہ کے ساتھ مطیعانہ تھے اس نے ۲۶ برس کی حکومت کے بعد ۲۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ قومی اور مذہبی جذبات سے مامور تھا۔ علماء کا قدر دان تھا۔ اس نے انتظامی اور دینی لحاظ سے کئی کارنامے انجام دئے۔ اس نے مصر میں جامع طولونیہ تعمیر کی جس کو تاریخی شہرت نصیب ہوئی۔

احمد کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ جانشین ہوا (اس کے

---

[1] ابن خلدون۔

Marfat.com

تعلقات خلافتِ بغداد کے ساتھ ابتداء میں کشیدہ تھے لیکن بعد میں مصالحت ہوگئی۔ ۲۸۲ ہجری میں اپنی بیٹی قطرۃ الندیٰ خلیفہ معتضد کو بیاہی۔ خمارویہ کو اسی سال ایک خادم نے ذبح کر دیا۔ اس کا بیٹا جیش بھی نو ماہ بعد سردارانِ فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ اب ہارون بن خمارویہ امیر ہوا۔ اس نے خلیفہ کو اس حد تک ناراض کیا کہ خلیفہ نے مصر پر بحری اور بری دونوں رستوں سے فوج بھیج دی۔ ہارون مقابلہ کے دوران اچانک مارا گیا۔ امارت اس کے چچا شیبان نے سنبھالی۔ اس نے ہتھیار ڈال دئے۔ آلِ طولون گرفتار ہو کر بغداد آئے۔ یہاں سب کا صفایا ہو گیا۔

سامانیہ ۲۶۱ھ تا ۳۸۹

سامانی خاندان اپنے مورثِ اعلیٰ سامان کے نام سے منسوب ہے جو بہرام چوبین کی اولاد سے تھا[1] اس کا ایک بیٹا اسد نام تھا۔ اس کے چار فرزند تھے: نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس۔ جن دنوں مامون خراسان کا والی تھا یہ اس سے وابستہ ہو گئے اور اس کی سرکار میں بہت قرب پایا۔ مامون نے خلافت کا اختیار سنبھالا تو ان چاروں بھائیوں کو ماوراءالنہر میں الگ الگ صوبوں کی ولایت دی۔ احمد، جس کی اولاد نے سامانیہ کی قومی سلطنت کا نشان قائم کیا، فرغانہ کا حاکم تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا نصر ۲۶۱ ہجری میں جانشین ہوا اس کا پایۂ تخت سمرقند تھا۔ طاہریہ کے زوال کے بعد

---

[1] ابن اثیر۔

Marfat.com

وہ نیم مختار ہوا۔ نصر دیندار اور مدبر تھا۔ اس نے ۲۷۹ھ میں انتقال کیا تو اس کے بھائی اسماعیل حاکم بخارا نے اس کی جگہ لی۔

اسماعیل نے بخارا ہی کو صدر مقام بنایا۔ یہیں سے بخارا کی پُر شوکت تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ اسماعیل کے ایام میں خلیفہ کی بالا دستی برائے نام رہ گئی۔ ۲۸۷ ہجری میں خلیفہ معتضد نے عمرو بن لیث کی خواہش پر ماوراء النہر کی حکومت اسے دے دی۔ عمرو نے قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا جسے اسماعیل نے شکست دی۔ اب عمرو خود روانہ ہوا۔ اسماعیل نے لکھا کہ تمھارے پاس وسیع علاقہ ہے۔ میں سرحد پر ہوں۔ اپنے علاقوں پر قانع رہو اور مجھے یکسو رہنے دو۔ عمرو نہ مانا۔ جنگ ہوئی۔ عمرو گرفتار ہوا۔ بعد میں اسماعیل نے صفاری اور علوی حکومتوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی ریاست کا دائرہ ترکستان، خراسان اور اصفہان وغیرہ پر پھیل گیا۔ نہایت زیرک اور بلند کردار بادشاہ تھا۔ رعایا میں ہردلعزیز تھا۔ ملک گیری اور ملک داری کی دو گونہ اہلیت سے اس نے سامانی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔ اسماعیل کے بعد اس خاندان میں آٹھ بادشاہ ہوئے جن میں نصر ثانی اور نوح ثانی خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ اواخر میں خاندانی جھگڑوں نے بنو سامان کو کمزور کر ڈالا اور علاقے ہاتھ سے نکلنے لگے۔ کچھ علاقوں پر سلطان محمود نے قبضہ کر لیا۔ باقی حصہ ترکستانی فرماں روا ایلک خان نے لے لیا۔ اس نے ۳۸۹ ہجری میں آخری سامانی فرماں روا عبد الملک ثانی کو گرفتار کر لیا۔ ایک اولوالعزم شہزادہ اسماعیل بن نوح

Marfat.com

نے ملک واپس لینے کی جدو جہد کی۔ وہ ۳۹۴ ہجری میں قتل ہوا اور سامانیوں کا چراغ بجھ گیا۔[1]

سامانی بادشاہ علم و ادب کے دل دادہ تھے۔ ان کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں نادر کتابیں تھیں۔ ابن سینا نے اس سے بہت استفادہ کیا تھا۔[2] سامانی بادشاہوں کے دربار سے رود کی اور دقیقی ایسے مشہور شاعر وابستہ تھے۔

بنو حمدان ۲۹۳ھ تا ۴۰۲ھ

بنو حمدان نے موصل، دمشق اور حمص پر حکومت کی۔

عبداللہ بن حمدان بن حمدون عرب قبیلہ بنو تغلب کا ایک سردار تھا۔ خلیفہ مکتفی نے ۲۹۳ ہجری میں اسے موصل کا والی بنایا۔ یہیں سے اس خاندان کی سلطنت کی ابتداء ہوتی ہے۔ ۳۰۳ ہجری میں خلیفہ نے اسے سب بھائیوں سمیت گرفتار کیا لیکن دو برس بعد رہا کر کے عہدہ پر بحال کیا۔ عبداللہ بن حمدان کے کئی جانشین ہوئے۔ موصل میں ان کی حکومت کو بنو بویہ نے ۳۶۷ ہجری میں ختم کیا لیکن ۳۷۶ ہجری میں انھوں نے پھر یہاں قبضہ کر لیا۔ ۳۸۰ ہجری میں حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

حلب اور دمشق پر بنو حمدان کے ایک رکن سیف الدولہ بن حمدان کا ایک طویل مدت قبضہ رہا۔ اس نے ۳۵۶ ہجری میں

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر ابن خلدون کے مختلف سے ماخوذ ہے۔
[2] ابن کثیر سنہ ۴۲۸ ہجری۔

Marfat.com

وفات پائی۔ متنبّی اور ابو نصر فارابی اسی کے دربار میں رہے ہے۔
حلب کے فرماں روا سعدالدولہ کے انتقال کے بعد ۳۸۲ ہجری سے یہاں کی حکومت برائے نام رہ گئی۔ ۴۰۲ ہجری میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔
بنو حمدان کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ وہ رومیوں کے مقابلہ پر آہنی دیوار بنے رہے۔

بنو فاطمہ (مصر میں) ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ

مصر کے بنو فاطمہ کو ان کی حکومت کے بانی عبید اللہ مہدی کی نسبت سے عُبَیدِیّہ بھی کہا جاتا ہے۔ فاطمیّہ کے نسب سے بعض مؤرخین نے انکار کیا ہے لیکن ابن خلدون شواہد کے ساتھ اسے درست قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ عباسی خلیفہ معتضد نے ان کے نسب کو درست مانا ہے۔ مقریزی بھی ابنِ خلدون کا مؤید ہے۔
اسماعیلیہ کی تاریخ کے ماہر مسٹر آئی وَنوَ IVANOW لکھتے ہیں کہ اسماعیلیوں کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ مستور ائمہ کے حالات کو باطن (خفیہ) رکھا جائے۔ نتیجہ یہ کہ لوگوں نے ان کے سینکڑوں نسب نامے جوڑ ڈالے[1]
فاطمی حکومت کے قیام سے پہلے ان کے ائمہ کو حکومت بغداد کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا اس لئے وہ پوشیدہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا داعیٔ اعظم عوام اور ان کے درمیان رابطہ کا کام دیتا تھا اور ظاہراً وہی امامت کا دعویدار بھی ہوتا تھا تاکہ وقت

---

[1] دی رائیز آف فاطمڈز ص ۴۸۔

Marfat.com

پڑے تو اس کی جان قربان ہو جائے اور حقیقی امام بچ جائے۔ حقیقی امام کو امامِ مستقر اور ظاہر امام کو امامِ مُستودَع کہتے تھے۔ اگر حقیقی امام نابالغ ہوتا تو مستودع امام ہی سربراہِ کار ہوتا تھا۔ فاطمی خلافت کا بانی عبید اللہ المہدی امامِ مستودع تھا۔ وہ عبداللہ القداح کی اولاد سے تھا۔ اس کے بعد حکومت امام مستقر ابوالقاسم کو ملی جو نسلاً فاطمی تھا۔[1]

امام محمد بن اسماعیل حمص کے قریب سلمیہ نام ایک شہر میں مقیم تھے۔ انھوں نے اپنی دعوت کا سلسلہ نہایت زیرکی اور کامیابی کے ساتھ چلایا۔ حجاز، یمن، بحرین اور عراق وغیرہ میں ان کی دعوت کو بہت قبول حاصل ہوا۔ انھوں نے مغرب (افریقیہ) میں بھی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان کے ایک داعی ابُو عبداللہ شیعی نے جو محتسب اور مُعلّم کے نام سے بھی معروف تھا اہل مغرب کی ایک کثیر تعداد کو گرویدہ کر لیا اور یہاں دارالہجرت آباد کیا۔ ان دنوں مغرب میں بنو عباس کی طرف سے اغلبی خاندان حکمران تھا جس کا پایۂ تخت رقادہ تھا۔ اس کے آخری فرماں روا زیادۃُ اللہ نے اس تحریک کو کچلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابو عبداللہ کے تدیّن میں جو کشش تھی اس کا مقابلہ باہمت مگر شراب نوش زیادۃ اللہ کو مشکل تھا۔ زیادۃُ اللہ نے شکست کھائی۔ اور بھاگ کر مصر میں پناہ لی۔ ابو عبداللہ نے حُسنِ انتظام اور عدل و انصاف کے بل پر عوام کو موہ لیا۔ زیادۃُ اللہ کو شکست دینے کے بعد عبید اللہ

---

[1] عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم۔

Marfat.com

المہدی کو جو امام ابوالقاسم کی طرف سے شام میں بیٹھ کر تحریک کی قیادت کر رہے تھے مبارک باد بھیجی اور مغرب آنے کی درخواست کی۔ یہ خبریں دربار خلافت میں پہنچ گئیں۔ خلیفہ نے مہدی کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ مہدی پوشیدہ طور سے مغرب کو روانہ ہو گئے[1]

جناب عبیداللہ نے امام ابوالقاسم اور چند رفقاء کے ساتھ تاجرانہ لباس میں سفر کیا۔ شاہی جاسوس تلاش میں تھے سجلماسہ پہنچے تو وہاں کے حاکم نے گرفتار کر لیا۔ ابو عبداللہ ایک عظیم الشان لشکر لے کر آیا۔ سجلماسہ کے حاکم کو شکست دے کر بھگایا اور عبیداللہ کو رقادہ لایا۔ یہاں ۲۹۶ ہجری میں ان کی بیعت ہوئی۔ انھوں نے المہدی امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔ یہ دولت عبیدیہ کا آغاز تھا۔ مہدی نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ابو عبداللہ کو خود سری پہ ٹوکا تو اس نے آپ کی حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازش کی۔ راز طشت ازبام ہو گیا اور ابو عبداللہ مارا گیا[2]

مہدی نے ۳۰۹ ہجری میں ادریسی حکومت پر بھی قبضہ کر لیا۔ افریقیہ میں خوارج کا بہت زور تھا۔ ان سے محفوظ رہنے کے لیے مہدی نے افریقیہ کے مغربی ساحل پہ مہدیہ نام کا ایک شہر آباد کیا۔ اس کے گرد ایک مضبوط فصیل تعمیر کی اور اسے دارالخلافہ قرار دیا۔

مہدی نے ۳۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے بعد ابوالقاسم

---

[1] ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ عبیداللہ المہدی از حسن ابراہیم
[2] ابن خلدون۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

القائم بامر اللہ نے ۳۲۲ سے ۳۳۴ ہجری تک حکومت کی۔ قائم کو اندرونِ ملک خارجیوں سے اور بیرونِ ملک رومیوں سے بہت جنگیں لڑنی پڑیں۔ خارجی سردار ابو یزید بہت طاقت اور شوکت کا مالک تھا۔ اس کے لشکروں نے کئی شہر فتح کیے، اور قتل و غارت کا بازار گرم کردیا۔ دور دور تک بستیاں اجاڑ کر رکھ دیں۔ ابو یزید نے قیروان پر قبضہ جمایا تو قائم کو بھی فکر لگی اور اس نے مہدیہ کے گرد خندق کھدوائی۔ ابو یزید نے مہدیہ کا رُخ کیا اور رستہ میں قائم کے بھیجے ہوئے لشکر کو شکست دے کر مہدیہ پہنچا اور شہر کو محصور کر لیا۔ محاصرہ کئی مہینے جما رہا۔ اس دوران بہت خوں ریز معرکے ہوئے۔ آخر خوارج میں پھوٹ پڑ گئی اور ابو یزید کو محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ قیروان چلا گیا اور گردو نواح میں ترک تازیاں شروع کیں۔ قائم کے لشکروں سے اس کے کئی معرکے ہوئے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسی اثناء میں قائم نے ۳۳۴ ہجری میں وفات پائی۔

اس کا بیٹا منصور خلیفہ ہوا۔ منصور دلیر اور مردِ میدان تھا۔ اس نے بنفسِ نفیس ابو یزید کا مقابلہ کیا۔ ایک مقام پر تو صرف بیس سپاہیوں کی مدد سے اُس کے تیس ہزار کے لشکر کو شکست دی۔ منصور کی ہیبت بیٹھ گئی۔ ابو یزید نے اس کے بعد بھی خوب خوب مقابلے کیے لیکن کہیں قدم نہ جما سکا۔ آخر ۳۳۶ ہجری میں مجروح ہو کر گرفتار ہوا اور منصور کی قید میں انہی زخموں سے مر گیا۔

ابو یزید کا اس قدر دبدبہ تھا کہ جب تک اس کا خاتمہ نہ ہوا منصور نے اپنے باپ کی موت پوشیدہ رکھی۔ تین برس بعد

Marfat.com

۳۳۶ ہجری میں اس کی موت کا راز کھولا اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس نے قیروان کے قریب صبرہ نام کی ایک بستی کا نام منصوریہ رکھ لیا۔ یہیں قیام اختیار کیا۔ اب یہی بنو فاطمہ کا دارالخلافہ تھا۔ چونکہ منصوریہ قیروان کے مضافات میں سے تھا اس لئے مؤرخین قیروان ہی کو دارالخلافہ لکھتے ہیں۔

منصور فاطمی کو منصور عباسی سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ دونوں بہت عاقل، شجاع اور اولوالعزم تھے اور بڑی مشکلات کے بعد حکومت مستحکم کر سکے۔

سلسلۂ فاطمیہ کے چوتھے امام مُعزّ (۳۴۱ تا ۳۶۵ھ) نے مصر کو فتح کر کے اسلام کی تاریخ میں ایک جدید اور نمایاں باب کا اضافہ کیا۔ مصر دولتِ عباسیہ سے منسلک تھا لیکن اس پر حقیقی تصرف دولتِ اخشیدیہ نے جما رکھا تھا۔ دولتِ اخشیدیہ پر زوال کا سایہ آسمانی آفات اور بلاؤں کے ساتھ پڑنا شروع ہوا۔ یہ علاقہ ۳۵۱ ہجری سے خشک سالی اور قحط کی زد میں آیا۔ ساتھ ہی وباء نے بھی یورش کی۔ اس دوگونہ مصیبت نے مصر کو تباہی اور بربادی سے ہم کنار کر دیا۔ خانوادۂ اخشیدیہ کا مدارالمہام کافور اگرچہ بیدار طبع اور مدبر حاکم تھا لیکن وہ بھی آفات کے ہاتھوں عاجز آگیا۔ نظامِ حکومت روز بروز بگڑنے لگا۔ خزانہ میں اس قدر کمی آگئی تھی کہ فوج کی تنخواہیں بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ کافور کی وفات کے بعد حالات اور بھی دگرگوں ہو گئے۔

ایک طرف تو مصر قحط و آلام کا شکار تھا اور دوسری طرف امراء کا طبقہ عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہا تھا۔ معز

Marfat.com

کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اسے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہوتی نظر آئی۔ اس نے بھانپ لیا کہ اب مصر اس کے حملہ کی تاب نہیں لا سکے گا۔ اُدھر مصر کے بعض امراء جب اخشیدی خاندان اور عباسی حکومت کی طرف سے مایوس ہوگیے تو انھوں نے معز کو حملہ کے لیئے خفیہ دعوت نامے لکھے۔ معز نے اپنے جرنیل جوہر کو لشکر دے کر بھیجا اور پیش گوئی کی کہ اگر جوہر تنہا بھی جائے تو مصر کو زیر نگیں کرے گا۔

جوہر نے ۳۵۸ ہجری میں مصر پہنچ کر نہایت آسانی سے قبضہ جما لیا اور فاطمی سلطنت کا دائرہ بہت جلد شام سے گزر کر حجاز تک پھیل گیا۔ مکہ اور مدینہ میں اس کا خطبہ رائج ہو گیا۔

مصر کا قدیم مرکز فسطاط تھا۔ جوہر نے اس کے قریب ایک نئے شہر کی بنا رکھی تاکہ اسے دارالخلافہ قرار دیا جائے۔ اس نے اس کا نام منصوریہ رکھا۔ جب یہاں معز کے لیئے محل تیار ہو گیا تو اسے بلایا۔ وہ ۹۶۱ء میں قیروان کے منصوریہ سے چل کر فسطاط کے منصوریہ میں آیا اور شگون کی خاطر اس کا نام قاہرہ رکھا۔ قاہرہ کے لغوی معنی ہیں غالب۔ معز نے اس نام سے یہ شگون لیا کہ اب یہ ساری عباسی سلطنت پر غالب آئے گا لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

معز ایک نہایت قابل، عادل، سادہ مزاج اور بلند اخلاق فرماں روا تھا۔ محتاط، مستعد اور مشقت پسند تھا۔ حکومت کے جزوی امور پر بھی کڑی نگاہ رکھتا تھا۔ عوام کی فلاح و بہبود کو بہت عزیز جانتا تھا اس لیئے مصر کا

Marfat.com

انتظام بہت جلد درست ہو گیا۔ فاطمی قبضہ کے تقریباً ۵ برس بعد ملک سے قحط اور وباء کا خاتمہ ہوا۔ ہر طرف اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ عوام معز کے گرویدہ ہو گئے حالانکہ ملک میں شیعی عقائد کے لوگ بہت کم تھے۔ معز نے بعض اعتقادی امور میں بے شک جبر سے کام لیا لیکن عمومی نقطۂ نگاہ سے اس نے عوامی عقائد سے تعرض نہیں کیا۔

معز کے عہد میں جامع ازہر تعمیر ہوئی۔

معز کے بعد اس کے بیٹے نزار نے العزیز باللہ کے لقب کے ساتھ ۳۶۵ ہجری میں زمام امامت سنبھالی۔ اس کے عہد میں شام کے شہر رملہ پر بڑے معرکے ہوئے۔ آخر اس نے خود جاکر اسے فتح کیا۔ اس نے ۳۸۶ ہجری میں قولنج کے درد سے وفات پائی۔

عزیز باللہ بہت خوش اخلاق، بہادر اور فیاض تھا۔ بڑے بڑے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتا تھا۔ وہ خواص و عوام سب کے ہاں محبوب تھا۔

عزیز نے شاندار محلات بنائے اور جامع حاکم کی بنا رکھی۔ اس نے ترکوں کو اپنی ملازمت سے وابستہ کیا اور انھیں فوج میں عہدے دئے۔

عزیز کے بعد اس کا بیٹا منصور اکیس برس کی عمر میں امام ہوا۔ اس کا لقب الحاکم بامر اللہ تھا۔ اس کی مدتِ خلافت ۳۸۶ سے ۴۱۱ ہجری تک ہے۔

حاکم کے عہد تک معز کی سادگی اور وسعتِ قلب اس خاندان سے آہستہ آہستہ رخصت ہو گئی۔ حاکم سونے

Marfat.com

کے تخت پر بیٹھا۔ نہ صرف غیر مسلموں بلکہ غیر شیعی مسلمانوں پر بھی سختی کی۔ یہود و نصاریٰ کو حکم دیا کہ اہلِ اسلام سے جُداگانہ نظر آنے کے لئے سیاہ لباس اور زُنار پہنا کریں۔ گلے میں چوبی صلیب لٹکائیں اور گھوڑے کی سواری نہ کریں۔ بے شمار گرجے گردائے۔ آخر میں یہود و نصاریٰ کو ملک بدر کر دیا۔

حاکم عقائد کے معاملہ میں اس قدر سخت تھا کہ کتوں کے قتل عام کا فرمان دے دیا۔ کتے مصر کی سرزمین سے ناپید ہو گیے۔

حاکم نے اخلاقی اور معاشرتی اصلاحات کی طرف توجہ کی اور نہایت سختی سے کام لیا۔ عورتوں کو پردہ پر مجبور کیا۔ اور ان کا آرائش کے ساتھ باہر نکلنا ممنوع قرار دیا۔ انھیں حمام میں جانے کی بھی ممانعت کر دی۔ شراب کی بندش کی۔ شطرنج وغیرہ بے کار مشاغل اور علانیہ راگ رنگ ممنوع قرار دئے۔ شبانہ آوارگی بند کر دی اور حکم دیا کہ مغرب کے بعد لوگ رستوں پر بے مقصد ٹہلتے نظر نہ آئیں۔ کافی عرصہ اس کا یہ معمول رہا کہ رات کو سوار ہو کر شہر کے گلی کوچوں میں نکلتا تھا۔

انتظامی معاملات میں بھی حاکم کی سختی حد سے گزری ہوئی تھی۔ ذرا ذرا سی غلطی پر کسی کے ہاتھ، کسی کی زبان اور کسی کی گردن قلم کروا دیتا تھا۔ بارہا منشیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کے محل کے نیچے کھڑے معافی کے لئے نالہ وزاری کرتے نظر آتے تھے۔

Marfat.com

کہتے ہیں کہ حاکم کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ اس کی طبیعت اضداد کی طرفہ معجون تھی۔ مثلاً ایک طرف تو یہود و نصاریٰ پر کڑی پابندیاں لگائیں اور دوسری طرف بعض عیسائیوں کو بلند عہدے دیئے۔ ایک طرف تو یہ حال تھا کہ طلائی تخت پر بیٹھتا تھا اور دوسری طرف دربار داری کے بعض ایسے آداب مثلاً زمین بوسی وغیرہ جن سے نخوت کی بو آتی تھی موقوف کر دیے۔ خود نجوم کا شائق تھا اور مطالعۂ نجوم کے لئے رصدگاہ بنوا رکھی تھی لیکن عوام کے لئے اسے ممنوع قرار دیا۔ ایک عہدہ دار کے ہاتھ کٹوائے۔ پھر اسے سونے چاندی کا انعام دیا۔ اس کے بعد اس کی زبان کٹوا دی۔

حاکم پرلے درجے کا فیاض اور غضب کا سفاک تھا۔ اچانک خوش اور اچانک غضبناک ہو جاتا تھا۔ کتنے ہی امراء اس کی متلون مزاجی کا شکار ہو گیے۔

حاکم کی بے چین اور بے رحم طبیعت سے رعیت نالاں ہو گئی۔ حد سے زیادہ شدت نے نظام کار کو بگاڑ دیا۔ جب ابورکوہ نام ایک شخص نے بغاوت کی تو بہت لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گیے اور بڑی مشکلوں سے اس کا خاتمہ ہوا۔ انہی اسباب سے حاکم کا عہد بنو فاطمہ کے لئے اضمحلال اور زوال کا نقیب ہو گیا۔

حاکم کو علم سے بہت محبت تھی۔ اس نے ۳۹۸ ہجری میں دارالحکمت کا افتتاح کیا۔

حاکم کے بعض پیرو اسے خدا مانتے ہیں۔ یہ لوگ دروزی

Marfat.com

کہلاتے ہیں۔ یہ فرقہ آج بھی موجود ہے۔
حاکم کو ستارہ بینی کا شوق تھا۔ اس مقصد کے لئے ایک رات تن تنہا جبلِ مقطم پر گیا۔ اس کے بعد واپس نہ آیا۔ اس کے پیروؤں کا خیال ہے کہ وہ اس دنیا سے پرواز کر گیا ہے۔ جب اس کا مرضی مانے گا وہ پلٹ آئے گا لیکن دیگر لوگ کہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس کی بہن نے اسے قتل کروا دیا تھا۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کے قتل کے پانچ برس بعد اس کا قاتل گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ میں نے چار آدمیوں کے ہمراہ حاکم کو اللہ اور اسلام کی حمیت کی خاطر قتل کیا تھا۔ اس شخص سے قتل کے ثبوت میں کچھ چیزیں بھی فراہم ہوئی تھیں۔
حاکم نے ۳۶ برس کی عمر میں ۲۵ سال کی حکومت کے بعد وفات پائی۔ یہ ۴۱۱ ہجری کا واقعہ ہے۔
حاکم کے بعد اس کے بیٹے ظاہر لدین اللہ (۴۱۱ھ - ۴۲۷ھ) نے اس کی پابندیوں کو بہت نرم کر دیا۔ ظاہر عیش و عشرت کا دل دادہ تھا۔ اس نے عوام کو بھی رقص و سرود اور شراب کی کھلی چھٹی دے دی۔ اس کے عہد میں چند برس نہایت خوفناک قحط غالب رہا۔ اس اثناء میں مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ اس قدر عام ہوئی کہ ظاہر بھی بے بس ہو گیا۔ یہاں تک کہ مصری حج کا قافلہ لوٹ لیا گیا اور ان میں سے بہت سے حجاج کو تہ تیغ کر دیا گیا۔
ظاہر نے عیسائی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا لیکن اسماعیلی مسلک کی اشاعت بڑھانے کی خاطر مالکی فقہاء کو ملک

Marfat.com

سے نکال دیا۔

ظاہر کے بعد مستنصر باللہ (۴۲۸-۴۸۷ ہجری) نے عنانِ خلافت سنبھالی۔ اس کے عہد میں بساسیری نے چند ماہ بغداد میں اس کا خطبہ پڑھوایا لیکن جب عباسی سلطنت سنبھلی تو فاطمی حکومت کو شام کے بھی اکثر حصّہ سے ختم کر دیا۔

ترک سپاہی مستنصر پر حادی ہو گئے۔ نظامِ حکومت ابتر ہو گیا اور مستنصر بے دست و پا ہو کر رہ گیا۔ آمدن کے ذرائع بند ہو گئے۔ خزانہ خرد برد ہو گیا۔ قحط نے اور ستم کیا۔ مستنصر کے پاس بیٹھنے کو صرف ایک چٹائی رہ گئی۔ ایک امیر عورت اسے دن میں ایک وقت کھانا بھیج دیتی۔ وہ اسی پر قناعت کرتا۔ ناچار اُس نے حالات کی اصلاح کے لیئے ۴۶۶ ہجری میں عکا کے گورنر بدر الجمالی کو بلایا۔ بدر الجمالی نے حکومت کا نظام تو سنوار دیا لیکن آئندہ سے وزراء و امراء کو کارِ خلافت میں دخیل ہونے اور خلیفہ کو مغلوب رکھنے کی راہ سجھائی۔ خلافت کے امیدواروں میں نزاع کی ابتدا ہوئی اور خلافت کا اصل اختیار آہستہ آہستہ بجائے خلیفہ کے خلیفہ گردوں کے ہاتھ میں آ گیا۔

بدر جمالی کے بعد اس کا بیٹا افضل بہت عرصہ تک سیاہ و سفید کا مالک رہا۔ وہ آمر باحکام اللہ کے عہد میں مرا اور خلیفہ خود مختار ہوا لیکن آمر کے جانشین حافظ لدین اللہ (۵۲۴-۵۴۴ھ) کے عہد میں ولی عہدی کے جھگڑے نے خلافت کی کمر توڑ دی۔ ولایتِ عہد کے لیئے اس کے دو بیٹوں حیدر اور حسن میں جنگ چھڑ گئی۔ حسن غالب آیا۔ وہ بہت بدسیرت تھا۔

Marfat.com

وہ باپ کی تذلیل میں بھی کمی نہیں کرتا تھا آخر امراء اس سے اس قدر بگڑے کہ خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ یا اسے ہلاک کیا جائے یا تم دست بردار ہو جاؤ۔ ناچار خلیفہ حافظ نے اپنے بیٹے کو زہر دلوا کر خلافت کی مسند بچائی۔

ظافر بامر اللہ (۵۴۴-۵۴۹) کے عہد میں بنو فاطمہ پر زوال نے پورا قبضہ جما لیا۔ اس کے وزیر عباس نے اُسے اپنے بیٹے نصیر کے ہاتھوں خفیہ قتل کروا ڈالا۔ عباس نے اس کے قتل کا الزام اس کے دو بھائیوں پر لگا کر انھیں بھی مروا دیا اور اس کے خورد سال بیٹے کو الفائز بامر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا۔

فائز کی عمر اُس وقت پانچ برس تھی۔ اس نے اپنے چچاؤں کو تڑپتے دیکھا تو اس کے حواس مختل ہو گئے۔ چھ برس اسی حال میں جیا۔

ظافر کی بہنوں پر جب یہ راز کھُلا کہ ظافر کو عباس نے مروایا تھا اور پھر اس کے بھائیوں کی بھی ناحق جان لی تو انھوں نے بالائی مصر کے گورنر طلائع بن رُزّیک کو مدد کے لیے پُکارا۔ طلائع کے پہنچنے سے پہلے ہی عباس فرار ہو گیا۔ طلائع نے الملک الصالح کے لقب سے وزارت سنبھالی۔ اس نے فائز کی پھوپھی کو مروا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رُزّیک وزیر ہوا۔ اس پر ایک گورنر شاور السعدی نے حملہ کیا اور وزارت پر قبضہ کر لیا۔ شاور السعدی کی شامت یوں آئی کہ اس کا وزیر صغیر ضرغام اس کے مقابلہ پر اٹھا۔ شاور بھاگ نکلا اور وزارت پر ضرغام نے قبضہ کر لیا۔ شاور دمشق پہنچ کر نورالدین محمود سے

Marfat.com

مدد کا خواستگار ہوا۔ نورالدین نے اپنے امیر اَسَدُالدین شیرکوہ کو مدد کے لئے بھیجا۔ اس نے ضرغام کا خاتمہ کیا اور قاہرہ ہی میں مقیم ہوگیا۔ شاورؔ کو اس کا مستقل قیام ناگوار گزرا اور اسے نکالنے کے لئے فرنج سے ایکا کرلیا۔ خلیفہ عاضد بھی اس سازش میں شریک تھا۔ شیرکوہ ان کا مقابلہ نہ کرسکا اور شام واپس چلا گیا۔ اس کے بعد مصر پر فرنج کا تسلط بڑھنے لگا تو شیرکوہ، نورالدین کی اجازت لے کر دوبارہ مصر آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا صلاح الدین بھی تھا۔ شیرکوہ فرنج سے جنگ آزمائی کے بعد پلٹ گیا۔ بعد میں فرنگیوں نے اہلِ مصر پر دستِ ظلم دراز کرنا شروع کیا۔ انھوں نے قاہرہ میں ایک مستقل فوج رکھی اور ایک لاکھ دینار سالانہ خراج مقرر کیا۔ خلیفہ عاضد گھبرایا۔ اس نے نورالدین کو اپنی عورتوں کے بال بھیج کر کہلایا کہ ہماری آبرو خطرہ میں ہے، کمک بھیجو۔ شیرکوہ اب تیسری بار آیا۔ فرنج نے اس کی آمد آمد کا سُنا تو بھاگ گیے۔ شاورؔ کا کام تمام ہوا اور شیرکوہ نے وزارت سنبھالی۔ دو ماہ بعد شیرکوہ نے وفات پائی تو اس کا بھتیجا صلاح الدین یوسف وزیر ہوا لیکن اس کی اصل حیثیت نورالدین کے نائب کی تھی۔ اس نے نورالدین کے حکم سے مصر میں عباسی خطبہ جاری کیا۔ اس وقت خلیفہ عاضد مرض الموت میں تھا۔ اس نے دو روز بعد وفات پائی۔ اس کی وفات کے ساتھ ۵۶۷ ہجری فاطمی حکومت کا مصر میں خاتمہ ہوگیا۔

نظامِ سلطنت

بنو عباس کے نظامِ حکومت نے خلفائے مصر کے لئے

Marfat.com

مشعلِ راہ کا کام دیا۔ انھوں نے بغیر کسی تعصب کے انہی کی طرزِ حکومت اختیار کر لی عہدے بھی بالعموم وہی قائم کئے جو عباسی حکومت میں تھے۔ کہیں کہیں ادنیٰ تصرف کیا۔ مثلاً داعی الدعاۃ کا عہدہ ان کے ہاں نیا تھا۔ اس کے ذمے تبلیغ کا کام تھا۔ وزارت کے لئے وساطہ (یا واسطہ) کا لفظ بھی مستعمل تھا۔ ایک چھوٹا وزیر بھی ہوتا تھا جسے صاحبُ الباب کہتے تھے۔ فوج کے سالارِ اعلیٰ کو امیر المؤا لجیوش کہا جاتا تھا۔

تہذیب و تمدن :

بنو فاطمہ کے سامنے چونکہ روحانی اور علمی رہنمائی کی بہت عظیم مہم تھی اس لئے انھوں نے زندگی کا رنگ نہایت سادہ رکھا۔ قاہرہ کی تعمیر ہوئی تو اس کا نقشہ بھی نہایت سیدھا سادہ تھا حالانکہ اس سے قبل منصور کا بغداد تعمیرات کی تاریخ میں ایک نہایت خوش نما باب کشادہ کر گیا تھا۔ فراغت اور خوش باشی کے جو دن عباسی خلفاء کو نصیب ہوئے وہ فاطمی خلفاء کے حصّہ میں نہ آئے اس لئے خلفائے بغداد نے تہذیب و تمدن کو جو عظمت عطا کی اس کی توقع خلفاء قاہرہ سے عبث ہے۔

تہذیب و تمدن کے سلسلہ میں قاہرہ کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترویج بنو فاطمہ کے قابلِ قدر کارنامے ہیں۔

قاہرہ :

جوہر نے جب مصر فتح کیا تو نیا دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ۳۵۸ ہجری میں فسطاط سے کچھ شمال میں نئے شہر کی بنا رکھی جس کا نام قاہرہ پڑا۔ یہ شہر مربع کی صورت

Marfat.com

میں تھا۔ ہر ضلع بارہ سو میٹر تھا۔ اس کے گرد اگرد ایک نہایت ضخیم فصیل تیار ہوئی
شہر کا رقبہ بہت وسیع ہے۔ اس میں دو محل تھے۔ ایک کچھ مشرق کی جانب اور دوسرا مغربی جانب تھا۔ ان کے درمیان ایک کھلا میدان تھا۔ ایک بڑی شاہراہ شہر کے وسط سے گزر کر فسطاط کو جاتی تھی۔
بدر جمالی نے قاہرہ کے گرد ایک اور فصیل تعمیر کرائی تھی۔

علمی سرگرمیاں:

قاہرہ کے خلفاء کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ بغداد پر قبضہ حاصل کریں۔ یہ مقصد وہ بزور شمشیر حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے اسماعیلی عقائد کی تعلیم و تبلیغ پر انتہائی توجہ دی۔ علمی اور روحانی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

بنو فاطمہ کی علمی تحریک کی صرف ایک ہی غرض تھی یعنی اسماعیلی عقائد کی تبلیغ۔ ان کا تعلیمی نظام داعی الدعاۃ کے زیر نگرانی تھا۔ اس نے مختلف ممالک میں بارہ نقیب مقرر کر رکھے تھے جن کے کارندے اسماعیلی عقائد اور سیاست کے غلبہ کے لئے سرگرم کار رہتے تھے۔ داعی الدعاۃ خود قاہرہ میں مقیم رہتا تھا۔ وہ وزیر کا ہم مرتبہ تھا۔ وہ خود بھی مقررہ اوقات میں مجلسیں منعقد کر کے لوگوں کو خطاب کیا کرتا تھا۔

اسماعیلی فقہ کی اشاعت کی خاطر معز نے جامع ازہر سے ملحق ایک دارالجماعت قائم کیا تھا جس میں ۳۵ فقہاء مامور تھے۔

Marfat.com

بنو فاطمہ نے تبلیغی اغراض کے لیے بہت بڑے کالج اور کتب خانے قائم کیے جن میں سے بعض کا مختصر تذکرہ درجِ ذیل ہے۔

جامعۂ ازہر: بنو فاطمہ کی علمی خدمات کی ایک زندۂ جاوید یادگار آج بھی قاہرہ میں جامعۂ ازہر کی صورت میں موجود ہے۔ یہ جامعہ (یونیورسٹی) پہلے جامع (یعنی مسجد) تھی۔ اسے جوہر نے معز کے عہد میں تعمیر کیا تھا۔ ۳۵۹ سے لے کر ۳۶۱ھ تک یعنی دو برس میں تیار ہوئی۔ خلیفہ عزیز کا دور آیا تو اس نے اپنے وزیر یعقوب بن کلس کی تجویز پر اسے جامعہ میں تبدیل کیا۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی تدریس کا کام شروع ہوا، طلبہ دور دور سے کھچ کر آئے۔ ان کی اقامت، خوراک اور آرام و آسائش کے لیے عمدہ انتظام کیا گیا۔ بعد کے خلفاء نے اس کا رقبہ اور پھیلایا اور مزید اوقاف مقرر کیے۔

دارالحکمت: ۳۹۵ ہجری میں حاکم نے ایک علمی اکادمی قائم کی جس کا نام دارالحکمت رکھا۔ اس میں قاری، فقہاء، منجم، اطباء، ماہرینِ زبان اور دیگر علماء اکٹھے کیے۔ یہاں علماء کے درمیان بلند پایہ علمی مذاکرے ہوتے تھے جن کی صدارت حاکم خود کرتا تھا۔

کتب خانے: معز جب قاہرہ آیا تو اپنے ہمراہ شاہی کتب خانہ بھی لایا اور اپنے محل میں جسے بعد میں قصرِ کبیر کہا جاتا تھا ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنا رکھی جس کا نام مکتبۂ قصر پڑا۔ بعد کے خلفاء اور وزراء نے اس مکتبہ کا سرمایہ بڑھانے کی کوشش میں رہے اس میں بے شمار نادر کتابیں جمع ہوئیں۔ اس

Marfat.com

کتب خانہ کی نظیر ساری دنیائے اسلام میں نہ تھی۔
مکتبۂ قصر میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، فلسفہ، نجوم، کیمیاء وغیرہ سب رائج الوقت علوم کی کتابیں تھیں جن کی تعداد ایک وقت چھ لاکھ کو پہنچ گئی۔ مکتبہ نہ تھا گویا ایک عجوبہ تھا۔ کتابوں کے علاوہ خطوط، دستاویزیں اور بڑے بڑے خطاطوں کی تحریریں بھی یہاں جمع کی گئیں۔
مکتبۂ قصر کے چالیس شعبے تھے۔ ہر شعبہ کو خزانہ کہتے تھے۔ کسی خزانہ میں اٹھارہ ہزار سے کم کتابیں نہ تھیں۔ قرآنِ حکیم کے بے شمار نادر نسخے تھے۔ تاریخ طبری کے ایک ہزار دو سو بیس نسخے تھے۔ ان میں ایک نسخہ خود طبری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ خلیل بن احمد کی کتابُ العین بہت نادر سمجھی جاتی تھی لیکن خلیفہ عزیز کے عہد میں اس کے تیس "سے زائد نسخے یہاں موجود تھے۔ ایک نسخہ خلیل کے اپنے خط میں تھا۔ یہی حال دیگر نادر مخطوطوں کا تھا۔
دارُالعلم: حاکم نے جب دارالحکمت قائم کیا تو اس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ملحق کیا جس کو دارالعلم کہتے تھے۔ یہ بہت عظیم مکتبہ تھا۔ یہ مکتبہ فاطمی عہد کے اخیر تک قائم رہا۔
مکتبۂ قصر اور دارالعلم دونوں آہستہ آہستہ انقلاب کی زد میں آکر فنا ہوگئے۔ عوام میں شیعی عقائد کو قبول حاصل نہ ہوسکا اس لئے وہ حکومت کے مدرسوں اور کتب خانوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ مستنصر کے عہد میں خزانہ خالی ہوا تو ترک سپاہیوں نے اپنی تنخواہ پوری کرنے کی خاطر مکتبۂ قصر کو لوٹ لیا۔ اس میں بہت سی کتابیں سونے چاندی

Marfat.com

سے لکھی ہوئی تھیں، انھیں بیچ کر دام کھرے کر لئے۔ وزیر نے بھی اپنے عملہ کو تنخواہیں ادا کرنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا۔ مکتبہ سے ہزاروں کتابیں منگوا کر تقریباً ایک لاکھ دینار کو فروخت کر دیں۔ غلاموں نے بھی کتب خانوں پر توجہ کی۔ کتابوں کے چمڑے کی جلدیں اتار لیں۔ ان کے جوتے بنائے اور ورق جلا ڈالے۔ بہت سی کتابیں کھلے میدان میں ڈھیروں کی صورت میں پڑی رہ گئیں اور ہواؤں کی لائی ہوئی مٹی کے نیچے دب کر مٹی ہو گئیں۔ ان سے جو ٹیلے بنے ان کو لوگ تلال الکتب یعنی کتابوں کے ٹیلے کہتے تھے۔

یہ کتب خانے بہت لٹے لیکن پھر بھی بچ رہے۔ مستنصر کے بعد ان کی کچھ تلافی ہوئی۔ آخری خلیفہ عاضد کے محل میں ایک بڑا کتب خانہ موجود تھا۔ اس کے چند برس بعد نابید ہو گیا۔ کچھ کتابیں نئے کتب خانوں کے قیام میں کام آئیں، کچھ ترازو کے تول اٹھیں اور کچھ ردی کے ٹکڑوں کے عوض بک گئیں۔

زیاری حکومت ۳۱۵ تا ۴۷۰ھ

مرداویج بن زیار دیلم کا باشندہ تھا۔ ایک دیلمی سردار اسفار بن شیرویہ کا نائب اعظم تھا۔ اسفار نے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنا سکہ جما لیا۔ مرداویج نے اسفار کو قتل کیا اور اس کے علاقوں پر قابض ہو بیٹھا۔ پھر عباسی حکومت سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور کئی علاقے لے لئے۔ مقتدر نے ۳۱۹ ہجری میں اس کی ولایت تسلیم کی۔ مرداویج کے عجیب عقائد تھے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ مجھ میں سلیمان بن داود کی روح ہے۔ وہ شہنشاہ کہلاتا تھا۔ طلائی تخت پر بیٹھتا

Marfat.com

تھا اور مرصع تاج پہنتا تھا۔ مرداویج بہت ظالم اور مغرور تھا ترکوں نے ۳۲۳ ہجری میں اس کا صفایا کر دیا۔ اس کے چھ جانشین ہوئے۔ خاندان میں آہستہ آہستہ خانہ جنگی نے سر اٹھایا۔ قابوس بن وشمگیر (۳۶۶ تا ۴۰۳ھ) کے ساتھ اس کے بیٹے منوچہر (۴۰۳ تا ۴۲۰ھ) نے یہ سلوک کیا کہ اُسے ایک ٹھنڈے کمرے میں ننگا داخل کر دیا جہاں قابوس ٹھٹھر کر مرگیا۔ آخری فرماں روا بہت کمزور تھے۔ پہلے غزنویہ اور پھر سلاجقہ کے باج گزار رہے[1]

بنو حسنویہ (کردستان میں) ۳۱۹ تا ۴۰۵ھ

حسنویہ بن حسین کردی نے ۵۰ برس دینور، ہمدان اور نہاوند وغیرہ کے علاقوں پر حکومت کی۔ وہ ایک نیک سیرت اور خوش خصال فرماں روا تھا۔ اس نے ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا بدر جانشین ہوا۔ بدر کے دو بھائیوں نے اس سے بغاوت کی اور مارے گیے۔ بدر نے ۴۰۵ ہجری تک تقریباً ۳۵ برس کُردوں پر حکومت کی۔ بدر نیک خصلت حکمران تھا۔ اس کے علاقوں میں امن و عافیت کا دور رہا۔ اس نے رفاہِ عامہ کی طرف بہت توجہ کی۔ وہ ۴۰۵ ہجری میں ایک معرکہ کے دوران اپنی فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ بُویہ کے ایک پوتے نے اس کی اولاد سے حکومت چھین لی۔[2]

---

[1] محاضراتِ خضری۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

[2] یہ واقعات ابن کثیر اور ابن اثیر کے متفرق مقامات سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

اِخشیدی حکومت ۳۲۴ تا ۳۵۸ھ

محمد بن طغج بن جف نے بنو عباس کے تحت قابلِ قدر فوجی خدمات انجام دی تھیں۔ ۳۲۴ ہجری میں خلیفہ راضی نے محمد بن عبد اللہ بن طُغج کو جو اس وقت شام کا والی تھا مصر کا صوبہ بھی سپرد کیا۔ راضی نے اس ترک گورنر کو اِخشید (شہنشاہ) کا لقب دیا۔ اِخشید نے ۳۳۴ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حکومت کرتے رہے لیکن اصل زمامِ کار اخشید کے غلام کافور کے ہاتھ میں تھی۔ کافور نے ۳۵۷ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد ۳۵۸ ہجری میں فاطمی خلیفہ مُعِزّ کے غلام جوہر نے مصر پر قبضہ کر لیا[1]۔

کافور کو اسلام کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ نسلاً حبشی تھا جسے اخشید نے ۱۸ درہم میں خریدا تھا۔

بریدی حکومت ۳۲۴ تا ۳۳۶ھ

اس حکومت کا بانی ابو عبداللہ بریدی تھا۔ اہواز کے ایک حصّہ کا عامل تھا۔ ابو مقلہ وزیر کو رشوت دے کر پورے علاقے کا گورنر ہو گیا۔ اس نے دھوکے سے اپنے محسن یاقوت کو مروایا اور اس کے علاقے ہتھیا لئے۔ ۳۳۳ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کے چار بیٹوں نے کاروبار سنبھالا۔ ان کا مرکز بصرہ تھا۔ واسط کا علاقہ بھی انھوں نے ٹھیکہ پر لے لیا۔ ان کی خلیفہ اور دیگر امراء سے کشمکش ہوتی رہی۔ پھر آپس میں بھی جھگڑے آپڑے۔

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

آلِ بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔

بنو بریدی فقط دنیا کے بھوکے تھے۔ اس لئے انھوں نے قرامطہ سے بھی اچھے روابط رکھے تاکہ ضرورت پڑے پر ان کی مدد لے سکیں۔ اس طرح بالواسطہ طور پر ان کے پھیلاؤ میں ممد ہوئے۔

آلِ بُوَیہ ۳۳۴ تا ۴۴۷ھ

آلِ بُوَیہ نے تقریباً ایک صدی تک بغداد کی خلافت کو اپنے اشاروں پر رقصاں رکھا۔ یہ دیلم کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کو دیالمہ بھی کہتے ہیں۔ ابوشجاع بُوَیہ دیلم کا ایک سردار تھا۔ ابتداء میں ماہی گیری کرتا تھا۔ بعض مؤرخین نے اسے ایران کے شاہی خاندان سے بتایا ہے لیکن ابن خلدون نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی ہے۔ اس کے تین بیٹے تھے: علی، حسن اور احمد۔ اوّل اوّل یہ زیاری حکومت کے بانی مرداویج بن زیار دیلمی کی ملازمت میں تھے۔ اس سے رقابت پیدا ہوئی اور ٹھن گئی۔ ۳۲۳ ہجری میں مرداویج مرا تو ان کی راہ آسان ہو گئی اور انھوں نے اصفہان وغیرہ کے پہاڑی علاقوں پر قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد فارس اور اس سے کچھ ملحقہ علاقے بھی لے لئے۔ مستکفی کے عہد میں ترکوں نے شر و فساد مچا کر بغداد کا نظم و نسق بگاڑ ڈالا۔ بنو بویہ موقع کی تاک میں تھے ۳۳۴ ہجری میں احمد فوج لے کر بغداد کے دروازہ پر آ پہنچا۔ خلیفہ نے اسے معزّ الدولہ کا خطاب دیا۔ اس کے بڑے بھائی علی کو عماد الدولہ کا اور حسن کو رکن الدولہ کا خطاب دیا اور ان کے نام سکوں پر لکھوائے۔ عماد الدولہ کو

Marfat.com

امیر الامراء کا منصب ملا لیکن وہ اپنے صدر مقام شیراز ہی میں رہا۔ معزالدولہ اس کا نائب ہوا۔ معزالدولہ کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا[1]

بنو بویہ شیعہ تھے۔ اس لئے ان کی نگاہ میں بنو عباس کی کوئی قدر نہیں ہو سکتی تھی۔ معزالدولہ نے ارادہ کیا کہ خلافت سادات کے حوالے کر دی جائے۔ کسی نے صلاح دی کہ عباسی خلیفہ کو بحال رہنے دو۔ تمھاری طرح تمھارے ساتھی بھی اس کو برحق خلیفہ نہیں سمجھتے۔ جب اپنے ساتھیوں کو خلیفہ کے قتل کرنے کا حکم دوگے وہ فوراً تعمیل کریں گے لیکن علوی خلیفہ کی قدر اور ہوگی۔ تم اس کے قتل کا حکم دوگے تو کوئی نہیں مانے گا۔ الٹا وہ تمھیں قتل کرا سکے گا۔ معزالدولہ نے یہ مشورہ پسند کیا اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔ تاہم خلیفہ کو اس نے عضوِ معطل بنا کر رکھا۔ سب اختیارات خود سنبھالے اور دربار میں اس کے برابر بیٹھنے لگا۔ خلیفہ کی پانچ ہزار درہم روزانہ تنخواہ مقرر کی۔ اس کا نام خطبات و فرامین میں محض دکھاوے کو رہ گیا[2]

معزالدولہ نے تقریباً ایک ماہ بعد مستکفی کو خود سری کے شبہ پر نہایت ذلت سے معزول کیا۔ دیلمیوں نے معزالدولہ کے اشاروں پر خلیفہ کو سرِ دربار مسندِ حکومت سے گھسیٹا اور ہاتھ سے پکڑ کر معزالدولہ کی سواری کے ہمراہ پیدل لے کر گئے۔ معزالدولہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر قید

---

[1] ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ [2] ابن اثیر۔ ابن خلدون۔

Marfat.com

میں ڈلوا دیا۔ اس کی زندگی وہیں پوری ہوئی۔ معزالدولہ نے اس کی جگہ مطیع کو خلیفہ بنایا۔ مطیع بھی اس کے رحم و کرم پر تھا۔

معزالدولہ کو کئی حریف طاقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت موصل کے بنو حمدان بہت طاقت ور تھے۔ وہ مقابلہ کو اٹھے اس نے انھیں نیچا دکھایا۔ بریدی حکومت کو مٹایا اور عمان کے نیم آزاد حکمرانوں کو مطیع کیا۔[1]

معزالدولہ نے بغداد میں کئی شیعی رسوم جاری کیں۔ اس نے غدیر خم اور محرم کے ماتمی جلوسوں کا رواج ڈالا۔[2]

معزالدولہ کے عہد میں ملک کی اقتصادی حالت ابتر ہو گئی۔ فوج تنخواہ مانگ رہی تھی اور خزانہ خالی تھا۔ اس نے نہ صرف جابرانہ ٹیکس لگائے بلکہ لوگوں کے اموال زبردستی ضبط کیے۔ اس نے ایک شاندار محل بنایا۔ اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیئے رعایا کی جیبوں پر ہاتھ ڈالا۔ اپنے امراء اور حمایتیوں کو جاگیریں دیں۔ انھوں نے وہاں سے روپیہ بٹورنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ کہ گاؤں کے گاؤں ویران ہو گیے۔ نظام حکومت معطل ہوا اور لوٹ مار عام ہو گئی۔[3]

معزالدولہ نے ۳۵۶ ہجری میں وفات پائی۔

بنو بویہ کی تاریخ بدامنی اور خانہ جنگی کی تاریخ ہے۔ خزانہ کی حالت بگڑی کی بگڑی رہی۔ حکومت کے اخراجات چلانے کے لیئے آئے دن رعایا سے جبراً رقمیں وصول کی جاتی تھیں۔

---

[1] ابن خلدون [2] ابن کثیر۔ ابن خلدون [3] ابن خلدون۔ ابن کثیر۔

Marfat.com

امیر الامراء کے عہدہ کے لئے بنو بویہ کے ارکان میں نت نئی معرکہ آرائی اور خون ریزی ہوتی تھی۔ فوج دو فریقوں میں بٹ گئی۔ ایک فریق دیالمہ کا تھا اور دوسرا ترکوں کا۔ دو حریف دعوے دار کھڑے ہوتے تو ایک کے حامی ترک ہو جاتے اور دوسرے کے دیالمہ۔ آہستہ آہستہ دیلمی فوج کی طاقت مٹ گئی اور امیر الامراء ترکوں کے رحم و کرم پر رہ گیے۔ فوج جسے چاہتی امیر الامراء بنا دیتی اور حق البیعت کے طور پر اس سے بہت بھاری رقم ہتیاتی تھی۔ اس دور کا ایک اور افسوس ناک پہلو شیعہ سُنی فساد کی ابتداء ہے۔ دیالمہ شیعی تھے اور ترک سنی۔ ان کے درمیان نہ صرف سیاسی بنا پر بلکہ بعض اوقات مذہبی اسباب سے بھی جنگ چھڑ جاتی تھی۔

بنو بُویہ خود ترکی فوج کے رحم و کرم پر تھے لیکن خلیفہ کو انھوں نے خوب اچھی طرح سے دبوچ رکھا تھا۔ اس کے مقبوضات بغداد اور اس کے مضافات تک محدود رہ گیے تھے بنو بویہ نے اس سے بلند القاب حاصل کیے اور اپنے لئے نئے نئے امتیاز قائم کیے۔ عضد الدولہ نے خلیفہ سے شہنشاہ کا خطاب حاصل کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس کا نام خلیفہ کے نام کے ساتھ خطبہ میں لیا جانے لگا۔ اس کے دروازے پر نوبت بجنے لگی۔ حالانکہ اس سے قبل یہ دستور نہیں تھا۔ وہ ہاتھوں میں سنہری کڑے اور گلے میں سنہری طوق پہنتا تھا۔ صمصام الدولہ کو خلیفہ نے تاج پہنایا۔

اخیر میں خانہ جنگی کی یہ حالت ہوئی کہ ۴۱۸ ہجری سے لے کر ۴۲۸ ہجری تک یہ بتانا بھی مشکل تھا کہ امیر الامراء جلال الدولہ

Marfat.com

ہے یا ابوکالیجار ہوتے ہوتے الملک الرحیم کے عہد تک ابتری انتہاء کو پہنچ گئی - پانچ برس وقتاً فوقتاً شیعہ سنی فساد ہوتے رہے - فوج سرکش ہوئی - امن و امان رخصت ہوا اور دن دہاڑے لوٹ کھسوٹ ہونے لگی - ان ایام میں سلاجقہ کی طاقت تیزی سے بڑھ رہی تھی - جلال الدولہ نے ان کے خطرے کو روکنے کے لئے طغرل کو اپنی بیٹی بیاہ دی لیکن الملک الرحیم کا وقت آیا اور اس نے دیکھا کہ اب نظام کار سنبھالا نہیں جاتا تو خلیفہ کو خود مشورہ دیا کہ طغرل بیگ کا مرتبہ بڑھا کر اس سے مدد لی جائے - طغرل ان حالات کے لئے چشم براہ تھا - وہ ۴۴۷ ہجری میں بغداد آ گیا - الملک الرحیم نے اس سے مصالحت کر لی اور دونوں کا نام خطبہ میں لیا جانے لگا - لیکن چند روز بعد طغرل نے الملک الرحیم کو گرفتار کر کے آل بویہ کی حکومت ختم کر ڈالی[1]

بنو بویہ میں عضد الدولہ اہل علم کا بہت قدر دان تھا - اُقلیدس اور نحو کی کتاب پڑھوا کر سنتا تھا - اہل علم کی اس نے بہت قدر کی - بغداد میں علماء کا جمگھٹ ہو گیا - انھوں نے متفرق فنون میں کئی کتابیں لکھیں[2] اس کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس کا خازن (یعنی لائبریرین) ابن مسکویہ فلسفہ اور تاریخ میں بہت شہرت رکھتا ہے[3]

عضد الدولہ نے رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی حصہ لیا۔

---

[1] ابن اثیر - ابن خلدون [2] ابن اثیر
[3] ظہور الاسلام -

Marfat.com

کئی ہسپتال بنوائے جن میں مفت دوائیں ملتی تھیں۔ نہریں کھدوائیں اور پل تعمیر کروائے۔[1]

شرف الدولہ بھی علم و فضل کی قدر کرتا تھا۔

بنو شاہین ۳۳۸ تا ۴۰۸ھ

اس خاندان کا بانی عمران بن شاہین ایک معمولی اصل کا آدمی تھا۔ شکار پیشہ تھا۔ کچھ جرائم کیے اور سزا سے بچنے کے لیے بھاگ نکلا۔ کوفہ اور واسط کے درمیان کی آبادیوں میں جنھیں ان دنوں بطائح[2] کہتے تھے مقیم ہو گیا۔ شکاری اور قزاق اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کی شان اور قوت دیکھ کر ابو القاسم بریدی نے ۳۳۸ھ میں اُسے بعض علاقوں کا افسر کر دیا۔ یہ سلطنت چونکہ بغداد کے پہلو میں تھی اس لیے بویہی امراء نے اسے مٹانے کی کوشش کی لیکن ابن شاہین کی زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد اس خاندان کو زوال نے آ لیا۔ خانہ جنگی نے رہی سہی طاقت ختم کر دی۔ ۴۰۸ھ میں بنو بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔[3]

غزنویہ (ترک) ۳۵۱ تا ۵۸۲ھ

غزنوی حکومت اس کے پایۂ تخت غزنہ (یا غزنین) سے منسوب ہے۔ اس کا بانی اَلپتگین تھا جو سامانیوں کی طرف سے غزنہ کا حاکم تھا۔ اس نے ۳۵۱ ہجری میں منصور بن نوح سے بغاوت کی اور خود مختار ہو بیٹھا۔ اس کی

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر ص ۲۱۲

[3] ابن کثیر سے تلخیصاً

Marfat.com

وفات پر حکومت اس کے بیٹے ابو اسحاق کو ملی۔ اس نے ۳۶۶ ہجری میں رحلت کی۔ اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ امراء نے طوج بخار کے بعد سبکتگین کو جو ابو اسحاق کا غلام تھا اس کی دانائی، دینداری اور مردانگی کے پیش نظر بادشاہ بنایا[1] اس نے اپنی حکومت پشاور سے خراسان تک پھیلائی۔

سبکتگین نے ۲۱ برس کی حکومت کے بعد ۳۸۷ ہجری میں رحلت کی۔ اس وقت اس کا بڑا لڑکا محمود نیشا پور (خراسان) میں تھا۔ اس نے اپنے دوسرے بیٹے اسماعیل کو جانشین کیا۔ محمود نے اسماعیل پر حملہ کیا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسماعیل کی مدتِ حکومت ۷ ماہ ہے[2]

محمود نے سامانیوں کے مقبوضات چھین لئے اور ترکِ اعظم ایلک خان کا ملک بھی لیا[3] اس نے ہندستان پر پے در پے سترہ حملے کیے۔

محمود ایک جہانگیر اور کشور کشا سلطان ہی نہ تھا، علم پرور اور علماء دوست بھی تھا۔ عقائد میں نہایت پختہ تھا۔ اس نے مخالف عقیدہ کے لوگوں پر خلیفہ کے حکم سے بہت سختی کی[4] جب تک زندہ رہا خلیفہ کی اطاعت سے نہیں نکلا۔ ہر سال اسے اپنی کارگزاریوں کی رپورٹ بھیجتا تھا۔

محمود کے عہد میں عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ ظلم و ستم کے ازالہ میں خود دل چسپی لیتا تھا۔ اس لے رفاہِ عامہ کے بھی

---

[1] ابن اثیر ذکر سنہ ۳۵۱، ۳۶۶ [2] ابن اثیر۔ [3] ابن اثیر۔ ابن کثیر سنہ ۴۲۱ [4] ابن کثیر سنہ ۴۰۸۔

Marfat.com

کئی کارنامے انجام دیئے۔ سیحوں پر پہلی بار اس کے عہد میں پل تعمیر ہوا[1]

محمود کے عہد میں غزنہ میں دولت اُمنڈ آئی۔ پُر شکوہ اور نادر عمارات وجود میں آئیں۔ محمود نے ایک مدرسہ تعمیر کیا جس میں دُور دُور سے علماء کھنچ کر آئے۔ ان میں البیرونی اور فردوسی ممتاز ترین ہیں۔

محمود نے ۴۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد چودہ بادشاہ ہوئے لیکن محمودی عظمت و سطوت کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ غزنویہ اور اس کی پڑوسی غوری سلطنت میں خوں ریز جنگیں چھڑ گئیں۔ غزنہ کے شہر اور اس کی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ غزنوی بادشاہوں کو وقتاً فوقتاً فرار ہونا پڑا۔ آخری سلطان ملک شاہ (۵۵۵ھ ـ ۵۸۲ھ) کی وفات کے بعد اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو عقیل (موصل میں) ۳۸۰ تا ۴۸۹ھ

اس خاندان نے بنو حمدان کو مٹا کر ان کی جگہ لی۔ قبیلۂ بنو عقیل کے ایک رئیس محمد بن مسیّب نے ۳۸۰ھ میں ابو طاہر بن حمدان اور اس کے بیٹوں اور حامیوں کو پکڑ کر مار ڈالا اور موصل پر قابض ہو گیا۔ بہاء الدولہ بویہی کو لکھا کہ یہاں کسی نائب کو روانہ کرو۔ اس نے ایک نائب کو بھیجا لیکن حل و عقد کا سر رشتہ دراصل عقیلی ہی کے ہاتھ میں رہا۔ یہ خاندان ۴۸۹ ہجری تک موصل پر قابض رہا۔ امیر

---

[1] ابن کثیر ۱۲: ۲ محاضرات خضری۔

Marfat.com

حسام الدولہ (قتل ۴۹۱ھ) امیر شرف الدولہ مسلم بن قریش (۴۵۳ تا ۴۷۷ھ) اور محمد بن شرف الدولہ (وفات ۴۸۹ھ) بہت شہرت کے مالک رہے ہیں۔ ان کی سلجوقیوں سے آویزش رہی لیکن محمد بن شرف الدولہ کے ان سے اچھے روابط تھے۔ ملک شاہ نے اسے لڑکی بیاہ دی تھی۔ اس کو ۴۸۹ ہجری میں قتل کر دیا گیا[۱]

سلاجقہ ۴۲۹ تا ۵۹۰ھ

چوتھی صدی ہجری میں وسط ایشیا کے نیم وحشی اور خانہ بدوش ترکوں نے گروہ در گروہ اسلامی قلمرو میں آباد ہونا شروع کر دیا۔ انہی میں ایک ترک سردار سلجوق نام بھی تھا۔ سلجوق کا باپ لغاق یا تقاق (یعنی نئی کمان) ایک باعزت رئیس تھا۔ سلجوق نے بھی شاہ اتراک کے پاس بہت مرتبہ پیدا کیا اور اس سے شباسی (قائد جیش) کا خطاب پایا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ اس کے عروج و اقبال کو دیکھ کر بدگمان ہوا اور اس کی جان لینے کا قصد کیا۔ سلجوق کو علم ہوا تو اپنے خاندان والوں اور حامیوں کو لے کر اسلامی علاقہ میں چلا آیا اور اسلام سے مشرف ہوا[۲]

سلجوق کی اولاد میں شجاع اور نامور سردار اٹھے۔ سلطان محمود غزنوی ان کی ہمت و شجاعت دیکھ کر انھیں ان کی مرضی کے خلاف خراسان لے گیا۔ آل سلجوق اپنی روز افزوں جماعت کی مدد سے ادھر ادھر کے علاقوں پر پنجہ گاڑنے کی کوشش میں مصروف

---

[۱] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون

[۲] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ دولت آل سلجوق اصفہانی۔

Marfat.com

رہے۔ سلطان محمود کے بیٹے مسعود سے ان کے طویل معرکے ہوئے اور اس سے خراسان کا علاقہ لے لیا۔ ۴۲۹ ہجری میں طغرل بک محمد نے جو سلجوق کا پوتا اور خاندان کا سربراہ تھا سلطان معظم کے لقب سے خراسان میں اپنا خطبہ جاری کیا۔ اس کے بعد طغرل نے اپنی ترک تازیاں جاری رکھیں اور آہستہ آہستہ عراق سے ملحقہ شمالی اور مشرقی علاقوں پر چھا گیا۔[1]

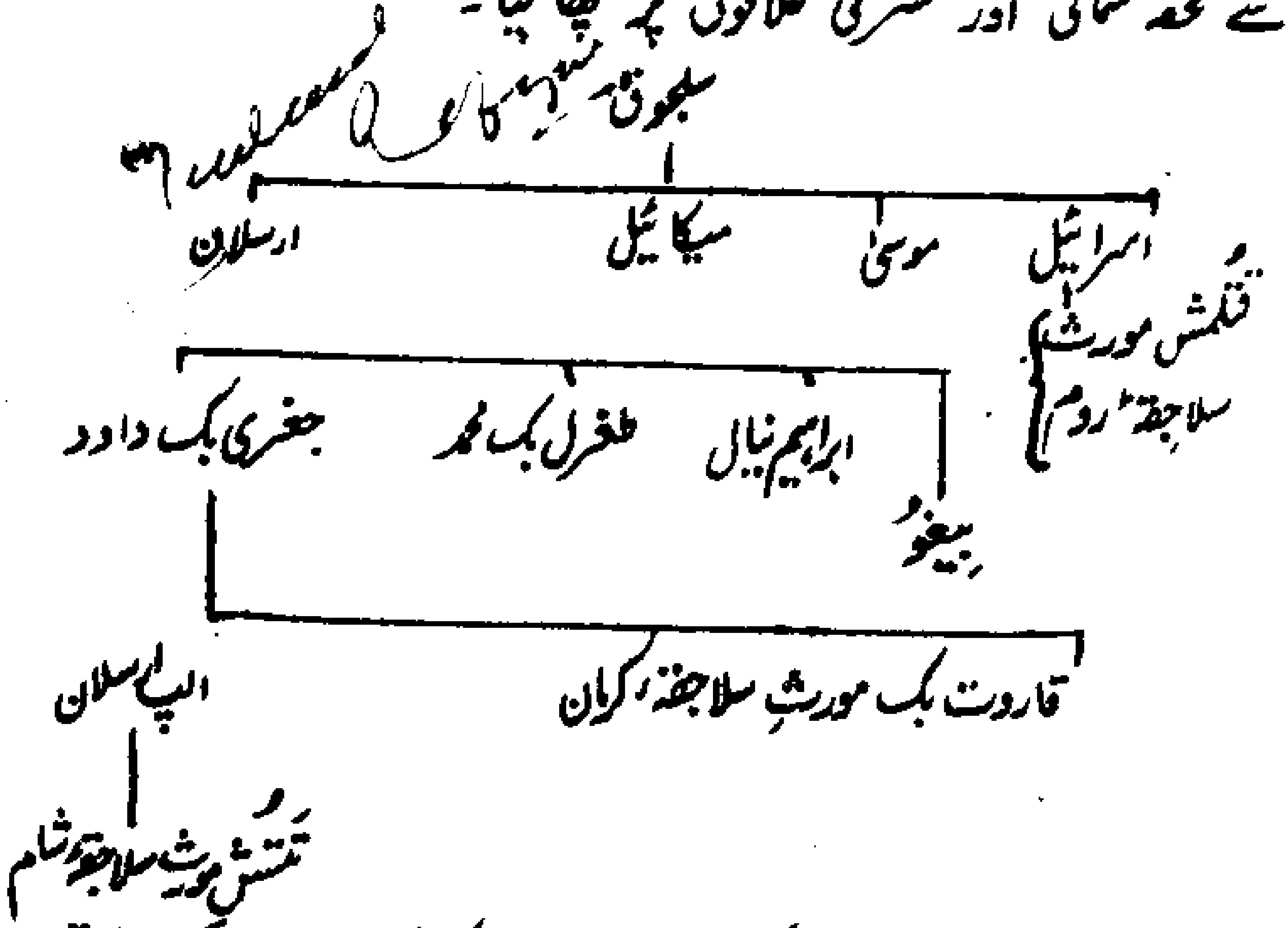

مقبوضات کی توسیع کے دوران طغرل کی آل بویہ کے ساتھ کشمکش لازم تھی۔ جلال الدولہ کو طغرل نے ایک خط لکھا کہ رعایا سے اچھی طرح پیش آؤ ورنہ خرابی کا منہ دیکھو گے کالیجار نے بھی جب امیرالامراء ہوا تو اس نے طغرل سے مصالحت کر لی۔ اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی۔ طغرل کی بھتیجی سے ابوکالیجار

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔

Marfat.com

کے بیٹے کی شادی ہوئی۔ حالات چندے مصالحانہ رہے، لیکن طغرل بک اور آخری بویہی امیرالامراء الملک الرحیم سے طغرل کی شروع میں چشمک رہی[1]

طغرل بک کے تعلقات خلیفہ کے ساتھ مطیعانہ تھے۔ خلیفہ نے اس کی حکومت تسلیم کرکے اسے خلعت عطا کیا۔ ۴۴۳ ہجری میں طغرل عید کے موقع پر خلیفہ کی تعظیم بجا لانے کے لئے بغداد بھی آیا[2] طغرل کے علاقوں میں امن و امان تھا اور نہایت خوش اسلوبی سے انتظام حکومت چل رہا تھا۔ ادھر بغداد میں نظم و نسق تباہ ہو چکا تھا اور ایک سرکش مزاج سردار بساسیری عباسی حکومت کو مٹانے کی سعی کر رہا تھا۔ اس لئے خلیفہ قائم نے اپنے ایلچی کو حکم دیا کہ طغرل کو بغداد آنے کی دعوت دو[3]، ۴۴ ہجری میں طغرل بغداد آیا۔ الملک الرحیم اور امراء و اشراف نے اس کی پیشوائی کی۔ بغداد میں طغرل اور الملک الرحیم دونوں کا خطبہ جاری ہوا لیکن چند روز بعد ایک بدگمانی کی بنا پر طغرل نے الملک الرحیم کو مقید کر دیا اور بویہی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

بنو سلجوق نے اسلامی مملکت میں مندرجۂ ذیل ممتاز سلطنتیں قائم کیں :-

۱۔ سلاجقۂ عظمیٰ : ان کا مرکز بغداد تھا۔ امیرالامراء کا عہدہ انہی کے پاس تھا اس لئے یہ سلطنت تاریخ میں

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر [2] ابن خلدون

[3] دولتِ آلِ سلجوق۔ اصفہانی۔ ابن کثیر ۱۲ ۶۶

Marfat.com

نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔

۲۔ سلاجقۂ کرمان: یہ خاندان قاروت بک بن داود بن میکائیل کی نسل سے تھا۔ ۴۳۲ ہجری سے ۵۸۳ ہجری تک حکمران رہا۔

۳۔ سلاجقۂ روم: اس کا بانی سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق تھا۔ اس نے ۴۷۰ ہجری سے لے کر ۷۰۰ ہجری تک حکومت کی۔ عثمانی ترکوں اور مغلوں نے اس کا خاتمہ کیا۔

۴۔ سلاجقۂ شام: اس کا بانی تتش بن الپ ارسلان تھا۔ اس کی مدت حکومت ۴۸۷ تا ۵۱۱ ہجری ہے[1]

بعض مورخین عراق و کردستان کے سلاجقہ کی بھی الگ حکومت شمار کرتے ہیں لیکن ان کی تاریخ سلاجقۂ عظمیٰ سے اس حد تک وابستہ رہی کہ اس کا جداگانہ مطالعہ مشکل ہے۔

سلاجقۂ عظمیٰ اور سلاجقہ روم کی سرگزشت نہایت ممتاز اور پرشکوہ ہے لیکن خلافت بغداد سے چونکہ صرف سلاجقہ عظمیٰ کا واسطہ تھا اس لئے اس وقت ہماری غرض انہی سے ہے۔

طغرل بک نے بغداد میں مقیم ہونے کے بعد خلیفہ کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ خلیفہ نے اسے ملک المشرق والمغرب کا خطاب دیا اور تمام کارِ حکومت سپرد کر دیا[2] طغرل آٹھ برس اس عہدہ پر متمکن رہا۔ اس نے سرکش عناصر کا خاتمہ کرکے بغداد میں ایک مضبوط حکومت قائم کر لی اور بنو فاطمہ کا خطرہ ٹال دیا لیکن اس کے ہاتھوں خلیفہ کا وقار اور بھی گر گیا۔

---

[1] سلاجقۂ کرمان، سلاجقۂ روم اور سلاجقہ شام کے حوالہ کے لئے دیکھو محاضرات خضری [2] ابن خلدون۔

Marfat.com

اس نے ۴۵۴ ہجری میں خلیفہ قائم کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔ خلیفہ پہلے تو طیش میں آیا لیکن پھر طغرل کی امڈتی طاقت کے آگے جھکنا پڑا۔ دو برس بعد ۴۵۵ ہجری میں خلیفہ نے بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اس کے گیارہ ماہ بعد طغرل نے وفات پائی۔ طغرل کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے سلیمان بن داود کو جانشین کر گیا۔ لیکن امراء نے اس کا ساتھ نہ دیا، اور سلیمان کا بھائی اَلپ ارسلان بن داود سلطان العالم کے لقب سے امیر الامراء بنا۔[1]

اَلپ ارسلان کا قیصر روم ارمانوس سے ایک معرکہ ہوا۔ رومی دو لاکھ سے زائد تھے۔ مسلمان پندرہ بیس ہزار سے اوپر نہ تھے۔ لیکن ایسی ہمت اور ولولہ سے لڑے کہ خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ارمانوس گرفتار ہوا۔ اَلپ ارسلان نے اسے آزاد کر دیا اور شاہانہ اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔[2]

بُویہی عہد میں مکہ میں مصری خلفاء کا خطبہ رائج ہو گیا تھا۔ الپ ارسلان کے عہد میں مکہ کے حاکم نے خود بخود عباسی خلیفہ کی اطاعت کر لی اور الپ ارسلان کو خط لکھا۔[3]

الپ ارسلان نے دس برس کی پُرجلال حکومت کے بعد ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا ملک شاہ جانشین ہوا۔ ملک شاہ کا دائرہ اقتدار دور دور تک پھیل گیا۔ ماوراءالنہر کے سب علاقے تسخیر کر لئے اور اسلامی سرحدیں چین کی حدود

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر۔
[3] ابن کثیر۔

تک پہنچ گئیں۔ رومی بادشاہوں نے ملک شاہ کو خراج پیش کیا۔[1]

۴۷۴ھ میں خلیفہ مقتدی کا ملک شاہ کی لڑکی سے نکاح ہوا۔ چھ برس بعد رخصتی ہوئی۔ طرفین نے اس قدر دولت اڑائی کہ اندازہ مشکل ہے۔[2]

ملک شاہ نے تیس برس کی حکومت کے بعد ۴۸۵ ہجری میں رحلت کی۔ وہ ملت کی فلاح و بہبود کا دلدادہ تھا۔ غریبوں کا حاجت روا تھا۔ اس نے ٹیکسوں میں کمی کی۔ نہریں کھدوائیں اور پل تعمیر کروائے۔ ایک شاندار مدرسہ حضرت امام ابو حنیفہ کے نام سے قائم کیا۔ بعد میں ایک جامع مسجد بنوائی جسے جامع السلطان کہتے تھے۔[3] ملک شاہ نے اموال کثیر صرف کر کے ایک رصد بنوائی۔ بڑے بڑے ہیئت دانوں نے اس میں حصہ لیا۔ یہ رصد ملک شاہ کی زندگی میں قائم رہی۔[4]

سلاجقۂ عظمیٰ کا زرین دور ملک شاہ کی موت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اس دور کی کامرانیوں میں ملک شاہ کے وزیر نظام الملک طوسی کا بہت حصہ ہے۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ملک شاہ کے بعد ۱۲ سلجوقی حکمران ہوئے لیکن خانہ جنگی اور خوں ریزی ہی میں مبتلا رہے۔ سلطان مسعود (۵۲۹ تا ۵۴۷ھ) کے بعد ان کی سلطنت برائے نام رہ گئی۔ آخری دو سلطان ارسلان اور طغرل تو عہدہ سے الگ رہے اور اس کی بازیافت کی کشمکش ہی میں کھپ گئے۔ اس خانہ جنگی میں اسلام کو بیرونی اعد

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ [2] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ [3] ابن کثیر۔ ابن کثیر۔ [4] ابن کثیر۔ ابن کثیر

Marfat.com

اندرونی ہر دو لحاظ سے بہت ضرر پہنچا۔ صلیبی افواج نے بیت المقدس سر کیا اور نصف شام پر چھا گئیں اور جہاں جہاں پہنچیں زمین کو اسلامیوں کے خون سے لالہ زار کر دیا۔ اندرونی ضرر یہ پہنچا کہ نظم و نسق تباہ ہو گیا اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا، باطنیت کو برگ و بار پھیلانے کا خوب موقع ملا۔ سلجوقیہ کی سلطنت طغرل سے شروع ہوئی اور طغرل (۵۷۱تا۵۹۰) کے ساتھ خوارزم شاہیہ کے ہاتھوں ختم ہوئی۔

بنو سلجوق میں سلطان اعظم سنجر بن ملک شاہ اوّل بہت شہرت رکھتا ہے۔ اس نے ۴۹۰ ہجری سے ۵۵۲ ہجری تک خراسان میں نیابت کی۔ بہت ہیبت اور دبدبہ کا سلطان تھا۔ اس نے اخیر میں خطا کے غزوں کے ہاتھوں بہت دکھ جھیلے۔ غزوں نے ۵۴۸ ہجری میں اسے گرفتار کر لیا لیکن برائے نام بادشاہ مانتے رہے۔ سنجر فقیر بن کر خانقاہ میں بیٹھ رہا۔ ۵۵۱ ہجری میں بھاگا اور اپنے مرکز مرو میں آگیا۔ اگلے برس ۵۵۲ ہجری میں اس نے وفات پائی۔ سنجر ۱۳ برس کی عمر میں والی ہوا تھا۔ ساٹھ برس حکومت کی[1]

نظام الملک طوسی

نام حسن، کنیت ابو علی اور لقب اتابک نظام الملک تھا۔ اپنی جائے پیدائش طوس کی نسبت سے طوسی کہلاتا ہے۔ اس کا باپ علی ایک زمیندار تھا لیکن گردشِ روزگار سے سب کچھ کھو دیا۔ نظام الملک نے ۴۰۸ ہجری میں ولادت پائی۔ ایامِ رضاعت ہی میں ماں کا سایہ

---

[1] ابن کثیر۔ ذہبی۔

Marfat.com

اُٹھ گیا۔ اس کو بہت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ذہانت و ذکاوت کے جوہر خدا داد تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا اور مزید چند برس میں دیگر علوم دین میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ اس نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو امراء کی ملازمت اختیار کی۔ تلوار اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ ارباب اختیار کی نگاہوں میں کھب گیا[1] الپ ارسلان نے وزیر بنایا تو اسے سیاست کے میدان مارنے کا بھی موقع ملا۔ سب سے پہلے اپنے حریف عبدالملک کندی کو تجویز لڑا کر الپ ارسلان کے ہاتھوں قتل کر دایا[2] الپ ارسلان کے عہد میں اس نے روم کے مقابلہ میں کئی فتوحات حاصل کیں۔

ملک شاہ امیرالامراء ہوا تو نظام الملک کا منصب بحال رکھا اور اسے کئی خطاب دیئے جن میں ایک اتابک (امیر و والد) تھا۔ ملک شاہ کے عہد میں نظام کا ستارہ انتہائی اوج پر پہنچا۔ سلطان نے وسعتِ سلطنت اور امراء کی لوٹ کھسوٹ کو دیکھا تو نظام الملک کی خیر خواہی اور کاردانی پر تکیہ کر کے سیاہ و سفید کا مالک کر دیا اور خود فقط نگران رہا۔ نظام الملک نے جو اعزاز و اکرام پایا وہ اس سے قبل کسی وزیر کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اس کے کئی بیٹے تھے جن میں سے پانچ وزیر ہوئے۔ نظام کے جاہ و حشم کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس ہزاروں ترکی غلام تھے[3]

نظام الملک ۴۸۵ ہجری میں ملک شاہ کے ساتھ سفر پر

---

[1] ابن کثیر۔ ابن اثیر [2] اصفہانی۔ [3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

Marfat.com

پرستوں کا انسداد ہے۔ صلیبی افواج شام کے ساحلی علاقوں میں قابض ہو چکی تھیں اور آگے بڑھنے کو پر تول رہی تھیں۔ زنگی نے اوپر تلے شکستیں دے کر ان کی ہمت توڑ دی۔ قیصر روم خود گیا۔ نہاوند کے قریب مقام کیا۔ اچانک ایک باطنی لڑکے نے فریاد پیش کرنے کے بہانہ سے چاقو مار کر کام تمام کر دیا۔ نظام الملک کی مدت وزارت ۲۹ برس ہے[۱]

ایک خیال یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ نظام الملک کے قتل میں ملک شاہ کا ہاتھ تھا۔ ملک شاہ نظام الملک کی خود پسندی اور خود رائی سے تنگ آگیا تھا۔ ایک بار اسے کسی بات پر ٹوک بھیجا اور تنبیہ کے لئے معزولی کی دھمکی دی۔ نظام الملک نے ایلچیوں کو سخت و تلخ جواب دیا اور کہا کہ تمھاری کامیابیاں اس وقت تک ہیں جب تک تمھاری کلاہ اور میری دوات کا تعلق قائم ہے۔ تم نے میری وزارت کو دھکا دیا تو تمھاری حکومت کا تختہ بھی الٹ جائے گا۔ ملک شاہ نے یہ جواب سُنا تو نظام الملک کا صفایا کرا دیا۔

نظام الملک دیندار، عدل پرور اور غریب دوست شخص تھا۔ صوفیہ اور علماء و فضلاء کا قدر دان تھا۔ اس کی مجلس فقہاء و علماء سے معمور رہتی تھی۔ اس نے علم کی ترویج و توسیع میں بہت سرگرمی دکھائی۔ ایک وسیع رقبہ میں مدرسۂ نظامیہ کی بنا رکھی جس میں بڑے بڑے نام آور علماء درس دیتے تھے[۲] اور بھی کئی مدرسے بنائے[۳]

---

[۱] ابن کثیر۔ ابن۔ ابن اثیر [۲] ابن اثیر۔ ابن کثیر [۳] حسن المحاضرات ۲: ۱۳۹

Marfat.com

نظام الملک خود بھی علم و فضل میں بلند درجہ رکھتا تھا۔ اس کی کتاب سیاست نامہ بہت مشہور ہے۔

اتابکیۂ بنوزنگی

اتابک کے لغوی معنی ہیں والد و امیر۔ سلاجقہ نے اپنے کئی ممتاز اور سرکردہ امراء کو یہ لقب دیا تھا جن میں سے بعض کی اولاد میں حکومت بھی چلی۔[۱] اتابکیۂ سب ترک تھے۔ ان میں مشہور ترین خاندان بنوزنگی کا ہے۔ بنوزنگی نے موصل، حلب (شام کا پایۂ تخت) سنجار اور جزیرہ پر حکومت کی۔

اس خاندان کی بنا ۵۲۱ ہجری میں اتابک عماد الدین زنگی نے رکھی۔ اس کا باپ امیر قسیم الدولہ آق سنقر، ملک شاہ سلجوقی کا غلام تھا۔ اسے ملک شاہ نے خدمات جلیلہ کے عوض حلب کا والی بنایا تھا۔ ملک شاہ کے بعد اس کے وارثوں میں تلوار چل گئی۔ قسیم الدولہ برک یارُق کا مطیع تھا۔ ملک شاہ کے بھائی تتش نے اسے مار ڈالا۔ اس وقت عماد الدین کم سن تھا۔ سلاجقہ نے اس کے باپ کی خدمات ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پرورش کی۔ عماد الدین نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو حقِ نمک ادا کیا اور سلاجقہ کے ذی رائے اور باہمت خیرخواہوں میں شمار ہونے لگا۔ ۵۲۱ ہجری میں پہلے عراق کا شحنہ مقرر ہوا اور پھر موصل کی ولایت حاصل کی۔

عماد الدین زنگی کو جس چیز نے شہرتِ جاوید عطا کی وہ صلیب

۱؎ مثلاً اتابکیۂ دمشق (۴۹۷ تا ۵۲۲ھ) اتابکیۂ اربل (۵۳۹ تا ۶۳۰ھ) اتابکیۂ آذربائجان (۵۳۱ تا ۶۲۲ھ) اتابکیۂ فارس یا سلغریہ (۵۴۳ تا ۶۸۶ھ)، اتابکیۂ لرستان یا ہزار سبیبہ (۵۴۳ تا ۸۲۷ھ)

Marfat.com

خود لشکر لے کر شام پر حملہ آور ہوا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا لیکن جب عماد الدین میدان میں اترا تو قیصر اسباب و آلات چھوڑ الٹے پاؤں بھاگا۔ عماد الدین نے ۵۳۹ھ میں عیسائیوں سے ایک کلیدی شہر رُہا چھین لیا۔ اس کے دو برس بعد ۵۴۱ ہجری میں اپنے غلاموں کے ہاتھوں سوتے میں مارا گیا۔ عماد الدین ایک محتاط، مدبر اور عادل حاکم تھا۔ اس کی ولایت آباد اور رعیت خوش حال تھی۔

عماد الدین کی وفات کے بعد اس کی ریاست دو بیٹوں پر بٹ گئی۔ موصل سیف الدین غازی کو ملا اور حلب نورالدین محمود کو۔ عماد الدین غازی نے صلیبی قسمت آزماؤں کے مقابلہ پر جو درخشاں روایات قائم کی تھیں نورالدین نے ان کی آب و تاب بڑھائی۔ اس نے ۲۸ برس حکومت کی۔ اس طویل مدت میں عیسائیوں کے ارمان خاک میں ملاتا رہا۔ ان مہمات میں اس کے بھائیوں سیف الدین غازی (وفات ۵۴۴ھ) اور اس کے جانشین قطب الدین مودود کی امداد بھی اسے حاصل رہی۔ صلیبی طوفان بارہا اسلام کی چٹان سے ٹکرائے لیکن ہر بار نامراد پلٹے۔ ۵۵۹ھ میں صلیبیوں کا ایک لشکر جرار تین بادشاہوں کی قیادت میں آیا۔ زنگی نے انھیں عبرت انگیز شکست دی اور تینوں بادشاہوں کو گرفتار کیا۔ اس نے صلیبیوں سے پچاس سے زائد شہر واپس لئے۔ نورالدین کو مجبوراً مصر میں بھی دخل دینا پڑا۔ وہاں فاطمی خلافت تھی۔ عیسائی افواج مصر کے سینہ پر دندنا رہی تھیں اور اُدھر فاطمی امراء آپس میں دست و گریباں تھے۔ مصر کا ایک امیر شاور اپنے ایک حریف کے خلاف مدد چاہنے نورالدین کے پاس آیا۔ نورالدین کے ایک سالار شیرکوہ نے تین حملوں کے بعد مصر کے خود غرض امراء کا خاتمہ کیا اور فاطمی خلیفہ کا وزیر

Marfat.com

مقرر ہوا۔ شیر کوہ نے وفات پائی تو اس کا بھتیجا صلاح الدین جانشین ہو کر مسندِ وزارت پر بیٹھا۔ بعد میں اس نے نورالدین کے حکم سے فاطمی خلافت کو ختم کر دیا۔ نورالدین جب تک زندہ رہا ایوبی اس کی اطاعت کا دم بھرتا رہا۔

نورالدین محمود نے ۵۶۹ ہجری میں سفرِ آخرت کیا۔ اس کا سالِ پیدائش ۵۱۱ ہجری ہے۔ ۵۸ برس کی عمر پائی۔ وہ طویل قامت تھا اور نور و جلال کا پیکر۔ اس کی زندگی سادہ اور زاہدانہ تھی۔ مالِ غنیمت کے حصہ سے حمص میں دکانیں خریدیں تھیں، ان کے کرایہ پر گزر اوقات کرتا تھا۔ گھر کا خرچ بڑھا تو علماء سے فتویٰ لے کر بقدرِ ضرورت رقم خزانہ سے لینے لگا۔ ایک دفعہ بیوی نے تنگ دستی کی شکایت کی تو جواب دیا کہ میں دوزخ کی آگ کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اس نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا اور بدعت کو مٹایا۔ ریشم نہیں پہنتا تھا۔ عدل پروری کا یہ عالم تھا کہ ایک ذاتی مقدمہ میں عوامی حیثیت سے قاضی کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے ایک دارالعدل قائم کیا جس میں قاضی، فقہاء اور سب مذاہب کے مفتی حصہ لیتے تھے۔ صدارت خود کرتا تھا۔ اس میں ہر شخص بے روک آ سکتا تھا۔[۱] خود صاحب علم تھا اور علماء کی قدر کرتا تھا۔ اس نے دمشق میں ایک دارالحدیث قائم کیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا دارالحدیث ہے[۲]۔ جابجا مکاتب اور مساجد کی تعمیر کی۔ شفاخانے اور منزل گاہیں بھی بنوائیں۔ شام کے سب شہروں کے گرد فصیلیں کھچوائیں۔ بیت المقدس کی واپسی

---

[۱] ابن کثیر [۲] ابن کثیر حسن المحاضرات ۲ : ۱۴۳

Marfat.com

کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت آخر آگیا اور یہ حسرت دل میں رہ گئی۔

نورالدین کے بعد اس کے خاندان کا نظام بگڑ گیا۔ تخت کے دعویدار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اس کا بیٹا اسماعیل، الملک الصالح کے لقب سے جانشین ہوا۔ اس کی عمر کل گیارہ برس تھی۔ اس کے چچیرے بھائی سیف الدین والی موصل نے اسماعیل کے کچھ رقبوں پر قبضہ جما لیا۔ امراء نے پر نکالے اور حصول اقتدار کی کشمکش میں مصروف ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ صلیبی افواج زنگی حکومت کے حاشیوں پر کھڑی تھیں۔ اس حکومت کو ختم کرنے کے لئے ان کا ایک ریلا کافی تھا۔ صلاح الدین ایوبی والیِ مصر نے یہ حالات دیکھے تو شام پہنچا۔ زنگی شہزادوں نے ایوبی کے خلاف اتحاد کر لیا اور فدائی فرقہ سے بھی مدد مانگی۔ انھوں نے ایوبی کو قتل کرنے کی سعی کی لیکن ناکام رہے۔ ایک بار زنگی والیوں نے فرنگ سے بھی مدد طلب کی۔ انجام کار ۵۸۱ ہجری میں ایوبی نے زنگیوں کی خود مختاری ختم کردی۔ اس کا ایک خوش گوار نتیجہ یہ نکلا کہ شام کا سرحدی ملک داخلی انتشار سے بچ کر ایک بار پھر صلیبی افواج کے سامنے صف آرا ہوا۔

بنو زنگی کی خود مختاری ۵۸۱ ہجری میں ختم ہو گئی لیکن سوائے حلب کے باقی جگہوں یعنی موصل، سنجار اور جزیرہ میں ان کی حکومتیں قائم رہیں۔ موصل میں ان کا خاتمہ ۶۶۰ ہجری میں تاتار کے ہاتھوں ہوا۔ سنجار میں ان کی حکومت ۶۱۷ ہجری میں ٹوٹی اور جزیرہ میں ۶۴۸ ہجری میں[1]

---

[1] زنگی خاندان کے واقعات ابن اثیر، ابن کثیر اور ذہبی کے متفرق مقامات اور خضری سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

خوارزم شاہیہ (۴۹۰ تا ۶۲۸ھ)

خوارزم شاہی حکومت کا بانی محمد بن انوشتگین ہے۔ انوشتگین اولاً ایک سلجوقی امیر کا غلام تھا۔ ترقی کر کے امراء کی صف میں آگیا۔ اس کے بیٹے محمد کو سلجوقی سلطان برک یارُق نے ۴۹۰ ہجری میں خوارزم کی حکومت اور خوارزم شاہ کا لقب دیا۔ محمد نے ۵۲۱ ہجری میں وفات پائی[1] اس کے بیٹے اتسنز (ا ت۔س۔ز) نے اس کی طرح تیس برس حکومت کی۔ اس نے سلجوقی سلطان سنجر کو بہت پریشان رکھا۔ سنجر کو ۵۴۸ ہجری میں ترکوں نے گرفتار کیا تو اتسنز نے اس کے اکثر علاقوں پر قبضہ جما لیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہی سلطنت پھیلتی گئی۔

اس خاندان کے چھٹے بادشاہ علاؤالدین محمد (۵۹۹ تا ۶۱۷) کی حکومت سندھ تک جا پہنچی۔ علاءالدین نے خلیفہ ناصر سے مطالبہ کیا کہ میرا نام خطبہ میں شامل کرو۔ خلیفہ نے انکار کیا۔ علاءالدین ایک جرار لشکر لے کر چلا لیکن رستہ میں ایسی ہلاکت خیز برف باری ہوئی کہ اسے پلٹنا پڑا[2]۔

علاءالدین کے عہد میں تاتار نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا۔ تاتار کے حالات کے ضمن میں ہم علاءالدین اور اس کے بیٹے جلال الدین (۶۱۷ تا ۶۲۸ھ) کا تذکرہ کر آئے ہیں۔

ایوبیہ (۵۶۴ تا ۶۵۷ھ)

دولتِ ایوبیہ جس کی بنا صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ ہجری میں مصر کے صوبہ میں رکھی اور پھر شام سے گزر کر فرات تک پھیل گئی

---

[1] ذہبی۔ محاضراتِ خضری [2] ابن کثیر۔

Marfat.com

صلاح الدین کے باپ نجم الدین ایوب سے منسوب ہے۔

نجم الدین کا باپ شاذی آذربائجان کا ایک کرد سردار تھا۔ سلاجقہ کے زمرۂ امراء میں شامل ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے؛ نجم الدین ایوب اور اسد الدین شیر کوہ۔ یہ دونوں بھائی شاذی کی وفات کے بعد عماد الدین زنگی والیِ موصل سے وابستہ ہوئے عماد الدین نے ان کی قدر پہچانی اور اہم خدمات سپرد کیں۔ نور الدین زنگی کے عہد میں ان کا وقار بدستور قائم رہا۔ اسد الدین سپہ سالاری کے عہدہ پر پہنچا اور نجم الدین کو دمشق میں جاگیر ملی۔

صلاح الدین ایوبی ۵۳۲ ہجری میں تکریت کے شہر میں پیدا ہوا۔ نجم الدین وہاں کا حاکم تھا لیکن اسی رات اسے معزول ہو کر تکریت سے نکلنا تھا۔ اس نے بیٹے کی پیدائش کو بد شگونی سمجھا[۱]

صلاح الدین نے ہوش سنبھالا تو نور الدین کی خدمت اختیار کی۔ وہ نور الدین کی نظروں میں جلد کھب گیا اور اس کے مقربین میں شامل ہوا۔ نور الدین اسے سفر و حضر میں ساتھ رکھتا تھا[۲]

صلاح الدین کا چچا اسد الدین ۵۶۲ ہجری میں دوسری بار نور الدین کی اجازت سے مصر گیا تو صلاح الدین بھی بادل ناخواستہ ہمراہ ہوا۔ شیر کوہ، فاطمی خلیفہ کا وزیرِ مختار ہوا اور جب اس نے ۵۶۴ ہجری میں وفات پائی تو یہ منصب صلاح الدین ایوبی کو ملا۔ ایوبی اگرچہ بظاہر فاطمی خلیفہ کا ملازم تھا لیکن حقیقۃً وہ نور الدین زنگی کا تابع فرمان تھا۔

---

[۱] ابن کثیر۔ [۲] ابن کثیر ۵۵۰ھ۔

Marfat.com

ایوبی نے ۵۶۷ ہجری میں فاطمی خلافت کو مٹا کر عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا۔

نورالدین زنگی کی وفات کے بعد اس کے جانشین ایک دوسرے سے الجھنے لگے اور اہلِ صلیب کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ رہا تو صلاح الدین نے ناچار اتابکیہ کے مقبوضات پر سربراہی قائم کی، جیساکہ ہم سابقہ صفحات میں دیکھ آئے ہیں۔ ایوبی نے نواحِ شام کے بعض دیگر علاقے بھی اپنی قلمرو میں شامل کرلیے۔ اس کی ریاست نیل پار سے لے کر فرات تک پھیل گئی۔ اب اس کے لئے سہل تھا کہ صلیبی لشکروں کا غرور توڑ دے۔

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کا باقی حصّہ صلیبی معرکوں میں بسر ہوا۔ اس نے یورپ کے بپھرتے ہوئے طوفانوں کا بار بار منہ پھیرا اور تقریباً نوّے برس کے صلیبی قبضہ کے بعد بیت المقدس کا شہر واپس لیا۔

صلاح الدین نے ۵۸۹ ہجری میں دمشق کے شہر میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۵۷ برس تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ اس کی تلوار بھی دفن کر دی گئی۔[1]

ایوبی محض ایک کشور کشا جرنیل ہی نہ تھا بلکہ اسلام کا ایک صادق الایمان خادم اور مبلغ بھی تھا۔ وہ نیک نفس، نیک نہاد، پاک باطن، پاکیزہ کردار، شیریں زبان اور وسیع القلب تھا۔ ہاتھ، زبان یا قلم سے کسی کو دکھ نہیں دیتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی گرا ہوا لفظ نہیں سنا گیا۔[2]

---

[1] ابن کثیر [2] کتاب الروضتین از شہاب الدین مقدسی۔

Marfat.com

صلاح الدین ایوبی کو سُنّت نبوی سے عشق تھا۔ حدیثِ نبوی کے بغیر اسلام کو درست طور پر سمجھنا اور اس پر صحیح عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس لیئے ایوبی نے نہ صرف خود ہی حدیثِ نبوی کا علم حاصل کیا بلکہ اس کی عام اشاعت پر بھی بہت توجہ کی۔ اس نے کئی دار العلوم قائم کیے جن میں حدیث اور دیگر علوم کی تدریس ہوتی تھی۔

ایوبی کو حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر بے تاب محبّت تھی کہ میدانِ جنگ میں بھی علماء سے حدیث سنتا تھا۔ امام مالکؒ کی موطا کا درس سننے کے لیئے اسکندریہ گیا اور ابو طاہر سے یہ کتاب پڑھی۔ حدیث سنتا تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔[1]

ایوبی صاحب علم تھا۔ شرعی علوم میں بہت بلند پایہ رکھتا تھا۔ اس کو عقائد کی درستی کا بہت اہتمام تھا۔ ایک کرشمہ باز جوان شہاب سہروردی کے خیالات مسلّمہ شریعت کے خلاف تھے۔ اسے ۵۸۶ھ میں قتل کروا دیا[2] (یہ شہاب الدین سہروردی نہ تھے) وہ صوفیہ کا بھی قدردان تھا۔ مصر میں ایک خانقاہ بنائی جس کا خرچ حکومت کی طرف سے ادا ہوتا تھا۔[3]

ایوبی کا نظم ونسق بہت عمدہ تھا۔ رفاہِ عامہ کی طرف بھی توجہ کی۔ مثلاً بیت المقدس میں ایک ہسپتال بنوایا جس کے لیئے وقف قائم کیا۔

---

[1] ذہبی سنہ ۵۷۶ھ ابن اثیر و ابن کثیر سنہ ۵۷۷ھ۔ سیوطی ذکر ہارون۔
[2] ابن کثیر [3] حسن المحاضرات ۲: ۱۴۱

Marfat.com

ایوبی دشمنوں سے بھی مروّت کے ساتھ پیش آتا تھا اور اسلام کی صحیح تعلیمات کا نمونہ بن کر نظر آتا تھا۔ جب کوئی شہر فتح کرتا تو اہلِ شہر کو امان دیتا اور انھیں اموال اور عورتوں بچوں سمیت عافیت کے ساتھ روانہ کر دیتا[1] صلیبی جنگوں کے دَوران میں شاہِ انگلستان بیمار ہوا۔ اس کی درخواست پر ایوبی نے دوائیں بھیجیں۔ اس کے بعد اس نے پھل اور برف مانگ بھیجی۔ ایوبی نے یہ چیزیں بھی روانہ کر دیں[2] عکّا کے محاصرہ میں فرنج قحط کا شکار ہوئے تو سلطان نے بہتوں کی مدد کی۔ ان میں سے کئی اسلام لائے۔ ایک دفعہ چند مسلمان سپاہی دشمن کے خیمہ سے تین ماہ کا بچہ اٹھا لائے۔ اس کی ماں سلطان کے پاس آئی۔ سلطان کھڑا ہو گیا اور اس کی داستان سُنی۔ ایوبی کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے۔ بچّہ بِک چکا تھا۔ اسے منگوا کر ماں کے حوالے کیا اور ماں بچّے کو سواری دے کر نہایت عزّت و احترام کے ساتھ ٹھکانے بھیجا[3]

ایوبی اسلامی اتحاد کا شیدائی تھا۔ خلیفہ کی اطاعت سے کبھی سر نہیں نکالا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد خلیفہ ناصر نے اسے چند باتوں پہ تنبیہ لکھی تو نہایت ادب سے جواب دیا اور اطاعت کا اظہار کیا[4]

ایوبی فقیر خدا مست تھا۔ کھُردرا لباس پہنتا تھا۔ وفات پائی تو خزانہ میں کُل ایک دینار اور چھتیس درہم کی رقم تھی۔ گھر، کھیتی یا

---

[1] ابن اثیر سنہ ۵۸۵ [2] ابن کثیر ۱۲ : ۳۴۳ [3] ابن کثیر۔
[4] ابن کثیر ۱۲ : ۳۲۸

Marfat.com

زمین، کسی قسم کی جایداد ترکہ میں نہ تھی۔[1]

صلاح الدین ایوبی کے بعد اس کی حکومت تین بیٹوں پر تقسیم ہو گئی۔ ان میں خانہ جنگی نے سرایت کی اور صلاح الدین کے بھائی الملک العادل (۵۹۷ تا ۶۱۵ھ) نے سب قلمرو پر قبضہ کر لیا۔ اس نے صلیبیوں کا خوب مقابلہ کیا لیکن اس کے بعد ایوبی کی روایات کو تازہ کرنے والا کوئی نہ اٹھا۔

ایوبی کے بعد ۱۴ سلطان ہوئے۔ الملک المعظم توران شاہ (۶۴۷ تا ۶۴۸) کو اس کی سوتیلی ماں شجرۃ الدر نے جو ایک ترک نژاد لونڈی تھی بحری ترکوں کی مدد سے مروا دیا اور ۶۴۹ھ میں ان کے ایک سردار عزالدین سے شادی کر لی جو اس کے خاوند کا غلام تھا۔ شجرۃ الدر نے ۳ ماہ حکومت کی۔ پھر ترکوں نے بنو ایوب سے ایک ۱۰ سالہ لڑکے موسیٰ کو الملک الاشرف کے لقب سے سلطان بنایا۔ عزالدین اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ شجرۃ الدر نے ۶۵۵ھ میں عزالدین کو بھی مروا دیا۔ بحری ترکوں نے انتقام میں شجرۃ الدر کو قتل کر کے کوڑے کے ڈھیر پر ننگا ڈال دیا۔ موسیٰ نے اس کے بعد دو برس تنہا حکومت کی۔ لوگوں نے ۶۵۷ھ میں اسے الگ کر دیا۔ یہ آخری ایوبی سلطان تھا۔[2]

ملثمین یا مرابطین (۴۶۲ تا ۵۴۲ھ)

اس خاندان کے نسب کے بارہ میں کچھ بتانا مشکل ہے۔ اس کا بانی یوسف بن تاشفین ایک نیک اور مدبر

---

[1] ابن کثیر کتاب الروضتین [2] ابن کثیر سنہ ۶۵۵ ج ۱۲ ص ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹۔ دحلان

Marfat.com

امیر تھا۔ اس نے مراکش کا شہر آباد کیا اور اسے دارالملک بنایا۔ اندلس میں طوائف الملوکی کا دور آیا تو اس نے حملہ کر کے اسے فتح کیا اور مغرب و اندلس کا بادشاہ ہوا۔ اس نے ۵۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے جانشینوں میں کوئی نامور نہ ہوا۔ موحدین نے اس حکومت کا خاتمہ کیا

مُوَحِدِین (۵۱۴ تا ۶۱۸)

اس حکومت کا بانی ایک درویش صفت مصلح محمد بن تومرت تھا۔ ۵۱۴ ہجری میں اس نے مرابطین کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور مہدی کہلانے لگا۔ اس کے پیرو موحدین کہلاتے تھے۔ اس نے ۵۲۴ ہجری میں وفات پائی۔ اس کا ایک نائب عبدالمومن نام تھا۔ وہ امیر المؤمنین کے لقب سے جانشین ہوا۔ اس نے ۵۴۲ ہجری میں مرابطین کی حکومت چھین لی۔ اس کے بعد حکومت اس کی اولاد میں رہی۔ عبدالمؤمن کے عہد میں افریقیہ اور اندلس دونوں موحدین کے زیر نگیں آئے۔

یعقوب بن یوسف (۵۸۰-۵۹۵) سلطان صلاح الدین کا معاصر تھا۔ اس نے سپین سے صلیبیوں کا رُخ پھیر دیا۔ وہ علم و حکمت کا پُر جوش مربی تھا۔

۶۲۵ ہجری میں اندلس کا علاقہ موحدین کے ہاتھوں سے نکل گیا اور وہ مراکش تک محدود رہ گیے۔

Marfat.com

تبصرہ

Marfat.com

Marfat.com

نظامِ حکومت

آئین حکومت کا سربراہ خلیفہ یا امیرالمومنین کہلاتا تھا۔ خلیفہ کا منصب موروثی ہوتا تھا۔ انتخاب منعقد نہیں ہوتا تھا، البتہ امراء سے بیعت لی جاتی تھی۔ یہ اُن کی رضامندی اور وفاداری کا عہد ہوتا تھا۔ خلافت کے ایک سے زائد امیدوار اٹھ کھڑے ہوتے تو امرائے سلطنت اور ارکانِ دربار کو دخل دینے کا موقع مل جاتا تھا۔ لیکن ایسے میں فیصلہ بجائے گفت و شنید کے جنگ سے ہوتا تھا۔

ہر خلیفہ اپنی زندگی میں جانشین نامزد کر جاتا اور اس کے لئے بیعت حاصل کر لیتا تھا۔ اسے ولی عہد کہتے تھے۔ ولی عہد کو کاروبارِ حکومت اور حربی مہارت میں تجربہ دلایا جاتا تھا۔ خلیفہ

Marfat.com

کے مرنے کے بعد ولی عہد کی دوبارہ بیعت ہوتی تھی۔ ارکانِ حکومت اس موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ جھک کر خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے، اس کے ہاتھ کو چومتے اور نہایت تعظیم سے واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر خلیفہ کو نذرانے پیش کیے جاتے۔ وہ بھی انعامات بانٹتا اور خلعتوں سے نوازتا تھا۔

خلافت نشینی کا رواجی طریقہ یہی تھا لیکن دورِ زوال میں بالا دست ترکوں اور دیگر امراء کے ہاتھوں بعض اوقات اس طریقہ کو چھوڑ کر من مانے طریقہ سے خلیفہ کو مقرر کر دیا جاتا تھا۔

اگرچہ خلیفہ کسی مجلسِ مشاورت کا پابند نہ تھا لیکن سب خلفاء اپنے ارکانِ دربار، وزراء اور ناظمینِ اعلیٰ سے مشورہ کرتے تھے۔ مامون کے عہد میں تو اس مقصد کے لئے باقاعدہ ایک مجلس نامزد تھی جس میں امورِ حکومت کے بارہ میں آزادانہ بحث ہوتی تھی۔

خلیفہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے۔ اگرچہ عدلیہ کا صیغہ الگ تھا اور قاضی حکومت کے اثر دبدبہ سے بے نیاز ہوکر فیصلے دیتے لیکن انتظامی اور سیاسی امور میں خلفاء عدالتوں کے پابند نہ تھے۔

بیت المال پر خلیفہ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ وہ اخراجات کے بارے میں کسی کے آگے جواب دہ نہ تھا۔ عباسی دور میں خلفاء جس بے پروائی سے اپنی ذات پر روپیہ لٹاتے تھے اس کی مثال اموی دور میں مشکل سے ملتی ہے۔ اموی فرماں رواؤں

Marfat.com

کو عربوں کی بے خوف اور بے محابا تنقید کا کھٹکا رہتا تھا۔ عباسی خلفاء کو اگرچہ علمائے حق برسرِ دربار ٹوک دیتے تھے لیکن عجم کے عوام میں حکامِ وقت پر گرفت کرنے کا وہ جذبہ نہ تھا جس سے اہلِ عرب معمور تھے۔ عجم والے مدتِ قدیم سے شاہ پرستی کے عادی تھے۔ ان کے اثر سے خلفاء نے بادشاہی کے انداز اپنا لیے۔ اس کے برعکس اموی حکومت عربوں کے زیرِ اثر رہی تھی اس لیے ان کے ہاں شاہی لوازم و تکلفات بہت کم تھے۔ اموی درباروں میں خلیفہ کے ہاتھ چومنے اور اس کے سامنے جھک کر آداب بجا لانے کا رواج نہ تھا۔ اموی خلفاء کو زیادہ سے زیادہ عرب کے متمول سردارانِ قبائل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ عباسی خلفاء نے سادگی کو کھو دیا۔ آئینی طور سے بنو اُمیّہ بنو عباس کے مقابلہ میں اسلام کی صحیح روح سے قریب تر تھے۔

حکام اور عہدہ داروں کا تقررِ خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا، وہ اُنھیں اپنی مرضی سے معزول کرنے کا حق رکھتا تھا۔ لیکن عموماً وہ وزیر کی رائے پوچھ لیتا تھا۔ چھوٹے اہل کار البتہ افسرانِ اعلیٰ کے احکام سے مامور و معزول ہوتے تھے۔ خلیفہ ان معاملات میں دخل دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

مرکزی حکومت کے شعبے اور افسرانِ اعلیٰ

مرکزی حکومت کے کئی شعبے تھے۔ ہر شعبہ ایک افسرِ اعلیٰ کے زیرِ انتظام ہوتا تھا۔

وزارت: اسلامی دور میں وزارت کی بنا بنو عباس نے رکھی۔ وزارت کے آغاز کے بارہ میں معلومات سفاح کے دور میں آ چکی ہیں۔

Marfat.com

وزارت دو قسم کی تھی ، وزارت تنفیذ اور وزارت تفویض۔
وزارت تنفیذ کا کام خلیفہ کے احکام و فرامین کی تعمیل کرنا اور حکومت کا نظم و نسق چلانا تھا۔ اس لحاظ سے ہر محکمہ کا ناظم اعلیٰ وزیر تنفیذ ہی تھا لیکن ان افسروں کو وزیر کے نام سے بہت کم پکارا جاتا تھا۔ ان کے عہدوں کے نام محکموں کے لحاظ سے تھے۔ وزارت کے نام کا جس عہدہ پر اطلاق ہوتا تھا وزارت تفویض تھی۔

وزارتِ تفویض کو آج کل کی اصطلاح میں وزارتِ عظمیٰ کہہ لیجئے۔ لیکن اس وقت اسے فقط وزارت ہی کہا جاتا تھا۔ وزیر کے اختیارات کا کوئی آئینی تعین نہ تھا۔ خلیفہ سخت گیر اور کار آگہ ہوتا تو وزیر کے اختیارات محدود ہوتے تھے۔ خلیفہ کمزور یا بے پروا ہوتا تو وزیر کے اقتدار کا دائرہ بہت پھیل جاتا تھا۔ اس کے اختیارات تقریباً وہی ہو جاتے جو آج کل وزیر اعظم کے ہوتے ہیں۔ بیت المال پر اس کو پوری دسترس حاصل ہوتی تھی۔

وزیر کا عہدہ کلیدی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے اس کے انتخاب میں خلیفہ بہت احتیاط برتتا تھا اور حتی الوسع قابل، دیانت دار اور قابلِ اعتماد شخص کو مقرر کرتا تھا۔

وزیر اعظم اور وزرائے تنفیذ کی مجلس دیوانُ العزیز[1] (دی آنریبل کیبنٹ) کہلاتی تھی۔ اس کے صدر کی حیثیت میں وزیر اعظم کو وزیر الدیوان العزیز کہتے تھے۔

وزیر کے عہدہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا تقرر نہایت پُر شوکت رسم سے ہوتا تھا۔ دو بلند مرتبہ امیروں کی معرفت اس کی طلبی ہوتی تھی۔ وہ خلیفہ کے سامنے حاضر ہوتا اور اسے تعظیم

---

[1] عزیز کے لغوی معنی ہیں مُعزّز۔

Marfat.com

پیش کرنے اور خلعت وزارت زیب بدن کرنے کے بعد امراء و رؤساء اور خدم و حشم کے جلوس میں سوار ہو کر اپنے دفتر کو جاتا تھا۔ وہاں اپنی نشست پر بیٹھ چکتا تو اس کے تقرر کی منادی ہوتی تھی۔

وزارت کے عہدہ پر بڑی بڑی عالی شان ہستیاں متمکن ہوئیں۔ ان کے کارناموں اور تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھرپور ہیں۔ ابوسلمہ خلال، برامکہ، ابوایوب موریانی اور حسن بن سہل وغیرہ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

امیرالامراء کا عہدہ قائم ہونے کے بعد خلیفہ کے وزیر کی اہمیت بہت کم رہ گئی۔ امیرالامراء کا الگ وزیر ہوتا تھا۔ اس کی شان خلیفہ کے وزیر سے بہت بلند تھی۔ بویہی عہد میں خلیفہ کے وزیر کو رئیس الرؤساء کہتے تھے۔ سلجوقی امیرالامراء کے وزراء میں نظام الملک طوسی بہت شہرت رکھتا ہے۔

حاجب:۔ خلیفہ اور عوام کے درمیان افسر رابطہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جن سائلوں یا عرضی گزاروں کو خلیفہ کے سامنے پیش ہونا ہوتا حاجب انھیں موزوں آداب اور سلیقہ کے ساتھ پیش کرتا تھا۔ امراء و سفراء کو بھی حاجب ہی خلیفہ کی بارگاہ میں پہنچاتا تھا۔

حاجب خلیفہ کے محافظ دستہ (باڈی گارڈ) کا کمانڈر بھی ہوتا تھا۔

کاتب:۔ خلیفہ کے میر منشی (چیف سکریٹری) کو کاتب کہتے تھے۔ کاتب اعلیٰ پایہ کا انشاء پرداز ہوتا تھا۔ وہ خلیفہ کے لئے چٹھیوں کے مسودے مرتب کرتا تھا۔ اس عہدہ

Marfat.com

پر کئی غیر مسلم بھی فائز رہے ۔ کتنے ہی کاتب تھے جو عربی ادب میں اپنا نام چھوڑ گئے۔

دیوان التوقیع غالباً کاتب ہی کے زیر اہتمام ہوتا تھا۔

قاضی القضاۃ : مملکت کے صیغۂ عدلیہ کا ناظم اعلیٰ قاضی القضاۃ کہلاتا تھا۔ قاضی القضاۃ اپنے وقت کا ممتاز فقیہہ ہوتا تھا۔ اس عہدہ پر قاضی ابو یوسف اور یحییٰ بن اکثم ایسے فقہاء فائز رہے ۔ قاضی القضاۃ اہم مقدموں کا فیصلہ کرتا تھا۔ وہ خلیفہ کا قانونی مشیر ہوتا تھا۔ ملک بھر کے قاضیوں اور ان کی عدالتوں کی نگرانی اس کے سپرد ہوتی تھی۔ قاضیوں کا تقرر و عزل اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔

قضا کا صیغہ انتظامیہ سے بالکل آزاد تھا۔ قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر تھیں۔ عدالت کو دارالقضاء کہتے تھے۔ قاضی کے پاس مختصر سا عملہ اور ریکارڈ ہوتا تھا۔

ہر قاضی کی مدد کے لئے ایک مُعَدّل ہوتا تھا جس کے ذمے یہ تحقیق بہم پہنچانی ہوتی تھی کہ گواہ اعتماد کے قابل ہے یا نہیں۔

امیرالامراء : یہ عہدہ بنو عباس کے دورِ انحطاط میں قائم ہوا۔ امیرالامراء مرکزی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ اور عراق و فارس کا گورنر ہوتا تھا۔ اس عہدہ کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ امیرالامراء اپنے لئے بلند بانگ القاب پسند کرتے تھے جن میں سے سلطان کا لقب عام مستعمل رہا۔

رئیس الاطباء : شاہی طبیب اور ہسپتالوں کا ناظم اعلیٰ ہوتا تھا۔

Marfat.com

رئیس التعمیر یا امیر البناء : سول چیف انجینئر کو کہتے تھے۔

والی التجارت : تجارت کی بہبود اس کے ذمے ہوتی تھی۔ عباسی دور میں تجارت بہت وسیع اور منظم تھی۔ تاجروں کی انجمنیں قائم تھیں۔ انجمن کا صدر رئیس التجار کہلاتا تھا۔

اوپر جس قدر عہدہ داروں کا ذکر آیا ہے ان کے اپنے دفتر ہوتے تھے۔ ان دفاتر کے علاوہ مندرجۂ ذیل دیوان (محکمے یا شعبے) تھے:

دیوان التوقیع : یہاں خلیفہ کے جاری کردہ خصوصی احکام کی نقول رکھی جاتی تھیں۔

دیوان الرسائل : (اشوڈیپارٹمنٹ) یہاں سے مرکزی حکومت کی عام چیٹھیاں جاری ہوتی تھیں۔

دیوان السر : اس دفتر میں خلیفہ کے خفیہ کاغذات ہوتے تھے۔

دیوان الضیاع : (جاگیروں کا محکمہ) خلافت کے سرکاری اخراجات کے لئے جو جاگیریں وقف تھیں ان کا اہتمام اس صیغہ میں ہوتا تھا۔

دیوان الصیافی : جو جاگیریں خلیفہ کی ذاتی ملک تھیں وہ اس دفتر کے زیر انتظام تھیں۔

دیوان النفقات : قصر خلافت کے انصرام اور اخراجات کا دفتر تھا۔

دیوان الخراج : یہ محاصل کا محکمہ تھا۔ وزیر کے تحت ہوتا تھا۔ آمدن کے ذرائع تھے مثلاً زکوٰۃ، عشر، خراج، معدنیات

Marfat.com

کا خمس، جزیہ، صنعتی محصولات، درآمدی محصولات، تحائف، مالِ غنیمت وغیرہ۔

دیوان الخراج کے جس شعبہ میں اہل ذمہ کے جزیہ اور دیگر محصولات کا حساب ہوتا تھا اسے **دیوانُ الجزیہ یا دیوانُ الذمام** کہتے تھے۔

دیوانُ الشرطہ: دیوانُ الشرطہ پولیس کے محکمہ کا نام تھا۔ اس کے ناظم اعلیٰ کو **والی الشرطہ یا صاحبُ الشرطہ** کہتے تھے۔ احتساب کا صیغہ بھی اس کے تحت تھا۔

احتساب یا حِسبَتہ کے صیغہ کے افسر کو **محتسب** کہتے تھے۔ محتسب کا کام یہ ہوتا تھا کہ علانیہ برائیوں کا سدِ باب کرے، اوزان اور پیمانوں کی پڑتال کرے، تجارت اور لین دین میں فریب کاری نہ ہونے دے۔ اس مقصد کے لئے وہ پیادوں کا ایک دستہ لے کر شہر میں گشت کرتا تھا۔

دیوانُ المظالم: اس صیغہ کا افسر اعلیٰ **مُتولّی المظالم** کہلاتا تھا۔ وہ شہریوں کی معروضات سنتا تھا اور اس قسم کے فوجداری معاملات کا فوری تصفیہ کرتا تھا جن کے لیے قانونی باریک بینی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا عدالت میں جانا لازم نہ تھا۔ سرکاری عملہ کے خلاف شکایات والی المظالم کے پاس آتی تھیں۔ اگر عدلی فیصلوں کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تو وہ اس سلسلہ میں بھی مناسب قدم اٹھاتا تھا۔

اہم فریادیں خلیفہ کے پیش ہوتی تھیں۔ ان کی سماعت کے لئے خلیفہ ہفتہ میں ایک مقررہ دن کو اپنے مشیروں کے ہمراہ اجلاس کرتا تھا اور وہیں فیصلہ صادر کرتا تھا۔ اگر کوئی قانونی پیچ آپڑتا تو

Marfat.com

قاضی کے سپرد کرتا تھا۔ خلیفہ مہتدی کے بعد کوئی خلیفہ داد رسی کے لئے نہیں بیٹھا اور یہ کام سلاطین وغیرہ نے سنبھالا۔ دیوان المظالم کو بعد میں دارالعدل بھی کہتے تھے۔

دیوانُ الانہار یا دیوان الأکرِیَہ :۔ نہروں کا محکمہ تھا۔

دیوانُ البَرِید :۔ ڈاک کا محکمہ تھا، اس کا وسیع نظام تھا۔ جاسوسی کا کام بھی اسی کے ذمّے تھا۔ اس کا ناظم اعلیٰ صاحبُ البرید یا رئیس البرید کہلاتا تھا۔ اس کے نائب تقریباً ہر بڑے شہر میں ہوتے تھے۔

ڈاک کی ترسیل کا کام گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں سے لیا جاتا تھا۔ بعض اوقات تربیت یافتہ کبوتروں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔

خلیفہ کو برید کی معرفت ملک کے ہر حصّہ سے صبح و شام دونوں وقت تازہ اطلاعیں پہنچتی تھیں۔ گورنروں کے خلاف خفیہ رپورٹیں بار ہا صاحب البرید لکھ کر بھیجتا تھا۔

دیوانُ الجند یا دیوانُ العسکر :۔ فوج کا محکمہ تھا۔ فوج کئی پلٹنوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ پلٹن کو جیش کہتے تھے جس کی تعداد دس ہزار ہوتی تھی۔ اس کا کمانداراَمیرُالجیش کہلاتا تھا۔ امیرالجیش کے تحت دس قائد ہوتے تھے۔ ہر قائد کے پاس ایک ہزار فوج ہوتی تھی اور اس کے تحت ایک ایک سو سپاہیوں پر دس دس نقیب ہوتے تھے۔ نقیب کے زیرِ کمان دس عارف ہوتے۔ عارف دس سپاہیوں کا افسر ہوتا تھا۔

بَرّی فوج دو قسم کی تھی :۔

Marfat.com

۱۔ حربیہ۔ ان کے پاس نیزہ، ڈھال اور تلوار کا اسلحہ ہوتا تھا۔
۲۔ رامیہ۔ یعنی تیر انداز۔

فوج کے ساتھ سامان رسد بہت وافر ہوتا تھا۔ طبیب اور انجینیر بھی ہمراہ رہتے تھے۔ فوج کے انجنیئر ان چیف کو امیر المنجنیقیون کہتے تھے۔

بحریہ کا افسر اعلیٰ امیر البحر کہلاتا تھا۔ ہر جہاز کا ایک کماندار ہوتا تھا جسے مقدم یا قائد کہتے تھے۔ یہ جنگی افسر ہوتا تھا۔ جہاز چلانے کا کام جس افسر کے ذمے ہوتا تھا وہ رئیس کہلاتا تھا۔

بیڑے میں آتش بار کشتیاں بھی ہوتی تھیں جنھیں حراقہ کہتے تھے۔

صوبائی نظام مملکت کئی صوبوں میں منقسم تھی۔ دورِ اول میں صوبہ کے والی خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔ انھیں آمدن کا پورا حساب دینا ہوتا تھا۔ اگر ان کے خلاف شکایت آتی تو خلیفہ باز پرس کرتا تھا۔ وہ بعض دفعہ انتظامی مصلحت کی خاطر بھی والی کو علٰحدہ کر دیتا تھا۔ بارہا تاوانوں اور سخت سزاؤں کی نوبت بھی آئی۔ خلفاء والیوں پر کڑی نظر رکھتے تھے کہ خود مختار نہ ہو جائیں۔ ان کو جاسوسوں کے جال میں گھیرے رکھتے تھے۔ خلیفہ کو ان کی ایک ایک حرکت کی خبر رہتی تھی۔

دفاتر کی پڑتال اور عملداری کی عام جانچ کے لیے ایک افسر مقرر تھا جس کو مُشرف المملکت کہتے تھے۔ اس کے تحت کئی مُشرف یا ناظر (انسپکٹر) ہوتے تھے جو ملک بھر کی سرکاری

Marfat.com

کارگزاری کا معائنہ کرتے تھے۔ جو بد عنوانی ملاحظہ میں آتی اس کی اطلاع خلیفہ کو ہو جاتی تھی اس لئے والی بہت محتاط رہتے تھے۔

دورِ انحطاط میں صوبوں کے والی خود سر ہوگئے۔ جو امیر طاقت پکڑتا بزورِ شمشیر کسی صوبہ پر قبضہ جما لیتا۔ خلیفہ اسے پروانۂ حکومت عطا کر دیتا تھا۔ وہ مناسب رقم خلیفہ کو پیش کر دیتا۔ تاہم ایسے والیوں کا وجود بھی تھا جو ملی اتحاد پر نظر کرکے اطاعت گزار رہے۔ سلطان محمود غزنوی ہر سال اپنی کارگزاری کی رپورٹ خلیفہ کو بھیجتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی بھی خلیفہ کا مطیع و فرماں بردار رہا۔

صوبوں میں بھی مرکزی حکومت کی طرز پر محکمے اور دفاتر کام کرتے تھے۔ ان کی ہیئت بہت سادہ تھی۔

والی اور اس کا عملہ مقامی امور میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ دیہات اور شہروں کے رؤسا مل کر اپنا نظام کار خود چلاتے تھے اور حکومت کی واجبات جمع کرکے ادا کرتے تھے۔ ان کے درمیان کوئی جھگڑا اٹھتا تو والی یا اس کا نائب دخل دیتا تھا ورنہ مقامی طور سے ایک گونہ جمہوری نظام چل رہا تھا۔

Marfat.com

علم و حکمت

عباسی عہد میں علم و حکمت کی رفتار تیزی سے بڑھی۔ اہلِ اسلام اس میدان میں دنیا سے بازی لے گئے۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ مثلاً

۱۔ بنو ہاشم چاہے سادات ہوں چاہے بنو عباس، علم سے طبعی محبت رکھتے تھے۔ اموی تاجداروں میں یہ بات نظر نہیں آتی کہ انھوں نے اپنے ولی عہدوں کو خصوصیت سے علم میں لگایا ہو۔ عبدالملک اور حضرتِ عمر ثانیؒ بیشک افاضل روزگار میں سے تھے لیکن ان کے اوائلِ عمر میں کسے معلوم تھا کہ یہ ایک دن ملتِ اسلامیہ کی زمام سنبھالیں گے۔ بنو امیہ کے برعکس بنو عباس نے

Marfat.com

حق الوسع ولی عہدوں کی تعلیم پر زور دیا اور بلند پایہ علماء کو اتالیق مقرر کیا۔ محمد المہدی اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے کر مدینہ میں حضرت امام مالکؒ کے پاس درس موطا کے لئے حاضر ہوا۔ ہارون نے بھی امام مالکؒ کی بارگاہ میں درس کے لئے حاضری دی مامون اور قادر باللہ وغیرہ صاحب تصنیف تھے۔

بنو عباس نے اہل علم کی بہت قدر افزائی کی۔ ہارون نے ایک دفعہ ایک نابینا عالم کو دعوت پر بلایا اور خود اس کے ہاتھ دھلوائے۔ وہ بھیس بدل کر علماء کی مجلسوں میں پہنچ جاتا تھا۔ بنو عباس نے اصحاب کمال کو بڑے بڑے عہدے دئے اور ان کو مالا مال کر دیا۔ مثلاً ہارون کا عیسائی طبیب جبرئیل شان و شوکت میں خود ہارون کے کندھے سے کندھا ملاتا تھا، مامون اپنے قاضی یحییٰ بن اکثم کی تعظیم اسے بزرگ جان کر کرتا تھا۔ جہاں کسی اور درباری کو مامون کے فیصلوں پر لب ہلانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی وہاں قاضی یحییٰ نہایت خشونت کے ساتھ اسے ٹوکتا اور روکتا تھا۔

۲۔ سلاطین اور امراء نے بھی مل کر چمن علم کی آبیاری کی۔ ان میں سے بعضوں نے خود بھی علم میں نام پیدا کیا لیکن مہمات ملکی سے اتنا وقت بچانا بہت مشکل تھا اس لئے انھوں نے اپنے درباروں میں ارباب ذوق اور اصحاب علم کو اکٹھا کیا۔ کتب خانے جمع کیے، مدرسے بنوائے اور ان امور پر دریا دلی سے دولت بہائی۔ علم پرور خاندانوں میں طاہریہ، برامکہ، علویہ، طولونیہ،

Marfat.com

بنو سامان، آل بویہ، غزنویہ، سلاجقہ اور اتابکیہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ قابوس بن وشمگیر زیاری اور صلاح الدین ایوبی بھی علم دوست امراء کی صفِ اوّل میں ہیں۔

برامکہ کا نام علم پرست خاندانوں میں سب سے زیادہ درخشاں نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ وہ اس قافلہ کے پیشوا ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی زرپاشیوں نے انھیں شعراء اور ادباء کا محبوب بنا دیا تھا جنھوں نے ان کا خوب چرچا کیا۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ انھوں نے مسلم و غیر مسلم سب علماء کی ہمت افزائی کی اور اس باب میں اس قدر آگے بڑھے کہ ان پر زندقہ کا الزام لگ گیا۔

نظام الملک طوسی نے بڑے پیمانے کے مدرسوں کا رواج ڈالا۔ اس کا یہ احسان ناقابلِ فراموش ہے کہ اس نے تعلیم و تدریس کی تنظیم کی۔ مصر کے بنو فاطمہ کی علمی کوششیں بھی کسی سے کم نہیں۔ خلیفہ حاکم کا بیت الحکمت نہایت بلند پایہ کا تھا۔ بنو فاطمہ کے عہد میں قائم کی ہوئی جامعۂ ازہر آج بھی باقی ہے۔ یہ اس وقت دنیا کی قدیم ترین درسگاہ ہے اور ہزار سال سے زائد کی عمر رکھتی ہے۔ خلیفہ مستنصر باللہ (۶۲۳ تا ۶۴۰ ہجری) کا قائم کیا ہوا مدرسہ بغداد میں آج بھی باقی ہے۔ اس میں قلمی نسخوں کا ایک نہایت قیمتی ذخیرہ ہے۔

۳۔ اسلام نے علم پر بہت تاکید کی ہے اس لئے علماء نے دینی جذبہ کے تحت علم کی خدمت کی۔ کتنی ہی مثالیں

Marfat.com

ملتی ہیں کہ علماء کو بیش قدر مناصب پیش کیے گیے لیکن انھوں نے ٹھکرا دیئے اور زندگیاں جس جذبہ کے تحت علم کے لئے وقف کی تھیں اس میں دنیا پرستی کی میل نہ آنے دی۔ ایسے علماء کی کمی نہ تھی جنھوں نے علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کے لئے گھر تک بیچ دیئے۔ اسی لگن کا نتیجہ تھا کہ ایک ایک عالم نے بیسیوں بلکہ سینکڑوں معیاری کتابیں تالیف کیں اور خلاصے بھی لکھے تو مضمون میں ڈوب کر اور عمریں صرف کر کے۔ اس وقت کی بعض مختصرات (خلاصے) آج تک فنون کی جان ہیں۔

ابوالعباس احمد بن عمر قاضی شیراز نے تقریباً چار سو کتابیں لکھیں۔ اتنی ہی تعداد ابن حزم کی تفصیلات کی ہے جو اسی ہزار اوراق پر حاوی تھیں۔ ایک معتزلی عالم ابو یوسف عبدالسلام نے تین سو جلدوں میں تفسیر لکھی۔ فخرالدین رازی کی تفسیر آج بھی ملتی ہے۔ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ اس کو شروع سے اخیر تک پڑھنے کے لئے بڑا حوصلہ چاہیے۔ اسی پر بس نہیں، رازی نے دوسو اور کتابیں بھی لکھیں۔ حیان بن خلف قرطبی نے ساٹھ جلدوں میں تاریخ المغرب لکھی۔ طبری کی تفسیر اور تاریخ (جو طبری کی تاریخی معلومات کا خلاصہ ہے) لائبریریوں میں ملتی ہیں۔ ان دونوں کو یکجا اٹھانے کے لئے شاید مددگار کی ضرورت ہو۔ اتنی ضخیم ہیں کہ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ایک ہی شخص کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ سائنس، فلسفہ، ریاضیات، ہیئت اور صنعت وغیرہ میں ایک ایک عالم نے کئی کئی کتابیں

Marfat.com

سپرد قلم کیں۔ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہوا؟ اور پھر جی میں سوال اٹھتا ہے کہ ہمارے علم کہاں گئے اور ہم ان سے کیوں دست بردار ہوئے۔

بالخصوص علمائے دین محض رضائے الٰہی اور حصول ثواب کی نیت سے علم کی خدمت گزاری کرتے تھے۔ انھوں نے جان و مال اسی راہ میں وقف کر دیئے۔ ان کی مخلصانہ کاوشیں ثمر بار ہوئیں اور اُمّت کے لئے ایک بیش بہا علمی ورثہ تیار ہوا۔

۴۔ اہلِ علم اور اہلِ ثروت کی توجہ سے کتابوں کا روبار پھیلا، کاغذ کی فروخت بڑھی اور کثیر مقدار میں تیار ہونے لگا۔ کاغذ کے اولین کارخانے خراسان میں نظر آتے ہیں۔ یہ صنعت وہاں قبل اسلام سے موجود تھی۔ ممکن ہے چین کی ہمسائیگی کا اثر ہو لیکن اس وقت خراسان میں کاغذ بہت قلیل تھا۔ اسلامی فتوحات پھیلیں اور چین سے اسیر آئے تو انھوں نے خراسان کی اس صنعت کو فروغ دیا۔ اور کاغذ پہلے سے سستا ہوگیا۔

جب تک کاغذ وافر نہ تھا عموماً صاف کھالوں سے کام لیا جاتا تھا۔ مامون اور امین کی جنگ میں عوام سرکاری دفاتر کو محض اس لئے اڑا لے گئے کہ اکثر تحریریں چمڑوں پر تھیں۔ انھیں دھو کر دوبارہ برتا جا سکتا تھا۔

امراء نہایت ٹھاٹھ سے کتابیں لکھواتے تھے اور انھیں مُطلّا کراتے تھے۔ خلیفہ معتضد نے ۳۱۱ ہجری میں

Marfat.com

زندیقوں کی تصنیفات کو فنا کرنا چاہا تو انھیں سپردِ آتش کرایا۔ کتابوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا ٹپک ٹپک کر گرنے لگا اور اس کی خاصی مقدار جمع ہو گئی۔

چھاپہ خانے نہ تھے۔ کاتب بیش قرار اجرتوں پر نقلیں تیار کرتے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ جن کے پاس اجرت کے دام نہیں ہوتے تھے خود نقل کر لیتے تھے۔ تاہم کتابوں کی نہایت وسیع اشاعت ہوئی اور بڑے بڑے کتب خانے وجود میں آئے۔ سرکاری کتب خانوں کے علاوہ ذاتی کتب خانوں کی بھی کمی نہ تھی۔ شہر آمد کی لائبریری میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ ایک عالم ابن عباد کی لائبریری چار سو اونٹوں کا بوجھ تھی۔ مورخ واقدی کا ترکۂ کتب ۱۲ سو آدمیوں کے اٹھانے کا تھا۔ غرض کوئی کہاں تک لکھے۔

۵۔ ایک طرف مذہبی آزادی اور دوسری طرف فرقہ بندی نے علم کے بعض پہلوؤں کو فروغ دیا۔ زرتشت اور مانی کی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور آزاد خیالی کو ہوا ملی۔ زندیقوں اور غیر مسلموں نے عباسی عہد کے اوائل سے کھلا کھلا اسلام کے خلاف کتابیں لکھنی شروع کیں مثلاً ابن الراوندی زندیق نے قرآن و سنت کے خلاف لکھا اور معتزلہ نے جواب دیا۔ (ابن کثیر ۲۹۸ھ) عجمی مسلمانوں میں ایک تحریک عربوں کے خلاف برامکہ کے عہد سے منظر عام پر آئی جسے شعوبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس تحریک کے حامیوں نے عربوں کی مذمت اور عجم کی مدح میں قلم جولاں کیا۔

فرقہ پرستی کے نقصانات تو ظاہر ہیں لیکن اس کے

Marfat.com

دم سے شہرستان علم کے بعض کوچوں کی رونق بڑھی۔

۲۔ اہل اسلام کی رواداری: علم کے معاملہ میں اہل اسلام نے انتہائی فراخ دلی اور کشادہ نظری سے کام لیا۔ غیر مسلموں کے علوم کو یوں ہاتھوں ہاتھ لیا گویا اپنی میراث تھی۔ ملک میں لاکھوں یہود اور عیسائی آباد تھے۔ طب اور ہیئت وغیرہ میں ان سے سینکڑوں باکمال اُٹھے مسلمانوں نے انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بزم علم میں انھیں شایانِ شان جگہ دی۔ خلفاء و امراء نے ان پر زر و سیم کی بارش کردی۔ اسلام سے قبل اسکندریہ، حران اور جندیشاپور میں قدیم سے بہت بلند پایہ درس گاہیں تھیں۔ اہل اسلام نے ان علمی ذخیروں اور تحقیقی نتائج کو دامنِ دل میں جگہ دی۔ یہاں کے علماء کی توقیر کی اور انھیں بلند رتبے دیئے۔

دنیا کے جس حصہ تک مسلمانوں کی رسائی ہوسکی وہاں سے علم کے موتی ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے۔ عربی زبان میں ملک ملک کے علوم و فنون اکٹھے ہوئے۔ مسلمانوں نے فقط نقالی نہیں کی بلکہ ان کو نئی شان اور رفعت عطا کی۔

قرآنی علوم قرآن حکیم کے اعراب ابتدائی شکل میں اموی دور میں لگائے گئے تھے۔ ان کو آخری صورت عباسی دور میں خلیل بن احمد نے دی۔ آج تک وہی اعراب چلے آتے ہیں۔

قرآن حکیم کی تلاوت اور تفسیر کے ضمن میں کئی علوم تکمیل کو پہنچے۔ مثلاً معانی، مشکل القرآن، غریب القرآن، وقف و ابتداء، مجاز القرآن، قراءتیں وغیرہ ان علوم کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہے۔ علماء نے ان میں بہت محنت کی اور متعدد

Marfat.com

کتابیں وجود میں آئیں۔

جہاں تک قرآن حکیم کی تفسیر کا تعلق ہے انفرادی اور اجتماعی طور سے مختصر اور مبسوط بہت تفسیریں لکھی گئیں۔ تفسیر کی دو نمایاں قسمیں نظر آئیں یعنی روایتی اور عقلی۔ روایتی تفاسیر ان علماء نے تحریر کیں جو حدیث کے قائل تھے۔ عقلی تفاسیر لکھنے والے ضرور نہیں کہ حدیث کے منکر ہوں لیکن ان کی کتابوں میں فکری نتائج کا غلبہ ہے۔ علم الکلام، تصوف، فلسفہ وغیرہ کے جدا جدا رنگ میں تفسیریں قلمبند ہوئیں۔ تفسیروں کا انبار لگ گیا۔ بعض مفسروں نے کئی کئی جلد میں تفسیر لکھی۔

تفاسیر کے اس ضخیم سرمایہ سے صرف طبری، زمخشری اور فخرالدین رازی کی کتابیں اب وقت سالم دستیاب ہیں۔ طبری کی تفسیر روایات کا ضخیم مجموعہ ہے۔ زمخشری کی تفسیر جس کا نام الکشاف ہے لغت و عربیت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں معتزلی عقائد ہیں۔ رازی کی تفسیر کبیر میں فلسفہ کی دراز بحثیں ہیں۔ یہ تینوں تفسیریں الگ الگ دائرہ میں ہیں اور بعد کی سب تفسیروں کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

حدیث اموی دور تک حدیث کا کل سرمایہ احاطۂ تحریر میں آچکا تھا۔ عباسی دور میں نقل و حرکت اور سیاحت کی حدود پھیلیں۔ علمائے حدیث نے شہر شہر کا چکر کاٹا اور نہایت محنت سے احادیث کو جمع کیا۔ ایک ایک محدث کو چالیس چالیس ہزار حدیثیں زبانی یاد ہوگئیں۔ ایسے بے نظیر اصحاب کمال بھی تھے جنھیں چھ چھ سات سات لاکھ روایات نوکِ زبان تھیں۔ ان احادیث کو نئے اسلوب اور ترتیب کے ساتھ علماء نے کتابی

Marfat.com

میں دوبارہ قلم بند کیا۔ بیسیوں مجموعے لکھے گیے۔ جن میں مسندِ احمد بن حنبل اور صحاح ستہ بہت مشہور ہیں۔ مسندِ احمد بن حنبل میں تقریباً ۳۰ ہزار احادیث ہیں۔ صحاح ستہ کے معنی ہیں چھ صحیح کتابیں یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سُنن ابن ماجہ، سنن ابوداود جامع ترمذی اور سنن نسائی، ان کتابوں کے بعد چند اور کتب حدیث بھی تحریر ہوئیں جن میں معانی الآثار امام طحاوی، معجم طبرانی، سنن دارقطنی، مستدرکِ حاکم اور سنن بیہقی بہت مقبول ہیں۔

فقہ عباسی دَور میں فقہ کے چار بنیادی مذاہب پایۂ تکمیل کو پہنچے یعنی مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔ ان مذاہب کے بانی بنو عباس کے ابتدائی دور میں ہوئے ہیں۔ ان کے حلقہ ہائے درس قائم تھے جہاں دور و دراز سے آکر ہزاروں طلبہ مستفید ہوتے تھے۔ فقہ کا علم نہایت سرعت سے شائع ہوا۔

اس دور میں فقہی اصول کو ایک فنی صورت دی گئی۔ اس سے پہلے فقہ کا فن نہایت سادہ تھا۔ اب بہت دقیقہ رسی ہوئی۔ فقہی قواعد اور مسائل پر تحریریں لکھیں گئیں جن میں خوب بحث و تمحیص ہوئی۔ فقہ کے اصول پر سب سے پہلے واصل بن عطاء معتزلی نے قلم اٹھایا۔ یہ ایک ابتدائی کوشش تھی۔ امام ابوحنیفہ نے ان پر مزید غور و خوض کیا۔ لیکن اصول فقہ میں کوئی تحریر نہیں چھوڑی۔ البتہ فقہی مسائل کا ایک وسیع دفتر لکھا۔ اصول پر کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے بعد لکھی گئیں۔

مذاہب چہارگانہ کے علاوہ اور بھی کئی مذاہب اٹھے مثلاً ظاہریہ اور جریریہ وغیرہ لیکن جلد ہی ختم ہوگیے۔

Marfat.com

بنو عباس کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ دیگر مذاہب بھی پوری قوت سے زندہ تھے۔ لیکن ان کی اشاعت مقابلتہً کم تھی، حنفی فقہ میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں مبسوط امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، اصولِ بزدوی، مختصر قدوری، مبسوط سرخسی، قاضی خان کے فتاویٰ اور مرغینانی کی ہدایہ بہت مشہور ہیں۔

عباسی دور کے سے بلند پایہ فقہا بعد کے ادوار کو نصیب نہ ہو سکے۔

تاریخ تاریخ سے اہلِ اسلام کو شروع سے شغف تھا۔ انھوں نے نہ صرف اسلام کی تاریخ لکھی بلکہ اسلام سے قبل کی تاریخ بھی نہایت جستجو سے تحریر کی۔ عجم کی تاریخوں کو تلاش کیا اور ان کے ترجمہ کرائے۔

اسلامی تاریخ میں اموی عہد میں کئی تحریریں لکھی گئیں لیکن وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔ سیرتِ نبوی کے بارے میں جن لوگوں نے مستند کتابیں لکھیں ان میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ ہجری) محمد بن اسحاق (۱۵۲ یا ۱۵۳ھ) اور ابن ہشام بہت مشہور ہیں۔ ان میں صرف ابن ہشام کی کتاب ملتی ہے۔ ابن ہشام نے زیادہ انحصار ابن اسحاق کی روایات پر کیا ہے۔

عباسی عہد میں تاریخ کی چند نہایت عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں بڑی خوبی یہ ہے کہ صرف خلفاء یا بادشاہوں کے حالات ہی میں محدود نہیں بلکہ ہر قابلِ ذکر ہستی کے جس قدر حالات دستیاب ہو سکے ان میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی تاریخیں عوامی تاریخیں ہیں۔

Marfat.com

عباسی دور کے مؤرخین میں مندرجۂ ذیل بہت نمایاں ہیں:
واقدی (۱۲۹-۲۰۷) مامون کے عہد میں قاضی تھا۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے۔
محمد ابن سعد (وفات ۲۳۰) واقدی کا شاگرد تھا۔
احمد بن ابی یعقوب — یہ مامون کے عہد میں تھا۔ اس کی تالیف تاریخ یعقوبی کہلاتی ہے۔
بلاذری — وفات ۲۷۹ھ :- اس کی تالیف کا نام فتوح البلدان ہے۔
ابو حنیفہ دینوری — تاریخ میں اس کی تصنیف اخبار الطوال مشہور ہے۔
اعثم کوفی۔ یہ ایک مستند مؤرخ ہے۔ طبری کا ہم عصر تھا۔
طبری — وفات ۳۱۰ھ :- اس کی تاریخ نہایت مبسوط ہے۔ اس کو جس قدر غلط یا صحیح روایات ملیں وہ یکجا کر دیں اور انتخاب بعد کے علماء کے لئے چھوڑ دیا۔
مسعودی۔ یہ مؤرخ جغرافیہ دان تھا۔ اس کی کتاب مروج الذہب بہت اہم ہے۔
ابن اثیر — اس نے طبری کی تاریخ کو جانچ کر اس کا خلاصہ کیا ہے۔

طب | فنِ طب کو عباسی عہد میں بہت عروج حاصل ہوا۔ اس فن کے اصحاب کمال میں اموی عہد سے عیسائی اطباء کا نام سر فہرست نظر آتا ہے۔ عباسی عہد کے پہلے دور میں بھی انہی کا تسلط رہا۔ جندیشاپور میں جورجیس، اس کا بیٹا بختیشوع[1] اور پوتا جبریل اطباء کے سرخیل تھے۔ ان کے

[1] بختیشوع۔

Marfat.com

ساتھ ساتھ مسلمان طبیب بھی اُبھرتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں میں ابن زکریا رازی اور ابن سینا کی تالیف القانون ایک طویل مدت تک نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ یورپ میں بھی زیرِ درس رہی۔

عباسی عہد میں یونانی، فارسی اور ہندی علم الطب یکجا ہوا۔ یونانی اور سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور اطباء نے ان سے استفادہ کیا۔ سنسکرت کی کتابوں کو عربی میں ڈھالنے کے لئے ہندوستان سے سرکردہ طبیب بغداد بلائے گئے۔ ان میں منکہ اور ابن دھن بہت نمایاں ہیں۔ منکہ نے سسرد (شُشرت) کی مشہور کتاب کا ترجمہ کیا۔ طب کی یونانی کتابوں کے ترجمہ کا بیڑا سب سے پہلے حنین بن اسحاق (متوفی ۲۶۰ ھ) اور قسطا بن لوقا نے اٹھایا۔ یوحنا بن ماسویہ ایک اور عیسائی طبیب نے طب میں کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ان کے سوا اور بھی کئی عیسائی فضلاء نے اس شعبۂ علم میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔

عباسی دور میں وسیع پیمانے پر شفاخانے قائم ہوئے۔ ہارون الرشید کے عہد میں شفاخانوں کا ایک مستقل محکمہ قائم ہوا جس کا ناظمِ اعلیٰ رئیس الاطباء کہلاتا تھا۔ اس علم کو ایک بلند سطح پر رکھنے کے لئے امتحانوں کا رواج ہوا۔ صرف سند یافتہ اطباء کو علاج کی اجازت تھی۔ امراء نے رفاہِ عامہ کے لئے وقتاً فوقتاً شفاخانے بنائے اور ان پر وقف قائم کیے عضدالدولہ بویہی نے جو بیمارستان بنایا وہ نہ صرف ہسپتال تھا بلکہ ایک شاندار میڈیکل کالج بھی تھا۔ امراء کی مساعی اور قدردانی سے طب کے فن نے بہت کمال حاصل کیا۔ جڑی بوٹیوں

Marfat.com

کے بارہ میں تحقیق ہوئی، دوا سازی نے ترقی کی۔ علم الابدان، علم التشخیص اور جراحی وغیرہ درجۂ عروج پر پہنچے۔

جانوروں بالخصوص گھوڑوں کے علاج یعنی بیطاری پر بھی توجہ ہوئی۔ کارآمد کتابیں معرض تحریر میں آئیں۔

کیمیا موجودہ کیمسٹری قدیم علم الکیمیا ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یہ علم ایک مدت سے مسلمانوں میں موجود تھا۔ ابتداء میں اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ ادنیٰ معدنیات چاندی یا سونے میں بدل کر امیر ہوا جائے لہٰذا بعض فریب کار شعبدہ بازوں نے جعلی سکے چلائے اور لوگوں کی دولت ہتھیانے میں کامیابی حاصل کی لیکن ایسے اشخاص کی بھی کمی نہیں تھی جن کو فن کے ساتھ خلوص تھا۔ ان کی مسلسل کاوشوں سے معدنیات کے خواص پر روشنی پڑی۔ نئی دھاتیں اور کیمسٹری کے کئی مفید گر دریافت ہوئے۔

عباسی عہد میں جس ہستی نے علم کیمیا میں لازوال شہرت پیدا کی وہ جابر بن حیان ہے۔ یہ صابئی یا مزدکی تھا۔ کئی علوم میں درجۂ فضیلت رکھتا تھا لیکن علم کیمیا میں اسے بہت اختصاص تھا۔ اس نے کئی کیمیائی مرکبات دریافت کیے اور انھیں عملی استعمال میں لایا۔ مثلاً کپڑے کو واٹر پروف بنانا، فولاد کو زنگ سے بچانا، شیشہ کو رنگین کرنا وغیرہ اسی نے ایجاد کیا۔

جابر کے بعد ذوالنون مصری، ابو نصر فارابی، محمد بن زکریا رازی اور طغرائی کی تصنیفات بہت مشہور ہیں۔

Marfat.com

میکینکس عربی میں میکینکس MECHANICS کو علم الحرکات یا علم الحیل کہتے ہیں - اس فن میں یونانی کتابوں سے ترجمہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے اسے مزید فروغ دیا - عباسی عہد میں پنڈولم والی گھڑیاں ایجاد ہوئیں لیکن خال خال تھیں۔ قطب نما کے موجد بھی مسلمان ہیں۔

محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ نے میکینکس کی طرف خصوصی توجہ دی یہ تیسری صدی ہجری میں تھے۔ انھوں نے نہ صرف رومی کتابوں کا ترجمہ کرایا بلکہ خود بھی کئی کتابیں لکھیں۔

ریاضی دیگر علوم کی طرح ریاضی میں بھی مسلمان حکماء کو کئی بنیادی امور میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

قرآنی تعلیمات نے مسلمانوں میں گہرے مطالعہ اور تحقیقی تجزیہ کا ملکہ پیدا کر دیا تھا۔ علم ریاضی سے ان کا لگاؤ طبعی تھا۔ وراثت کے مسائل، زمینی بندوبست، عالمگیر مالیاتی نظام اور تعلیمی سرگرمیوں نے ریاضی کے کئی دقیق اور پیچیدہ مسائل پیدا کئے۔ مسلمانوں نے ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر ریاضی میں کمال استعداد پیدا کرلی۔

مسلمان ارباب علم نے دیس دیس کا سفر کیا اور جگہ جگہ سے علم کا سرمایہ اکٹھا کیا۔ اس کی اصلاح و تنقیح کر کے نئے اضافہ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے بے شک غیر اقوام سے ریاضی کا سرمایہ لیا لیکن اس میں بند ہو کر نہیں رہے۔ اس میں اجتہادی کاوشیں کیں۔ حساب، جیومیٹری، الجبرا اور علم الہیئت میں وہ بنیادی انکشافات کیں جن کے بغیر یہ علوم بے بنیاد رہ جاتے۔

Marfat.com

۱۔ حساب : ہندستان اور یونان میں علم الحساب خاصی ترقی یافتہ شکل میں تھا۔ مسلمان حساب دانوں نے ان دونوں ملکوں کے علم الحساب کو یکجا کیا۔ اسے از سر نو مُدّون کیا، ترقی کی راہ پر لگایا اور نئی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ عشاریہ کے موجد مسلمان ہیں۔

۲۔ الجبرا :۔ اس کی ایجاد کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ یہ نام اصل میں یہ اَلجَبْرُ وَالمُقَابَلہ ہے۔ مخفف ہوکر الجبرا بنا۔ الجبرا کے فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی ہے[1] یہ مامون کا ہم عہد تھا اور اس کی خدمت سے وابستہ تھا۔ اس کی کتاب کا نام " الکتاب المختصر فی حساب الجبر و المقابلہ" ہے جو اس نے مامون کی فرمائش پر لکھی۔ یہ الجبرا پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔ آج سے چار صدی پیشتر تک یورپ کے مدارس میں شامل نصاب رہی۔ اس کی معرفت یورپ والے عشاریہ کے استعمال سے روشناس ہوئے۔

خوارزمی نے الجبرا کے جو قواعد بنائے ان کی تائید وہ جا بجا جیومیٹری سے کرتا ہے۔ سب سے زیادہ توجہ وہ وراثت کے مسائل پر کرتا ہے جو اس تصنیف کا غالباً اصل سبب تھے۔

عمر خیام نے الجبرا میں نہایت دقیق قواعد وضع کیے اس کو الجبرا میں آج بھی بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔

۵

Marfat.com

۲۔ جیومیٹری :- عربی میں اسے جومطریا، ہندسہ یا اس کے بانی اُقلیدس کے نام پر اقلیدس کہتے ہیں۔ اقلیدس ایک یونانی عالم تھا۔ اس کی کتاب سب سے پہلے منصور کے عہد میں ترجمہ ہوئی۔ اس کے کئی تراجم تھے جن میں حنین بن اسحاق (متوفی: ۲۶۰ھ) ثابت بن قرہ صابی (۲۸۷ھ) کا مشترکہ ترجمہ اور یوسف بن حجاج (   ) کا ترجمہ بہت مشہور ہیں[۱]

تعمیرات، زمینی پیمائش اور علم الہیئت کے سلسلہ میں جیومیٹری کی ضرورت پہلے سے بڑھ گئی۔ مسلمانوں نے اس پر کروی (SPHERICAL) جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری (TRIGONOMETRY) کا اضافہ کیا۔ زاویوں وغیرہ کی پیمائش کے لئے نہایت عمدہ آلے ایجاد کیے۔ اس شعبۂ علم کے ماہرین میں ابو عبد اللہ محمد بن جابر البتانی (۸۵۸ تا ۹۲۹ء) سرفہرست ہے۔ اس کے بعد ابوالوفاء (۹۱۰ تا ۹۹۸ء) نے کئی قواعد وضع کیے جو آج تک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

علم الہیئت علم الہیئت کا وجود قدیم سے تھا لیکن اس وقت محض تاثیراتِ نجوم تک محدود تھا۔ اہل اسلام نے اسے جوتش اور کہانت کے پھندے سے نکالا اور مطالعۂ افلاک کی خدمت میں لگایا۔

عباسی دور میں علم الہیئت نے بہت فروغ پایا۔ رصد کا آلہ سب سے پہلے مامون کے عہد میں تیار ہوا اور ایک عالی

---

[۱]

Marfat.com

شان رصد گاہ بھی تعمیر ہوئی۔ تحقیقات کا دامن پھیلا۔ ستاروں کی گردش اور رفتار کا مطالعہ کیا گیا اور وقتاً فوقتاً نئی زیجیں (جنتریاں) تیار ہوئیں جو ماہ و سال کے اندازے کے لئے نہایت مفید تھیں۔

ابراہیم فزاری (متوفی ۷۷۷ء) پہلا شخص ہے جس نے اسطرلاب ایجاد کی۔ اس کا بیٹا محمد بھی ایک بلند پایہ ہیئت دان تھا۔

بطّانی نے ثابت کیا کہ سورج کا مدار تغیر پذیر رہتا ہے۔

البیرونی (المتوفی ۴۴۰ھ) جو بیسیوں علوم میں فقید المثال مہارت رکھتا تھا علم الھیئت میں بھی صاحب کمال تھا۔ اس نے زمین کی گولائی کا جو حساب لگایا ہے وہ جدید ترین اندازہ کے قریب قریب ہے۔ وہ حرکتِ زمین کا قائل ہے۔ اس نظریہ سے یورپ کے علماء البیرونی سے پانچ سو برس بعد آشنا ہوئے۔

عمر خیام نے شمسی سال کا جو حساب لگایا وہ ۳۶۵ دن، ۵ گھنٹے اور ۴۹ سیکنڈ ہے یعنی جدید اندازہ سے صرف ۱۹ سیکنڈ کم۔

جغرافیہ عربوں کو سیاحت کا بہت شوق تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں بھی دُور دُور تک پہنچے۔ سویڈن سے لے کر چین تک کی دنیا چھان ڈالی۔ امریکہ میں بھی ان کے آباد ہونے کے ثبوت فراہم ہیں۔ جہاں پیمائی کے اس جذبہ نے ان میں جغرافیہ کی لگن پیدا کی۔ اس علم سے اعتناء کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ڈاک کے محکمہ (برید) کے افسروں کو مملکت کے علاقوں، مقاموں اور رستوں سے واقف ہونا بہت ضروری تھا۔ ان کی معلومات نے مرتب ہو کر جغرافیہ کی صورت اختیار کرلی

Marfat.com

شروع کی۔ مشہور جغرافیہ دان ابن خوردازبہ محکمہ برید کا افسر اعلیٰ تھا۔

جغرافیہ دانوں میں خوارزمی سر فہرست نظر آتا ہے۔ اس نے صورۃ الارض کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے بعد ابن خوردازبہ کی کتاب المسالک والممالک بہت ممتاز ہے۔ ان کے بعد مسعودی کا نام آتا ہے جو ایک نامور مؤرخ اور سیاح تھا، البلخی، اصطخری، ابن حوقل، المقدسی اور البیرونی وغیرہ نے بھی دنیا کی سیاحت کی اور قابلِ قدر کتابیں تحریر کر گیے۔

Marfat.com

فکری تحریکات

علم الکلام اسلام کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کے لئے دلائل لانے اور ان میں بحث کرنے کو الکلام کہتے ہیں۔ انگریزی میں آج کل اس کے لئے APOLOGETICS کا لفظ رائج ہے۔ فلسفہ اور علم الکلام کی حدیں بعد میں مل گئیں۔ لیکن ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ علم الکلام ایک سادہ سا فن ہے جو شریعت کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کی سعی کرتا ہے اس کے برعکس فلسفہ کا میدان نہایت وسیع ہے۔ اس کے سامنے مسلمہ اصول نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ نئے حقائق کی تلاش میں رہتا ہے۔ علم الکلام کا آغاز اموی دور میں ہو گیا تھا لیکن

Marfat.com

اسے فن کی صورت میں معتزلہ نے عباسی دَور میں پیش کیا۔
شروع میں اسلامی عقائد میں مین میکھ نہیں نکالی جاتی تھی اور بغیر کسی دلائل بازی کے ان پر ایمان لانا کافی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب فتوحاتِ اسلام کا دائرہ پھیلا اور غیر عرب اقوام سے سابقہ پڑا تو دیگر مذاہب سے متاثر ہو کر بعض تعلیم یافتہ اصحاب نے عقائد اسلام کی تثبیت کے لئے عقلی دلائل کی جستجو شروع کر دی۔ اہلِ سنّت والجماعت نے شروع میں اس طریقِ تبلیغ کو پسند نہ کیا۔ انھوں نے قرآن وحدیث کی ہدایت ہی کو بہت کافی جانا اس لئے ابتداء میں علم الکلام کے شیدائیوں کے گروہ الگ نظر آتے تھے۔ یہ لوگ عقلیت پرست تھے۔ انھوں نے عقائد کے سلسلہ میں بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا جو نہایت انوکھے تھے اور اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد سے بیگانہ۔
علم الکلام کے سلسلہ میں کئی گروہ اٹھے جن میں ـــ مندرجۂ ذیل بہت ممتاز ہوئے:۔

۱۔ جبریہ :۔ اس فرقہ کا ظہور اموی دَور میں ہوا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ اس کو اپنے پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ سب افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔ صحابۂ کرام رض میں جو ذی مرتبہ اصحاب موجود تھے انھوں نے اس نظریہ کو بہت بُرا مانا۔ اس نظریہ کا بانی جعد بن درہم نظر آتا ہے جو ایرانی تھا۔
کوفہ کے حاکم خالد قسری نے جعد بن درہم کو ایک عیدِ قربان کے موقع پر ذبح کر دیا۔ یہ ہشام کا عہد تھا

Marfat.com

(ابن اثیر) جعد کے شاگرد جہم بن صفوان نے اس کے خیالات کی پرداخت کی۔ جہم بھی ۱۲۸ ہجری میں مارا گیا۔ جہم کے پیرو جہمیہ یا جبریہ کہلاتے ہیں۔ اموی حکومت نے جبری عقائد کو مٹانے کی پوری سعی کی لیکن ان کی مکمل بیخ کنی نہ ہوسکی۔

جبریہ نے تقدیر کے بارہ میں ہی الگ نظریہ ایجاد نہیں کیا بلکہ جمہورِ امت کے خلاف یہ نظریہ بھی چلایا کہ اللہ تعالیٰ صفات سے منزہ ہے۔ وہ ذات کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کی ذات کے علاوہ جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ وہ بول نہیں سکتا کیونکہ بولنا صفت ہے اور اللہ کی کوئی صفت نہیں لہٰذا قرآنِ حکیم مخلوق ہے۔

قرآنِ حکیم کو مخلوق ماننے کا عقیدہ سب سے پہلے جعد بن درہم نے وضع کیا۔ (ابن اثیر عہد ہشام) اس عقیدہ کو بعد میں ایک نئے کلامی گروہ یعنی معتزلہ نے اپنے عقائد کی جان بنا لیا۔

۲۔ معتزلہ:۔ اس گروہ کا بانی واصل بن عطا تھا۔ یہ شخص ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ نہایت عالم و فاضل اور بلند پایہ ادیب تھا۔ حسن بصری کا شاگرد تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسن بصری کی مجلس درس میں آکر سوال کیا کہ گناہِ کبیرہ کرنے والے مومن کی عاقبت کے بارہ میں آپ کا خیال ہے۔ حسن ابھی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ واصل بول اٹھا، میرا خیال ہے کہ وہ ایمان اور کفر کی منزلوں کے وسط میں ہے۔ یہ ایک نرالا نظریہ تھا جو حسن بصری کے عقائد سے

Marfat.com

مختلف تھا اس لئے واصل اپنی جماعت کو لے کر مسجد میں ایک الگ جگہ جا بیٹھا حضرت حسن بصری نے فرمایا :۔
اِعْتَزَلَ عَنَّا وَاصِلٌ (واصل ہم سے الگ ہو گیا) اس گروہ کا نام معتزلہ (الگ ہونے والا) پڑا - اسی گروہ میں عمرو بن عُبَید بھی تھا جو معتزلہ کے قائدین میں شمار ہوتا ہے - اس نے ۱۴۲ھ میں وفات پائی -

معتزلہ نفی صفات اور قرآن کو مخلوق کہنے میں تو جبریّہ کے ہم نوا تھے لیکن تقدیر کے مسئلہ میں ان کے مخالف تھے اور انسان کو اپنے اعمال پر قادر مانتے تھے۔ اس لئے معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا تھا۔ جبریّہ اور قدریہ دونوں کا رستہ اہل السنّت والجماعت سے جو جبر اور قدر کے درمیان اعتدال کا مسلک رکھتے ہیں الگ ہے۔

کلامی فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت پانے والے معتزلہ ہیں۔ ان کے عقائد مختصراً حسب ذیل تھے :۔

(۱) اللہ تعالیٰ صفات سے منزہ ہے۔ نہ اس کی کوئی صفت تھی اور نہ ہے۔ اگر ہم اس کی صفات کو اس کی ذات سے جُدا گانہ تصوّر کریں تو گویا ہم کئی خداؤں کو تسلیم کریں گے حالانکہ یہ توحید کے خلاف ہے۔ معتزلہ اس اصول کو توحید کے نام سے یاد کرتے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ عدل کرتا ہے وہ اعمال کا بدلہ ترازو کے تول پورا پورا دے گا۔ کبیرہ گناہوں کو نہیں بخشے گا اور نہ کسی پر ظلم کرے گا۔

اس اصول کو وہ عدل کہتے تھے اور ان دونوں اصولوں کے

Marfat.com

پیشِ نظر اپنے کو اہل العدل والتوحید کہتے تھے۔

(۳) انسان اپنے اعمال کا مختارِ کل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزاو سزا دینے کا سوال پیدا نہ ہوتا۔

(۴) قرآن مخلوق ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کلام، اللہ کی صفت نہیں بلکہ اس کی تخلیق ہے۔ جو آدمی قرآن کو مخلوق نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

معتزلہ نے اموی دَور میں اپنے خیالات کی اشاعت شروع کی۔ اموی بادشاہ یزید ناقص معتزلی تھا۔ عمرو بن عبید اس کا داعی تھا۔ عمرو بن عبید نے ولید ثانی کے خلاف اس کی بہت مدد کی تھی۔

عمرو بن عبید نے ۱۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد اعتزال کا چرچا ایک حد تک تھم گیا۔ ہارون الرشید تک کے عباسی خلفاء معتزلہ کے خلاف تھے۔ ہارون نے بشر بن غیاث مریسی (وفات ۲۱۸) کو جو ان دنوں معتزلہ کا پیشوا تھا قتل کرنا چاہا لیکن وہ روپوش ہو گیا۔ بشر تقدیر کے معاملہ میں بجائے قدر کے ارجاء کا قائل تھا۔ علم الکلام میں ارجاء کے معنی ہیں نجات کے لئے زیادہ بھروسا بجائے عمل کے ایمان پر رکھنا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر نہیں، محض کفر کی علامت ہے۔ مامون کے عہد میں معتزلہ نے خوب پرو بال نکالے۔ اسی عہد میں واصل بن عطا کا شاگرد ابوالہذیل علاف (وفات ۲۲۷) بھی خوب چمکا۔ یہ کئی کتابوں کا مصنف تھا۔

Marfat.com

عباسی ایام میں عقائد میں بہت تحقیق شروع ہوئی۔ یحییٰ برمکی اس مقصد کے لئے علمی مجلسیں برپا کرتا اور علماء کے مناظرے کراتا تھا۔ ان میں ہر مذہب و عقیدہ کے علماء حصہ لیتے تھے۔ مامون کے دربار میں بھی مناظرات کی بزم سجی۔ ان کے دوران میں مامون پر معتزلہ کا جادو سوار ہو گیا۔ وہ پہلے ہی عقلیت پرست تھا۔ معتزلہ کی عقلی موشگافیوں سے مسحور ہو کر رہ گیا۔ اس نے ایک معتزلی پیشوا احمد بن ابی دواد کو اپنا وزیر بنا لیا۔

اعتزال کی گرم بازاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ دولت عباسیہ میں جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور سب قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات کو عام آزادی مل گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی، عیسائی، یہود، زنادقہ، ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحات اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچا تھا اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہو گئے۔ (الکلام شبلی) مامون نے خیال کیا کہ اس خطرے کا مقابلہ صرف معتزلہ کے زور سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کا گرویدہ ہو گیا۔

مامون نے اس عقیدہ کو کہ قرآن مخلوق ہے بزور شمشیر رائج کرنا چاہا۔ علمائے حق پر مصائب کے پہاڑ توڑے۔ امام احمد ایسی ہستیوں کو پابند سلاسل کیا گیا اور کوڑے مارے گئے۔ مامون نے جو کسر چھوڑی تھی وہ اس کے جانشین معتصم

Marfat.com

نے پوری کی۔ خلیفہ واثق کے عہد میں بھی اعتزال کی ظالمانہ اشاعت جاری رہی۔ متوکل خلیفہ ہوا تو قہر کا یہ سلسلہ ختم ہوا۔ وہ اہلِ السنت و الجماعت سے تھا۔ اس نے معتزلہ کا تسلط اٹھایا۔ اس کے بعد اس گروہ کو جس نے عقل کے نام پر عقل کا گلا گھونٹ ڈالا تھا پھر اتنا زور نصیب نہ ہوا۔ اس کی تعداد گھٹتی گئی۔ عباسی دَور کے اواخر میں اس کا نشان بہت کم نظر آتا ہے۔ اشعریہ اور ماتریدیہ نے ان کے رہے سہے وجود کو بھی ختم کر دیا۔

معتزلہ کئی گروہوں میں بٹے۔ بقول علامہ شبلی جس کے مونہہ سے جو بات نکلی وہ مذہب بن گئی۔ ان کے بعض نظریات بہت مزے کے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ عقل مند اور عالم شخص پر ظلم نہیں کر سکتا لیکن پاگل پر ظلم کر سکتا ہے[1] ان کا ایک گروہ تناسخ کا قائل تھا[2] ان میں نظریاتی اختلاف بہت تھا لیکن خلقِ قرآن کے مسئلہ میں متحد تھے۔ ان میں بعض بلند پایہ علماء بھی پیدا ہوئے جو اپنے عقائد سے قطعِ نظر اہل السنت و الجماعت میں بھی احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں زمخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی تفسیر کشاف بہت مشہور ہے۔

۲۔ اشعریہ:۔ اہل السنت والجماعت نے ایک مدت تک علم الکلام سے واسطہ نہ رکھا۔ لیکن آخر انھیں بھی اس اسلحہ کو اٹھانا پڑا۔ اس کی ابتداء ابوالحسن اشعری (۲۷۰-۳۳۰) نے کی۔

---

[1] الملل والنحل شہرستانی ص ۸۳ ذکر فرقہ خابطیہ ص ۳۵ ذکر اسکافیہ۔

Marfat.com

وہ شافعی المذہب تھے۔ اشعری نے شافعی نقطۂ نظر سے عقائد میں بحث کی۔آپ ابو علی جُبّائیؒ کے شاگرد تھے جو معتزلہ کا ایک ممتاز امام تھا۔ اشعری بعد میں معتزلہ کے خلاف ہوگیے اور اہل السنت والجماعت کے عقائد اختیار کیے۔ آپ کا مکتبِ فکر اشعریہ کہلاتا ہے۔ اشعریہ اور معتزلہ میں بہت معرکے ہوئے۔

اشاعرہ میں باقلانی (وفات ۴۰۳ھ) اسفرائینی، قُشیری اور امام الحرمین جُوَینی سرِفہرست ہیں۔ اشعری علماء نے متعدد تصانیف لکھیں۔

اشعریہ عقل کی بے قید جولانی کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جسے شریعت نے خوب کہا ہے وہ خوب ہے اور جسے قبیح کہا ہے وہ قبیح ہے۔

امام اشعری کو حنفیہ کے ہاں بھی برابر کی مقبولیت حاصل ہے۔

۴۔ ماتریدیہ: یہ مکتبِ کلام ابو منصور ماتریدی[1] (وفات ۳۳۳ھ) کے نام سے منسوب ہے۔

امام ماتریدی کو حنفیہ میں وہی رتبہ حاصل ہے جو اشعری کو شافعیہ کے ہاں۔ انھوں نے حنفی عقائد کی وکالت کی ہے۔ فروع میں امام اشعری سے اختلاف ہے لیکن اصول میں ان سے متفق ہیں۔

۵۔ مُرجِئہ: ان کے کئی گروہ تھے جن میں قدرِ مشترک یہ

---

[1] ماترید سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے۔

Marfat.com

نظریہ تھا کہ ایمان اور عمل الگ الگ ہیں اور ایمان کا درجہ عمل سے پہلے ہے۔ جو لوگ خالص مُرجئہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر ایمان خالص اور یقین صادق ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو ترکِ اطاعت پر اللہ تعالیٰ سزا نہیں دے گا۔

فلسفہ فارس اور روما میں فلسفہ کی بہت گرم بازاری تھی۔ اہل اسلام نے ابتداء میں اس سے پرہیز کی لیکن بعض اذہان اس سے غیر محسوس طور پر متاثر ہونے لگے۔ شروع میں صرف علم الکلام کا رواج ہوا لیکن یہ فن بھی فلسفہ کی آمیزش سے مُبّرا نہ تھا، تاہم ایک مدت تک فلسفہ اہل اسلام میں غیر مقبول رہا۔ چنانچہ جب چند فلسفہ دانوں نے چوتھی صدی ہجری میں فلسفہ کی روح سے مذہب کو زندہ کرنا چاہا تو نہایت خفیہ طور سے کام کیا۔ انھوں نے فلسفہ میں پچاس رسالے لکھ کر ان کی اشاعت کی لیکن اپنے نام پوشیدہ رکھے۔ ان میں سے بہت کم اصحاب کے نام معلوم ہوسکے۔ یہ لوگ اخوان الصفا (صفائی والے) کہلاتے ہیں۔ ان کا مرکز بصرہ میں تھا۔ اسماعیلیہ کا دعوےٰ ہے کہ ان رسائل کے مصنف امام احمد بن عبداللہ بن محمد مکتوم تھے۔

فلسفہ کو بعد انتظار کے بعد اہل اسلام کی بزم علم میں بار حاصل ہوا۔ جن اصحاب نے اس فن پر توجہ کی ان کے سامنے صرف دینی خدمت تھی۔ وہ فلسفہ زدہ اقوام کے خلاف فلسفہ کا محاذ قائم کرکے ان کو مناظرہ کے میدان میں شکست دینا چاہتے تھے۔

فلسفہ کی حیثیت قرآن و حدیث کے سامنے ہمیشہ ثانوی رہی ہے۔ تاہم ایسے فلسفہ دان اٹھے جن کا مرتبہ یورپ میں

Marfat.com

بھی تسلیم کیا گیا۔ لیکن خالص فلسفہ کو چونکہ اسلام میں کوئی جواز حاصل نہیں اس لئے مسلمان علمائے فلسفہ کی تعداد کم ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل علماء کو امتیاز حاصل ہے:۔

کندی: (   ): عربی نژاد تھا۔ اسلامی فلسفہ کا بانی ہے۔ اس کو فیلسوف العرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے افکار نہایت سادہ ہیں۔

فارابی (   ): ترک تھا۔ کئی علوم کا جامع تھا۔ اس نے کچھ سیاسی نظریات بھی پیش کیے۔

ابن مسکویہ (   ): فلسفہ اخلاق کا بانی ہے۔

ابن سینا (   ): ایرانی تھا۔ اس کی کتابوں میں الشفا، اشارات اور تنبیہات بہت مشہور ہیں۔ مغربی فلسفہ کے مقابل مشرقی فلسفہ کی برتری دکھانے کے لئے اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انصاف تھا۔ اس کا ذہن نہایت صاف تھا۔ اس نے فلسفہ کے کئی پوشیدہ گوشے بے نقاب کئے۔ اسے فلسفہ میں معلم ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام غزالی: شروع میں فلسفہ کے بہت حامی تھے۔ بعد میں اس کے خلاف ہو گئے اور تہافۃ الفلاسفہ نام ایک کتاب لکھی۔

ابن رشد: سپین کا باشندہ تھا۔ یورپ میں فلسفہ کا امام سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تالیفات کے کئی ترجمے ہوئے۔ اس نے امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ کے رد میں تہافۃ التہافہ لکھی۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی (   ) فلسفہ کی فوقیت کا کا بہت قائل ہے لیکن چونکہ طبعی علوم میں بہت مہارت رکھتا

Marfat.com

تھا اس لئے اس کی فکری پرواز تجرباتی حقائق سے آزاد نہیں۔

تصوف تصوف کے متعلق قطعیت سے بتانا مشکل ہے کہ اس کی ابتداء کب ہوئی۔ بہرحال صوفیہ کا وجود دوسری صدی ہجری میں ملتا ہے۔ ان کا ایک خاص فلسفۂ حیات تھا۔ واردات قلب ان کی فکر کا خاص محور تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور موجودات سے اس کے ربط اور فنا و بقا کے بارہ میں انھوں نے بہت غور و خوض کیا ہے۔

صوفیہ میں دو گروہ صاف نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ معتدل مزاج لوگ تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ اسلام دنیا کی رنگینیوں میں کھو نہ جائیں۔ لیکن ایک گروہ غالی صوفیہ کا بھی تھا جن کے خلاف علمائے شریعت بالخصوص حنابلہ نے بہت سختی سے قدم اٹھایا۔ ابتدائی صوفیہ میں حضرت رابعہ بصریہ (وفات ۱۳۵ھ) ابراہیم بن ادہم (۱۶۲ھ) حسن بصری، بشر حافی (۲۲۷ھ) اور ذوالنون مصری بہت مشہور ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی نے تصوف میں لازوال شہرت پائی ہے۔

صوفیہ نے کئی کتابیں تحریر کیں جن میں تفاسیر بھی شامل تھیں۔ امام غزالی نے تصوف کو علمی انضباط کے ساتھ پیش کیا۔

Marfat.com

مذہبی فرقے

اہل السنت والجماعت

اس گروہ کو اکثریت حاصل تھی۔ اہل السنت والجماعت سب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو تعظیم و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے متفقہ فیصلوں (اجماع) کو دین میں قرآن و حدیث کے بعد حجت مانتے ہیں۔ ان کے ہاں جماعتی وحدت کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اکثریت کے فیصلہ کو بشرطیکہ قرآن، سنت اور اجماع صحابہ رضؓ کے مخالف نہ ہو، قابل پیروی سمجھتے ہیں۔

اہل السنت والجماعت میں چار اہم فقہی گروہ ہیں۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔ ان کے اختلافات صرف فروعی ہیں۔

Marfat.com

اصولاً سب متحد ہیں۔ بنو عباس اہل السنت و الجماعت سے تھے۔

خوارج جنگِ صفین کے بعد حضرت علیؓ کی فوج سے ایک گروہ خارج ہوا اور باغی بن بیٹھا۔ انھوں نے عجیب و غریب عقائد کا اظہار کیا۔ یہ لوگ خوارج کہلائے۔ انھوں نے حضرتِ علیؓ سے جنگ کی جس میں ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی، لیکن ان کے عقائد نہ مٹے۔ اموی دَور میں آئے دن نئے زوروں کے ساتھ اٹھتے رہے۔ حکومت کے خلاف ان کی سرگرمیاں بھی ماند نہ ہوئیں۔ انھوں نے چند مقامات میں عارضی حکومتیں بھی قائم کرلیں۔ عباسی دور میں ان کا زور بہت گھٹ گیا تاہم ایک عرصہ تک ان کی ایک خاصی تعداد موجود رہی۔

خوارج نہایت زہد پسند اور عبادت گزار ہوتے تھے۔ لیکن از بس تنگ نظر اور سنگ دل تھے۔ ایمان، کفر اور شرک کے معانی میں بہت غور و خوض کرتے تھے۔ ان معانی کی تعین میں خود اُن کے درمیان بھی بہت اختلافات ہوئے جن کے سبب ان کی کئی شاخیں بن گئیں مثلاً ازارقہ، النجدات، بہیسیہ، عجاردہ، اباضیہ، یزیدیہ، صفریہ وغیرہ۔

خوارج گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو مشرک کہتے تھے، لہٰذا جس شخص کا کوئی فعل ان کی نگاہ میں خلافِ اسلام ہوتا اُسے مشرک گردان کر فوراً اس کے قتل کے درپے ہو جاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ حضرتِ عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ سے بھی بعض غلطیاں منسوب کرکے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرتِ علیؓ کا قاتل ایک خارجی ہی تھا۔

Marfat.com

خوارج کی زیادہ تاکید خوبیِ اعمال پر ہوتی تھی۔ اس لیے ان کا عقیدہ تھا کہ اصولاً امامِ وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ عوام کو چاہیے کہ حسنِ سلوک سے رہیں اور اپنے قضیئے خود طے کرلیں۔ اگر امام کا ہونا لابدی ہی ہو تو اس کے لیئے قرشیت شرط نہیں، وہ کسی قوم سے بھی منتخب ہو سکتا ہے۔ جب تک امام درست رہے اس کا ساتھ دینا لازمی ہے۔ وہ اپنی سیرت بدل ڈالے تو اس کو معزول یا قتل کر دینا چاہیئے۔

خوارج جس شخص کے درپے ہوتے پہلے اسے توبہ کرنے کو کہتے تھے۔ وہ توبہ کرلیتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اگر بعد میں خیال ہوتا کہ یہ توبہ غلط تھی تو اس توبہ سے بھی توبہ کراتے تھے اور خود بھی توبہ کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں مخالفین کے معصوم بچوں کا قتل بھی جائز تھا۔[1]

شیعہ شیعہ کے لفظی معنی گروہ یا جماعت کے ہیں۔ اصطلاح میں شیعہ سے مراد وہ اصحاب ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حق دار حضرت علی رضؓ تھے اور حضرت علی رضؓ کے بعد ان کی اولاد۔ شیعہ کے کئی گروہ ہوئے جن میں زیدیہ، اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ بہت مشہور ہیں۔ البتہ عباسی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ہاشمیہ کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

شیعہ میں مندرجہ ذیل گروہ بہت اہم ہیں۔

۱۔ ہاشمیہ:۔ یہ لوگ ابو ہاشم بن محمد بن الحنفیہ کے پیرو ہیں

---

[1] خوارج کے عنوان کے لیئے دیکھو الملل والنحل شہرستانی۔

Marfat.com

حضرتِ علیؓ کے فرزند محمد بن الحنفیہ کو امام مانتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ کی امامت کے قائل ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم عبداللہ نے امامت محمد بن علی بانیِ تحریکِ عباسیہ کو منتقل کی۔[1] ان لوگوں نے عباسی تحریک کے قیام میں بہت مدد دی۔

۲۔ **زیدیہ**:۔ یہ لوگ حضرتِ زید بن زین العابدین علی کی امامت کے معتقد ہیں۔ ان کے عقیدہ کے اہم اجزاء یہ ہیں:۔

(۱) ہر فاطمی جو عالم، زاہد، شجاع اور سخی ہو امام ہو سکتا ہے چاہے وہ حضرتِ حسنؓ کی اولاد سے ہو یا حضرتِ حسینؓ کی۔

(۲) حضرتِ علیؓ افضل صحابہ تھے لیکن حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ کی خلافت درست تھی کیونکہ اس میں امت کی فلاح تھی۔

(۳) حضرت یحییٰ بن زید کے بعد جنھوں نے ولید ثانی کے عہد میں شہادت پائی۔ ان کا منصب امام محمد اور امام ابراہیم کو تفویض ہوا۔[2] مؤخر الذکر اصحاب منصور کے مقابلہ میں اٹھے اور شہادت پاگیے۔

طبرستان میں جو علوی حکومت قائم ہوئی وہ زیدیہ کی تھی۔ بنو بویہ بھی زیدی شیعہ تھے۔

۳۔ **اثنا عشریہ**: اس وقت اہل تشیع میں اکثریت اثنا عشریہ

---

[1] الملل والنحل شہرستانی۔ [2] شہرستانی۔

Marfat.com

کی ہے۔ ان کے نقطۂ نظر کی رو سے امامت نبوّت کی طرح منصبِ الٰہی ہے۔ جس طرح خداوند عالم اپنے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نبوّت و رسالت کے جلیل القدر عہدہ کے لئے منتخب کرتا ہے، اسی طرح امامت کے معاملہ میں بھی کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ ربّ العزت خود نبی کو حکم دیتا ہے کہ وہ شخصِ منتخب کی امامت کا اعلان کردے۔ پیغمبرؐ حسب الحکم فرائضِ شریعت کی تکمیل کے لئے نص کے ذریعے اس چُنی ہوئی ہستی کو خلق کا پیشوا بنا دیتا ہے۔ نبی اور امام میں فرق صرف یہ ہے کہ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے اور امام خصوصی توفیق کے ساتھ رسولؐ سے احکام حاصل کرتا ہے[1]
اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ امامت کا حق حضرتِ علیؓ اور ان کی اولاد کا تھا۔ ان میں بارہ امام یکے بعد دیگرے صریح نص سے مامور ہوتے رہے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرتِ علیؓ (متوفی ۴۰ھ)
۲۔ حضرتِ حسنؓ بن علیؓ (۳۔ ۴۹ھ)
۳۔ حضرتِ حسینؓ بن علیؓ (۴ تا ۶۱ھ)
۴۔ حضرتِ زین العابدین علی بن حسینؓ (۳۸ تا ۹۲ یا ۹۴ھ)
۵۔ حضرت محمد باقر بن علی (۵۷ تا ۱۱۴ھ)
۶۔ حضرت جعفر صادق بن محمد باقر ۸۰/۸۳ تا ۱۴۸ھ

---

[1] اصل و اصول شیعہ (اردو) از حجۃ الاسلام محمد حسین

Marfat.com

۷۔ حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق ۱۲۸/۱۲۹ تا ۱۸۳/۱۸۶
۸۔ حضرت علی الرضا (متوفی ۲۰۳ھ)
۹۔ حضرت محمد التقی (متوفی ۲۲۰ھ)
۱۰۔ حضرت علی النقی بن محمد متوفی ۲۵۴ھ)
۱۱۔ حضرت حسن العسکری الزکی (متوفی ۲۶۰ھ)
۱۲۔ حضرت محمد المہدی المنتظر

آخری امام حضرتِ محمد المہدی کے بارہ میں اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ آپ دنیا کی نگاہوں سے غائب ہوگئے ہیں لیکن زندہ ہیں اور قیامت کے نزدیک ظہور فرمائیں گے، ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کی اصلاح کرکے اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اثنا عشریہ غالی گروہوں مثلاً خطابیہ اور غرابیہ وغیرہ کو ملحد قرار دیتے ہیں[1]

عبا... کئی نیم مختار سلطنتیں شیعی تھیں۔

۴۔ تشیع میں مختلف گروہ بالعموم ائمۂ کرام ...تراف سے اٹھے۔ امام جعفر صادق ... ظہور میں آیا جس سے ... ہے کہ امام ... موسیٰ کاظم ... اسماعیل

۳۔ اثنا عشریہ بجز... الدر ... ۱... ۱۲۰ ... (۱۳۲) مجمع ۲۱۴۹۲

[1] الملل والنحل شہرستانی۔ [2] شہرستانی۔

Marfat.com

سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بداء محال ہے یعنی وہ اپنے فیصلہ کو نہیں پلٹتا۔ امام اسماعیل کے بعد ان کے فرزند محمد امام ہوئے۔ یہ فرقہ امام اسماعیل کی نسبت سے اسماعیلیہ کہلایا۔ اس گروہ کو سبعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ابتداء[1] میں ان کا عقیدہ تھا کہ سات مستور اور سات ظاہرا اماموں کا باری باری دور ہوتا ہے[2] اسماعیلیہ کا ایک اور نام باطنیہ بھی ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ اور ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے[3] ان کے باطنیہ کہلانے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنے بعض نظریات، چند کتب اور کچھ واقعات کے بارہ میں بہت محتاط رہے اور انھیں عوام سے پوشیدہ رکھا۔

امام محمد بن اسماعیل نے اپنی دعوت کا آغاز خفیہ تنظیم سے کیا۔ آپ دعوت کے سلسلہ میں ہمیشہ پا بہ رکاب رہے۔ آپ کی زندگی کے انجام کے بارہ میں کوئی خبر نہیں ملتی۔ اس لئے آپ کو امام مکتوم یا مستور (پوشیدہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ آئمہ مستور کا پہلا دور شروع ہوتا ہے[4]۔ اسماعیلی عقیدہ کی رو سے ہر مستور امام کا حجت (دلیل) ہوتا ہے جو عوام اور امام مستور کے درمیان واسطہ کا کام دیتا ہے اور تبلیغ کو جاری رکھتا ہے۔ امام محمد کے حجت

---

[1] سروے آف اسماعیلزم ص۶۳
[2] شہرستانی [3] سروے آف اسماعیلزم
[4] عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلزم ص۹

Marfat.com

میمونُ القدّاح تھے جو سلمان فارسی کی پانچویں پشت سے تھے۔
امام محمد کے بیٹے عبداللہ کی جان بنو عباس کی طرف سے بہت خطرہ میں تھی اس لیئے ان کو بچانے کے لیئے کئی داعی مقرر تھے جن کو حاجب کہا جاتا تھا۔ یہ سب عبداللہ کہلاتے تھے انہی میں عبداللہ بن محمد کے حجت عبداللہ بن میمون بھی تھے (جنھیں غلطی سے اسماعیلیت کا بانی کہا جاتا ہے)۔امام عبداللہ نے سلمیّہ میں ٹھکانا کیا۔ یہ ان کا دارالہجرت اور مرکزِ دعوت تھا۔ امام عبداللہ کے بیٹے احمد کے عہد میں دعوت خوب پھیلی۔ عباسی حکومت روبہ زوال تھی۔ اسماعیلیت کو برگ و بار لانے کا خوب موقع ملا۔ یمن میں ابن حوشب داعی نے خوب قدم جمائے۔ سندھ میں اسماعیلیت کی ایک مضبوط حکومت قائم ہوئی اور افریقیہ میں بھی اسے قبول حاصل ہوا[۱]
عبداللہ بن میمون کے پوتے عبیداللہ بن حسین کچھ مدت امام حسین بن احمد کے حجت رہے۔بعد میں ان کے بیٹے علی اور پھر ان کے پوتے ابوالقاسم محمد کے حجت ہوئے یہ عبیداللہ بن حسین جو المہدی کے نام سے مشہور ہیں۔ افریقیہ میں فاطمی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ عبیداللہ المہدی اگرچہ فاطمی حکومت کے بانی تھے مگر خود فاطمی نہ تھے اس لیئے ایک بڑی غلط فہمی پیدا ہوئی اور بنو فاطمہ کے مخالفین نے مشہور کر دیا کہ یہ خاندان عبداللہ بن میمون القدّاح کی اولاد سے ہے۔ عبید اللہ المہدی کے بعد امام ابو قاسم محمد

---

[۱] عبیداللہ المہدی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلزم صفحہ ۹۔

Marfat.com

نے القائم بامر اللہ کے لقب سے حکومت سنبھالی۔ آپ صحیح النسب فاطمی تھے۔[1]

فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷) نے ایک نہایت ہوشیار اور باتدبیر شخص حسن بن صباح کو داعی مامور کر کے ایران کے شمال میں مازندران کے پہاڑوں میں تبلیغ کے لیے بھیجا۔ حسن بن صباح نے ۴۸۳ ہجری میں المُوت کے قلعہ سے اپنی تحریک کو نہایت کامیابی سے چلایا۔[2]

حسن بن صباح کے پیروکار بہت سرفروش تھے۔ اس نے ان کے مدارج مقرر کیے تھے جن میں سب سے بڑا درجہ فدائی کا ہوتا تھا۔[3] ماہر اسماعیلیات مسٹر آئی وانو کو اس سے انکار ہے۔ اس کا خیال ہے کہ چونکہ اسماعیلیت میں اطاعتِ امام پر بہت زور دیا جاتا ہے اس لئے حسن بن صباح کے مرید کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی نے قتل کیا یا دہشت پھیلائی تو اصولِ دعوت کے سبب سے نہیں تھا بلکہ یہ فدائی کا ذاتی فعل ہوتا

---

[1] ہم نے مندرجہ بالا بیان میں حسن ابراہیم کی تصنیف عبید اللہ المہدی پر انحصار کیا ہے۔ آئی وانو نے بریف سروے آف اسماعیلزم اور رائز آف فاطمیڈ میں عبید اللہ المہدی کو فاطمی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کوشش میں ناکام رہا ہے۔ وہ خود اس حیرت میں کھو جاتا ہے کہ مہدی کی مذہبی حیثیت اپنے بیٹے ابوالقاسم سے کیوں کم تر تھی اور اس سے بڑے بڑے داعیوں نے کیوں بغاوت کی۔ حسن ابراہیم نے اسماعیلی تصنیفات سے ثابت کیا ہے کہ المہدی قداح کی اولاد سے تھا۔[2] شہرستانی، ذہبی، بریف سروے آف اسماعیلزم[3] ہسٹری آف پرشین لٹریچر۔ سید امیر علی۔

Marfat.com

تھا ۔[1] بہر حال سبب کچھ بھی ہو ابن صباح کے ارادت مندوں نے بڑی بڑی ہستیوں پر تیغ و خنجر کی آزمائش کی ۔ سلاجقہ نے ان کا زور توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے ۔

حسن بن صباح کے بارے میں جو محیر العقول شعبدے بتائے جاتے ہیں وہ محض تخیل کی پیداوار نظر آتے ہیں ۔ اس کی جنت کے قصے بھی من گھڑت ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو حشیش (بھنگ) پلاتا تھا جس سے مخمور ہو کر وہ فدویت کے کرشمے انجام دیتے تھے لہذا تاریخ میں ابن صباح کی جماعت کا نام حشیشین (بھنگ نوش) مشہور ہوا ۔ کہتے ہیں کہ انگریزی لفظ ASSASIN (قاتل) اسی سے نکلا ہے ۔ لیکن یاد رہے کہ بھنگ کی تاثیر بہادر اور ہوشیار بنانا نہیں بلکہ بزدل اور مخبوط الحواس کرنا ہے ۔ حسن بن صباح نے ۵۱۸ ہجری میں وفات پائی ۔

الموت کا قلعہ نہایت مستحکم تھا ۔ دشوار گزار پہاڑیوں میں واقع ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر تھا ۔ اس کے نواح میں باطنیہ کے اور بھی کئی مضبوط قلعے تھے ۔ یہاں اسماعیلی حکومت تقریباً ۱۷۰ برس (۴۸۳ تا ۶۵۴) تک قائم رہ کر تاتار کے ہاتھوں ختم ہوئی ۔[2]

الموت ہی میں اسماعیلیہ کی شاخ نزاریہ پھوٹی اور پروان چڑھی ۔ نزاریہ کی بنیاد پڑنے کا قصہ یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ مستنصر کے بعد اس کے بیٹے نزار سے مستعلی نے حکومت

---

[1] برلیف سروے آف اسماعیلزم ص۲۷ ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کی بھی یہی رائے ہے

[2] ذہبی اور ابن کثیر کے متفرق بیانات ۔

Marfat.com

چھین لی - اس پر حسن بن صباح نے قاہرہ سے ناطہ توڑ لیا - وہاں کسی طرح نزار کے کمسن پوتے کو منگوالیا - جس نے امام مستور کی حیثیت اختیار کی - نزاری آئمہ نے کچھ مدت بعد طاقت فراہم کر کے ظہور کیا - تاتار کے ہاتھوں جو امام مارا گیا وہ رکن الدین خورشاہ تھا - اسماعیلیہ کا آغاخانی فرقہ نزاری ہی ہے[1]

اسماعیلی گروہوں میں نزاریہ کے علاوہ مُستعلیۃ اور دُروزی بھی بہت مشہور ہیں - مستعلیۃ خلیفہ مستعلی کی اولاد کو مانتے ہیں - ہند اور پاکستان کے بوہرہ اسی فرقے سے ہیں - دروزی جو شام میں آباد ہیں خلیفہ حاکم کو خدا مانتے ہیں -

عقائد اور تاریخی روایات کے اختلاف سے اسماعیلیہ کی کئی شاخیں ہو گئیں - ان میں بعض گروہ بہت غالی تھے لہذا اسماعیلیہ کے عقائد کے بارہ میں قطعیت سے کچھ کہنا مشکل ہے خصوصاً جبکہ اس فرقہ میں نظریات اور روایات کی پوشیدگی پر بہت تاکید رہی ہے - بہرحال اتنا واضح ہے کہ ان کے ہاں امامت کے منصب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے - ان کا نظریہ ہے کہ حقیقت کا علم صرف امام کو ہوتا ہے اس لئے امام چاہے ظاہر ہو چاہے پوشیدہ، اس کی رہنمائی کے بغیر دنیا کے کسی دور میں چارہ نہیں - امامت مسلسل ہے - سب اماموں کا رُتبہ یکساں ہوتا ہے بلکہ سارے امام درحقیقت ایک ہی ہستی کے مختلف مظاہر ہوتے ہیں - امام کا نامزد جانشین کبھی برطرف نہیں ہو سکتا -

---

[1] برلیف سروے آف اسماعیلزم -

اسماعیلیت میں سب سے زیادہ زور امام کی اطاعت پر ہے۔ حسن بن صباح کے فدائیوں کی سرفروشی کا یہی راز تھا۔ وہ اس کے حکم پر اپنے پیٹ میں چھرا بھونک دیتے اور قلعہ سے کود کر جان دے دیتے تھے۔

قرامطہ کو بھی بعض لوگ اسماعیلیہ کی شاخ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے اتفاق نہیں اس لئے ہم نے قرامطہ کا ذکر علیحدہ کیا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ

ادارسہ

ادریس بن عبداللہ (۱۷۲-۱۷۵) ادریس اصغر بن ادریس (۱۷۵-۲۱۳) محمد بن ادریس اصغر (۲۱۳-۲۲۱) علی بن محمد (۲۲۱-۲۳۴) یحییٰ بن محمد (۲۳۴-۲۶۴) یحییٰ ثانی بن یحییٰ (۲۶۴) علی بن عمر (   ) یحییٰ بن قاسم بن ادریس اصغر (۲۹۲-۳۰۹)

اغالبہ (۱۸۴-۲۹۶)

ابراہیم بن اغلب (۱۸۴-۱۹۶) عبداللہ بن ابراہیم (۱۹۶-۲۰۱) زیادت اللہ بن ابراہیم (۲۰۱-۲۲۳) ابوعقال اغلب بن ابراہیم (۲۲۳-۲۲۶) ابوالعباس محمد بن اغلب (۲۲۶-۲۴۲) ابوابراہیم احمد بن ابو العباس محمد (۲۴۲-۲۴۹) زیادت اللہ بن ابوالعباس اغلب (۲۴۹-۲۵۰) ابوعبداللہ محمد بن احمد (۲۵۰-۲۶۱) ابراہیم بن احمد (۲۶۱-۲۸۹) ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم (۲۸۹) زیادت اللہ بن ابوالعباس عبداللہ (۲۸۹-۲۹۶)

Marfat.com

طاہریہ (۲۰۵-۲۵۹)

طاہر بن حسین (۲۰۵-۲۰۷) عبداللہ بن طاہر (۲۰۷ - ۲۳۰) طاہر بن عبداللہ (۲۳۰-۲۴۸) محمد بن طاہر (۲۴۸-۲۵۹)

عَلَوِیّہ (۲۵۰-۳۱۶)

حسن بن زید (۲۵۰-۲۷۰) محمد بن زید (۲۷۰-۲۸۷) حسن الاطروش بن علی (۲۸۷-۳۰۴) حسن بن قاسم (۳۰۴-۳۱۶)

صَفّاریّہ (۲۵۲-۲۹۸)

یعقوب بن لیث (۲۵۲-۲۶۵) عمرو بن لیث (۲۶۵-۲۸۶) طاہر بن محمد بن عمرو لیث (۲۸۸-۲۹۳)

طُولُونیّہ (۲۵۴-۲۹۲)

احمد بن طولون (۲۵۴-۲۷۰) خمارویہ بن احمد (۲۷۰-۲۸۲) جیش بن خمارویہ (۲۸۲-۲۸۳) ہارون بن خمارویہ (۲۸۳-۲۹۲) شیبان بن احمد بن طولون (۲۹۲)

سامانیہ (۲۶۱-۳۸۹)

نصر بن احمد بن اسد (۲۶۱-۲۷۹) اسماعیل بن احمد (۲۷۹ — ۲۹۵) احمد بن اسماعیل (۲۹۵-۳۰۱) نصر ثانی بن احمد (۳۰۱-۳۳۱) نوح اوّل بن نصر (۳۳۱ - ۳۴۳) عبدالملک اوّل بن نوح (۳۴۳ - ۳۵۰) منصور اوّل بن نوح (۳۵۰ - ۳۶۶) نوح ثانی بن منصور (۳۶۶ - ۳۸۷)۔ منصور ثانی بن نوح (۳۸۷ - ۳۸۹) عبدالملک ثانی بن نوح (۳۸۹ھ)

Marfat.com

بنو حمدان (۲۹۳-۴۰۲)

۱- موصل میں :- (۲۹۳-۳۸۰)
عبداللہ بن حمدان بن حمدون (۲۹۳-۳۱۷ قتل) ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ (۳۱۷-۳۵۸) بیٹوں نے معزول کیا۔ ابوتغلب بن ناصرالدولہ (۳۵۸-۳۶۹) ابوطاہر بن ناصرالدولہ (۳۷۶-۳۸۰)

۲- حلب میں :- (۳۳۳-۴۰۲)
سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان (۳۳۳-۳۵۶)۔ سعدالدولہ بن سیف الدولہ (۳۵۶-۳۶۶ و ۳۵۶-۳۸۱) سعیدالدولہ بن سیف الدولہ (۳۸۱-۳۹۲)

بنو فاطمہ (۲۹۶-۵۶۷)

عبیداللہ المہدی (۲۹۶-۳۲۲) ابوالقاسم القائم بامراللہ (۳۲۲-۳۳۴) المنصور باللہ (۳۳۴-۳۴۱) المعزلدین اللہ (۳۴۱-۳۶۵) العزیز باللہ (۳۶۵-۳۸۶) الحاکم بامراللہ (۳۸۶-۴۱۱) الظاہر لدین اللہ (۴۱۱-۴۲۷) المستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷) المستعلی باللہ (۴۸۷-۴۹۵) الآمر باحکام اللہ (۴۹۵-۵۲۴) الحافظ لدین اللہ (۵۲۴-۵۴۴) الظافر بامراللہ (۵۴۴-۵۴۹) الفائز باللہ (۵۴۹-۵۵۵) العاضد لدین (۵۵۵-۵۶۷)

زیاریہ (۳۱۵-۴۷۰)

مرداویج بن زیار (۳۱۵-۳۲۳) وشمگیر بن زیار (۳۲۳-۳۵۶) ظہیرالدولہ بہستون بن وشمگیر (۳۵۶-۳۶۶) قابوس بن وشمگیر (۳۶۶-۴۰۳) منوچہر بن قابوس (۴۰۳-۴۲۰) دارا بن منوچہر (۴۲۰) انوشیروان بن منوچہر

Marfat.com

(۴۲۰-۴۱۴) قابوس ثانی بن دارا (۴۱۴-۴۶۲) - گیلان شاہ (۴۶۲-۴۷۰)

بنو حَسنویہ (۳۱۹-۴۰۵)

حسنویہ بن حسین (۳۱۹-۳۶۹) بدر بن حسنویہ (۳۶۹-۴۰۵)

بنو اخشید (۳۲۴-۳۵۸)

محمد بن طغج بن جف (۳۲۳-۳۳۴) انوجور بن اخشید (۳۳۴-۳۴۶)
علی بن اخشید (۳۴۶-۳۵۵) - ابوالمسک کافور مولی الاخشید (۳۵۵-۳۵۷)
احمد بن علی بن اخشید (۳۵۷-۳۵۸)

آل بُویہ (۳۳۴-۴۴۷)

عماد الدولہ ابوالحسن علی (۳۲۴-۳۳۸) معز الدولہ (۳۳۴-۳۵۶)
عز الدولہ بختیار بن معز الدولہ (۳۵۶-۳۶۷) عضد الدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۷-
۳۷۲) صمصام الدولہ بن عضد الدولہ (۳۷۲-۳۷۶) شرف الدولہ (۳۷۶-
۳۷۹) بہاؤ الدولہ (۳۷۹-۴۰۳) سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۰۳-۴۱۲)
شرف الدولہ بن بہاؤ الدولہ (۴۱۲-۴۱۶) جلال الدولہ بن بہاؤ الدولہ (۴۱۶-۴۳۵)
ابوکالیجار بن سلطان الدولہ (۴۳۵-۴۴۰) الملک الرحیم (۴۴۰-۴۴۷)
(مندرجہ بالا سنین فقط امیر الامرائی سے متعلق ہیں)

بنو شاہین (۳۳۸-۴۰۸)

عمران بن شاہین (۳۳۸-۳۶۹) حسن بن عمران (۳۶۹-۳۷۲) -
ابوالفرج محمد بن عمران (۳۷۲-۳۷۳) ابوالمعالی بن حسن (۳۷۳-۳۷۶)
مہذب الدولہ علی بن نصر بن ابوالحسن (۳۷۶-۴۰۸) ابوالحسن احمد بن مہذب الدولہ

Marfat.com

(۴۰۸) محمد بن نسئ (۴۰۸)

غزنویہ (۳۵۱-۵۸۲)

البتگین ( ) ابو اسحاق ( ) سبکتگین (۳۶۶-۳۸۷) - اسماعیل (۳۸۷-۳۸۸) محمود بن سبکتگین (۳۸۸-۴۲۱) محمد بن محمود (۴۲۱) مسعود بن محمود (۴۲۱-۴۳۲) مودود بن مسعود (۴۳۲-۴۴۰) مسعود بن مودود (۴۴۰) ابو الحسن علی بن مسعود (۴۴۰) عبد الرشید بن محمود (۴۴۰-۴۴۴) فرخ زاد بن مسعود (۴۴۴-۴۵۱) ابراہیم بن عبد الرشید (۴۵۱-۴۹۲) مسعود بن ابراہیم (۴۹۲-۵۰۸) شیرزاد بن مسعود (۵۰۸-۵۰۹) ارسلان شاہ بن مسعود (۵۰۹-۵۱۲)۔ بہرام شاہ بن مسعود (۵۱۲-۵۴۷) خسرو شاہ بن بہرام شاہ (۵۴۷-۵۵۵) خسرو ملک بن خسرو شاہ (۵۵۵-۵۸۲)

بنو عقیل (۳۸۰-۴۸۹)

محمد بن مسیب (۳۸۰-۳۸۶) حسام الدولہ المقلد بن مسیب (۳۸۶-۳۹۱ قتل) معتمد الدولہ قرواش بن حسام الدولہ (۳۹۱-۴۴۲) زعیم الدولہ بن حسام الدولہ (۴۴۲-۴۴۳) علم الدولہ ابو المعالی قرواش بن بدران بن حسام الدولہ (۴۴۳-۴۵۳) شرف الدولہ مسلم بن قرواش (۴۵۳-۴۷۷) ابراہیم بن قرواش (۴۷۷-۴۸۶) علی بن مسلم بن قرواش (۴۸۶-۴۷۹) محمد بن شرف الدولہ (۴۷۹-۴۸۹)

سلاجقۂ عظما (۴۲۹-۵۹۰)

طغرل بک محمد (۴۲۹-۴۵۶) الپ ارسلان بن داود (۴۵۶-۴۶۵) ملک شاہ بن الپ ارسلان (۴۶۵-۴۸۵) محمد بن ملک شاہ (۴۸۵-۴۸۷)

Marfat.com

برک یارُق سے کشمکش) برک یارُق بن ملک شاہ (۴۸۵-۴۹۸) ملک شاہ بن برک یارُق (۴۹۸) سلطان محمد بن ملک شاہ اوّل (۴۹۸-۵۱۱) محمود بن محمد (۵۱۱-۵۲۵) داود بن محمود (۵۲۵-۵۲۶) طغرل بن سلطان محمد (۵۲۶-۵۲۷) مسعود بن محمد (۵۲۷-۵۴۷) ملک شاہ بن محمود (۵۴۷-۵۴۸) محمد بن محمود (۵۴۸-۵۵۴ بہت عرصہ معطل رہا) سلیمان بن محمد ملک شاہ (۵۵۴-۵۵۶) ارسلان بن طغرل بن محمد (۵۵۶-۵۷۳) طغرل بن ارسلان (۵۷۳-۵۹۰)

(یہ سنین امیر الامرائی سے متعلق ہیں)

بنو زنگی (۵۲۱-۵۸۱)

عماد الدین زنگی (۵۲۱-۵۴۱) کی وفات کے بعد اس کی سلطنت ۲ حصوں میں بٹ گئی۔ موصل سیف الدین غازی (وفات ۵۴۴) اور حلب نور الدین محمود (وفات ۵۶۹) کو ملا۔ نور الدین کے بعد اس کا بیٹا الملک الصالح اسماعیل (وفات ۵۷۸) جانشین ہوا۔ سیف الدین غازی کے بعد قطب الدین مودود بن عماد الدین (۵۴۴-۵۶۵) اور پھر سیف الدین بن قطب الدین (۵۶۵-۵۷۶) جانشین ہوا۔ سیف الدین اور اسماعیل کے بعد قطب الدین کے دو بیٹوں عز الدین صاحب موصل (وفات ۵۸۹) اور عماد الدین صاحب سنجار (وفات ۵۹۴) نے ملک بانٹ لیا۔ صلاح الدین ایوبی نے ان کی خود مختاری ۵۸۱ھ میں ختم کر دی۔ (اتابکیہ کی حکومتیں موصل، حلب، سنجار اور جزیرہ میں رہیں۔)

خوارزم شاہیہ (۴۹۰-۶۲۸)

محمد خوارزم شاہ (۴۹۰-۵۲۱) اتسز بن محمد (۵۲۱-۵۵۱) ایل ارسلان بن اتسز (۵۵۱-۵۶۸) سلطان شاہ بن ارسلان (۵۶۸) علاء الدین تکش

Marfat.com

بن ارسلان (۵۶۸-۵۹۶) علاء الدین ثانی محمد بن تکش (۵۹۶-۶۱۷) جلال الدین بن علاء الدین (۶۱۷-۶۲۸)

ایوبیہ (۵۶۴-۶۵۷)

صلاح الدین ایوبی (۵۶۴-۵۸۹) کی حکومت تین بیٹوں پر تقسیم ہوئی۔ الملک الافضل (۵۸۹-۶۲۲) الملک العزیز (۵۸۹-۵۹۵) الملک الظاہر غیاث الدین غازی (۵۸۹-۶۱۳) الملک المنصور بن عثمان صلاح الدین کا بھتیجا (۵۹۵-۵۹۶)۔

الملک العزیز بن الملک الظاہر (۶۱۳-عزل و وفات) الملک العادل جو صلاح الدین کا بھائی تھا اس نے صلاح الدین کے بیٹوں سے ملک چھینا (۵۹۷-۶۱۵) الملک الکامل محمد بن الملک العادل (۶۱۵-۶۳۵) الملک العادل ابوبکر بن الملک الکامل (۶۳۵) الملک الصالح نجم الدین ایوب بن الملک الکامل (۶۳۵-۶۴۷) الملک المعظم توران شاہ بن نجم الدین (۶۴۷-۶۴۸) قتل) شجرۃ الدر (۶۴۸) الملک الاشرف موسیٰ (۶۴۸-۶۵۷)

مرابطین (۴۶۲-۵۴۲)

یوسف بن تاشفین (۴۶۲-۵۰۰) علی بن یوسف (۵۰۰-۵۳۵) تاشفین بن علی (۵۳۵-۵۳۹) اسحاق بن علی (۵۳۹-۵۴۲)

مُوَحّدین (۵۱۴-۶۶۸)

محمد بن تومرت (۵۱۴-۵۲۴) عبدالمومن (۵۲۴-۵۵۸) محمد بن عبدالمومن (۵۵۸) ابو یعقوب یوسف بن عبدالمومن (۵۵۸-۵۸۰) یعقوب بن یوسف (۵۸۰-۵۹۵) محمد بن یعقوب (۵۹۵-۶۱۱) یوسف بن محمد (۶۱۱-۶۲۰) ابومحمد عبدالواحد (۶۲۰-۶۲۱) ابومحمد العادل (۶۲۱-۶۲۴) ادریس المامون (۶۲۴-۶۴۰) سعید (۶۴۰-۶۴۲)- عمر (۶۴۲-۶۶۵) واثق (۶۶۵-۶۶۸)

Marfat.com

کتابیات

عربی

تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن کثیر، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ الخلفاء سیوطی، تاریخ ابن خلدون، فتوح البلدان، الفخری از ابن طقطقی، مروج الذہب مسعودی، دول الاسلام ذہبی، دول الاسلام دحلان، دول الاسلام صدفی، دول الاسلام فخر رازی، النجوم الزاہرہ سیوطی، النجوم الزاہرہ طغری بردی، شذرات الذہب، اتعاظ مقریزی، عیون الاخبار ابن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ، فوات الوفیات، حسن المحاضرت، دولت آل سلجوق اصفہانی، کتاب الروضتین شہاب الدین، کتاب الوزراء جہشیاری، تاریخ القضاۃ ابن عرنوس، احکام السلطانیہ ماوردی، الفہرست ابن الندیم تاریخ ابن العبری، الملل والنحل شہرستانی، عصر المامون ڈاکٹر رفاعی، الفاطمیون فی مصر، عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم، محاضرات خضری، ظہر الاسلام، مستطرف، تحفۃ المجالس سیوطی۔

اردو

تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی۔
اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون از حکیم احمد حسن۔
المامون شبلی۔
رسائل شبلی
اصل و اصول شیعہ از حجۃ الاسلام محمد حسین۔
تعارف قرآن و حدیث و فقہ از شیخ محمد اقبال۔

انگریزی

ہسٹری آف سیراسنز امیر علی۔
تاریخ ہٹی
رائز آف فاطمڈز سٹے آف اسماعیلزم از آئی ونو۔
کروسیڈز از کولٹن
کروسیڈز ان دی ایسٹ از سٹیونسن
آوٹ لائنز آف میڈیول ہسٹری از اورٹن
انسائیکلوپیڈیا برٹانکا
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

Marfat.com

Marfat.com

GOOD BOOKS

1. Genuine B. A. ENGLISH GUIDE (1967) (Compulsory) by N. Shaukat. H.A. Vyne, M.A., Bashir Ahmed M.A. & Prof. Ghulam Mohy-ud-Din M. A., Rs. 12/-

Note :— Commentaries (notes) on all the courses (compulsory English) which are very popular and good are available now

2. سیاست و ریاست حصہ اول از فاروق اختر [illegible] سیاسیات پر بہترین کتاب۔ اسلامی سیاست کو بھی اس میں سمویا گیا ہے۔ Rs. 12.00

3. سیاست و ریاست حصہ دوم از فاروق اختر [illegible] ریاستہائے متحدہ امریکہ، سوئٹزرلینڈ، سوویٹ یونین اور پاکستان کے [illegible] بی۔ اے سیاسیات کے طلباء کی سال دوم کی ضروریات کو [illegible] کیلئے اردو میں اس سے بہتر اور کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ اس مثالی کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی تشنگی محسوس نہیں کرینگے۔ اور بآسانی [illegible] میں کامیاب ہو سکیں گے۔ ہر دستور کی ابتدا میں دستوری ارتقاء کی مختصر تاریخ درج کر کے مصنف نے کتاب کی افادیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ Rs. 13.00

4. بی۔ اے۔ معاشیات گائیڈ حصہ اول از [illegible] Rs. 2.00
5. بی۔ اے معاشیات گائیڈ حصہ دوم [illegible] Rs. 2.00
6. تاریخ پاک و ہند (دہلی سلاطین) سوالاً جواباً۔ 2.50
7. تاریخ پاک و ہند (مغل پیریڈ) سوالاً جواباً۔ Rs. 4.00
8. تاریخ پاک و ہند (عہد برطانیہ) سوالاً جواباً۔ Rs. 5.00
9. گائیڈ تعلیمات قرآن۔ سورۃ آل عمران و نساء Rs. 2.50
10. گائیڈ حدیث و فقہ و تاریخ Rs. 4.90
11. پاک پرمیئر گائیڈ بی۔ اے حصہ اول Rs. 3.38
12. پاک پرمیئر گائیڈ بی۔ اے حصہ دوم [illegible] Rs. 4.00
13. بی۔ اے اردو گائیڈ حصہ اول [illegible] Rs. 8.00
14. روح غالب شرح [illegible] غالب از [illegible] Rs. 5.00
15. روح ادب شرح گنج ادب از [illegible] Rs. 7.00
16. پاک پرمیئر کمپوزیشن حصہ [illegible] Rs. 3.00
ارشاد احمد ارشد
اصول معاشیات۔ از [illegible] Rs. 5.00
بلند پایہ کتاب

ILMI KITAB KHANA
Urdu Bazar, LAHORE—2

MAJID BOOK DEPOT
Aminpur Bazar, LYALLPUR

[illegible] Press, Lahore

Marfat.com

GOOD BOOKS

1. Genuine B. A. ENGLISH GUIDE (1967) (Compulsory) by N. Shaukat, H.A. Vyne, M.A., Bashir Ahmed M.A. & Prof. Ghulam Mohy-ud-Din M. A., Rs. 12/-

Note :— Commentaries (notes) on all the courses (compulsory English) which are very popular and good are available now

2. سیاست و ریاست حصہ اول از فاروق اختر لیکچرر سیاسیات [illegible] پر بہترین کتاب۔ اسلامی سیاست کو بھی اس میں سمویا گیا ہے۔ Rs. 12.00

3. سیاست و ریاست حصہ دوم از فاروق اختر لیکچرر [illegible] ریاست ہائے متحدہ امریکہ، سوئٹزرلینڈ، سوویت یونین اور پاکستان کے [illegible] پر مشتمل بی۔ اے سیاسیات کے طلباء کی سال دوم کی ضروریات کو [illegible] کیلئے اردو میں اس سے بہتر اور کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ اس مثالی کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی تشنگی محسوس نہیں کریں گے۔ اور بآسانی اسے [illegible] میں کامیاب ہو سکیں گے۔ ہر دستور کی ابتدا میں دستوری ارتقاء کی مختصر تاریخ درج کر کے مصنف نے کتاب کی افادیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ Rs. 13.00

4. بی۔اے۔ معاشیات گائیڈ حصہ اول از صبیح منظور علی Rs. 2.00

5. بی۔اے معاشیات گائیڈ حصہ دوم از صبیح منظور علی Rs. 2.00

6. تاریخ پاک و ہند (دہلی سلاطین) سوالاً جواباً۔ 2.50

7. تاریخ پاک و ہند (مغل پیریڈ) سوالاً جواباً۔ Rs. 4.00

8. تاریخ پاک و ہند (عہد برطانیہ) سوالاً جواباً Rs. 5.00

9. گائیڈ تعلیمات قرآن۔ سورہ آل عمران و نساء Rs. 2.50

10. گائیڈ حدیث و فقہ و تاریخ Rs. 4.00

11. پاک ٹیوٹوریل گائیڈ بی۔اے حصہ اول Rs. 3.38

12. پاک ٹیوٹوریل گائیڈ بی۔اے حصہ دوم Rs. 4.00

13. بی۔اے اردو گائیڈ حصہ اول [illegible] Rs. 8.00

14. [illegible] Rs. 5.00

15. [illegible] ادب [illegible] Rs. 7.00

16. پاک ٹیوٹوریل [illegible] حصہ [illegible] Rs. 3.00

ارشاد احمد ارشد

اصول معاشیات۔ از [illegible] Rs. 5.00

[illegible] کتاب

ILMI KITAB KHANA | MAJID BOOK DEPOT

Urdu Bazar, LAHORE—2 | [illegible] Bazar, LYALLPUR

[illegible] Press, Lahore

Marfat.com